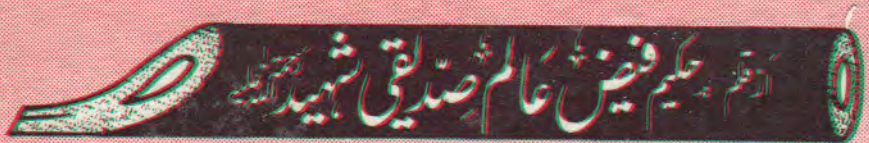


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ وَإِلَى سَبِيلِ اللَّهِ
يَأْمُرُهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

حیاتِ سیدِ اللہ



besturdubooks.wordpress.com



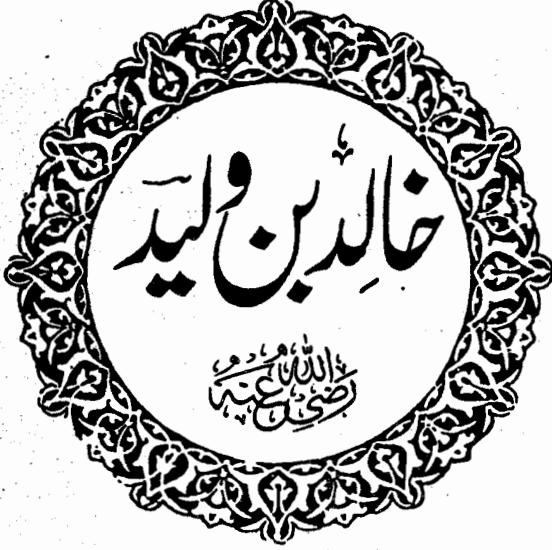
فون نمبر ۳۱۸۰۹
بیرون بوہر گٹ ملتان

فاروقی کتب خانہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَجَرُوا وَجْهَهُدُ وَأَفِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

حَيَاتِ سَيْفِ اللَّهِ



أزعم برحمة من فضيل عالم صدقني شهيد الله

فاروقى كتب خانہ، بوہڑ گریٹ ملتان

فون نمبر: ۳۱۸۰۹

ب

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ !

نام کتاب _____ خالد بن ولید

مؤلف _____ حکیم فیض عالم صدیقی

صفحات _____ ایک سو اٹھسٹھ^{۱۶۸}

طباعت _____ ذوالحجہ پرنٹنگ پریس رمان

ناشر _____ فاروقی کتب خانہ رمان

بار _____ اول

سال طباعت _____ ۱۹۹۵ء

تعداد _____ گیارہ سو^{۱۱۰۰}

قیمت _____ ۵۱ روپے

فہرست مضامین حیاتِ سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵	قبولِ اسلام اور حضور اکرم ﷺ	۱	حالاتِ مؤلف
تا	کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی	۲	نذرانہ عقیدت
۲۳	مجاہدانہ خدمات -	۵	حضرت خالد کے معرکوں کے مقامات کی فہرست -
		۶	ابتدائیہ
۱۶	جنگِ موتہ جس میں آپ کو {	۹	اپنی زندگی کا پہلا دور
۱۷	سیف اللہ کا لقب ملا -	تا	(حالاتِ قبل از اسلام)
۱۷	فتح مکہ میں آپ کا کردار	۱۳	
۲۰	تہامہ		
۶	جنگِ حنین	۹	نام - نسب - قبیلہ - بچپن
۲۲	تبوک اور دومتہ الجندل	۱۰	تحلیہ ، تجارتی سفر
۲۳	فتحِ نجران	۶	بچپن کے دوست
		۱۱	اسلام
۲۲	تیسرا دور	۱۱	ہجرت اور جنگِ بدر
تا	خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۲	جنگِ احد
۱۲۲	کے دورِ خلافت میں آپ کے	۱۱	مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
	مجاہدانہ کارنامے -	۱۳	جنگِ خندق میں خالد رضی اللہ عنہ کا کردار
۲۶	ذوالفقہ کے مرتدین کا خاتمہ	۱۲	صلحِ حدیبیہ
۲۸	طلحہ سے جنگ -	۱۵	
۳۰	دولتِ طیف	تا	دوسرا دور

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۸	سیدنا یزید کی پیش قدمی	۳۱	ظفر کا معرکہ اودام زل سے جنگ
۹۱	۹۰۰۰ ہزار فوج کے ہمراہ ایک سفر	۳۲	مالک بن نویرہ
۹۷	ارک کی فتح	۳۴	سیلمہ کذاب
"	سخنہ اور قدمہ	۳۵	سجاح اور سیلمہ
"	تدمر، قریتین، حوارین، مرج،	۳۸	دربارِ خلافت میں طلبی
۹۸	راہط، غوطہ -	۳۹	جنگِ پیامہ
۹۹	سیدنا ابو عبیدہ بن جراح	۴۷	خلیفہ اولؓ کی حربی صلاحیتیں
"	بصریٰ کی فتح	۵۲	مثنیٰ بن حارثہؓ
۱۰۰	دو عظیم اڑناٹوں کی ملاقات	۵۵	جنگِ سلاسل
۱۰۲	جنگِ اجنادین	۵۸	جنگِ دریا
۱۰۸	جنگِ مرج الصفر	۶۰	ولجہ کی جنگ
۱۱۰	دمشق	۶۲	دریائے خون
"	اسلامی لشکر میں فوجی نوعیت	۶۵	حیرا کی فتح
۱۱۱	کی پہلی تنظیم -	۷۰	ایک تاریخی لطیفہ
۱۱۳	بیت لہیا کی جنگ	۷۱	حیرا کی فتح کے بعد
"	تاریخ اسلام کا ایک	"	شہنشاہ فارس کے نام
۱۱۴	زندہ جاوید کردار -	۷۲	حضرت خالدؓ کا خط -
۱۱۵	تسخیر دمشق	"	امبار کی فتح
۱۱۶	ایک عاشق نامراد	۷۵	عین التمر کی عیسائی خانقاہ
۱۱۸	جنگِ مرج الدیباج	۷۶	دومۃ الجندل کا دوسرا واقعہ
"	اپنے اپنے مقام پر تین بلند	۸۵	سیدنا خالدؓ کا حج
۱۲۰	کردار انسان -	۸۶	ملکِ شام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۸	فتح کی تکمیل	۱۲۳	چوتھا دور خلیفہ ثانی کا دور
۱۲۹	بیت المقدس کی فتح	تا	
۱۵۰	{	۱۵۲	
		۱۵۱	بیت المقدس کی فتح کے بعد
۱۵۲	حلب کا معرکہ	۱۲۵	جنگِ فعل
"	انطاکیہ کی فتح	۱۲۶	جنگِ بيسان اور فتح طبرستان
۱۵۳	دوبارہ حمص	۱۲۷	مرج الروم کی فتح
۱۵۴	طرطوس اور مرعش	۱۲۸	فتح حمص
		"	اہلِ قسطنطنیہ سے معاہدہ
۱۵۵	پانچواں دور ریٹائرمنٹ سے وفات تک۔	۱۲۹	{
تا		۱۳۱	علاء الدین، افاغیہ، حمص کی فتوحات۔
۱۶۵		۱۳۱	جنگِ یرموک
		۱۳۷	جنگِ کاؤسردان
		۱۳۸	تیسرا دن
		۱۳۹	چوتھا دن
۱۵۵	{	۱۳۱	بنی الحکم سے عشق و محبت کا ایک مظاہرہ۔
۱۶۲	{	۱۳۳	پانچواں، چھٹا دن
"	{	۱۳۶	جنگِ یرموک پر ایک نظر
			◎

حکیم صاحب کی دیگر کتب

● داغ الظنون ————— = ۵۶/ روپے

● حقیقت مذہب شیعہ ————— = ۹۰/ روپے

● اختلاف امت کا المیہ ————— = ۱۰۵/ روپے

● بنات الرسول ————— = ۳۶/ روپے

● القول المفتوح ————— = ۲۱/ روپے

● صدیقہ کا بنات ————— = ۷۲/ روپے

● حیات سیف اللہ

● خالد بن ولیدؓ { = ۵۱/ - روپے

● مقام صحابہؓ ————— = زیر طبع

● عبداللہ بن سبأ ————— =

● شہادت ذی النورین ————— =

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

حَيَاتِ سَيْفِ اللَّهِ



أزقلم حكيم فيض عالم صدقي شهيد الله

فاروقى كتب فانه برهريت ملتان

فون نمبر ۳۱۸۰۹

فیض عالم صدیقی

(شاعر اسلامی انسائیکلو پیڈیا قسط ۳۰ صفحہ ۱۲۱۸)

ممتاز محقق عالم دین اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۱/۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو قسپور مصنفات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہونے والے والد کا نام قاضی دین محمد تھا جو علاقے کی معروف شخصیت تھے۔ ابتدائی تعلیم قسپور میں حاصل کی مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس و قلم سے تعلق بڑی چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا چنانچہ اسی دوران آپ نے کشمیر کے جرائد چاند، حق، جاوید، پاسان، ملت، جوہر اور الاصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا تھا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست کے باعث منقطع ہو گیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہوئے تھے اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ صنغ کٹھوہ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات ہوئے وہاں ہندو مذہب کا پورے انہماک کے ساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں مسلم کانفرنس کے احیاء اور مسلم کاز کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے۔ طب میں آپ نے زبردست مہارت حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں الہ آباد سے اردب کابل اور ۱۹۳۵ء میں پنجاب سے فاضل فارسی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اسی طرح طب میں بھی حکومت کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طبیب ہیں۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا ان کے خلوص و انہماک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔ ان سیاسی ہنگاموں کے باوصف دینی خدمت سے غافل نہیں رہے اور محض توکل علی اللہ دھرمالہ جالب صنغ جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آنے اور وہاں مسجد مدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی ہیں مولانا اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند ہیں لیکن ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مسلخ ہیں اسی جذبہ کی بنا پر بعض دفعہ انہی تحریر سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے موثر انداز میں سمجھانے کے ماہر ہیں۔ ان کا طرز تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت بھی پائی جاتی ہے تحقیق کے میدان میں انہوں نے بڑے نازک مسائل پر قدم اٹھایا ہے روافض و سبائیت ان کا خصوصی موضوع ہے اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے ان کی باقاعدہ تصنیف اختلاف است کا المیہ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تھی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تموج پیدا ہو گیا اور معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے جاد تقلید کا جو الہی گدن سے اتار دیا ہے۔ ان کی کتاب کا حصہ دوم رفاض کے رد میں ہونے کی وجہ سے سابقہ حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔ ان کی تصنیفات میں مقام صحابہ، واقعہ کربلا، عترت رسول ﷺ، شہادت ذوالنورینؑ، مشکوٰۃ شریف کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر، خلیفہ مروان بن الحکم، سلطان ٹیپو، افادات بنگش، مختصر تاریخ راجور، حقیقت مذہب شیعہ شامل ہیں۔



نذرانہ عقیدت

اس بطل جیسے فاتح اعظم کے حضور میں جو سبک وقت اپنی حربی بصیرتوں میں جنگیز بھی تھا اور زپولین بھی، اپنی جنگی تدابیر میں تیمور لنگ بھی تھا اور چنگیز اعظم بھی فتوحات میں سکندر اعظم بھی تھا اور فریڈرک اعظم بھی۔ اپنی ذاتی شجاعتوں میں رستم و اسفندیار بھی تھا اور یوحنا بال بھی، اس کے مجاہدانہ کارنامے خالص جو اللہ تھے ان میں کوئی آمیزش تھی نہ میل اور نہ نقص، وہ جہاں سے اور جس طرف سے بھی گذرنا فتوحات کے پھر سے اٹھاتا ہوا گذرنا۔ اس نے جس طرف بھی رخ کیا فتوحات، کامرازیوں اور کامیابیوں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم چڑھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہاجرین و انصار کے علاوہ تقریباً جزیرہ نما عرب کے تمام اسلامی صدیوں میں ارتداد کی لہر اس شدت سے اٹھی جیسے کوئی طوفان بلاخیز ہو۔ مگر اُسے ایک طرف ارتداد کے بجائے ادھر مکر رکھ دیتے دوسری طرف ایران کی ہزار ہا سالہ متمکن ایرانی سلطنت کو اپنے پاؤں تلے روند کر رکھ دیا اس نے پندرہ سال کی قلیل مدت میں چھوٹی موٹی جھڑپیں چھوڑ کر آٹا لیس سے زائد عظیم جنگیں لڑیں اور فتح و کامیابی نے اس کے پاؤں چڑھے۔

اس بھری دنیا میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پہلے آنا عظیم فاتح ہوا نہ بعد میں وہ تاریخ عالم کا ایک زندہ و تابندہ فاتح تھا رضی اللہ عنہ۔

فیض عالم صدیقی
یکم جنوری ۱۹۸۳ء - جہلم

ہم سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی حیات مبارکہ

کو پانچ ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں

دو براؤٹ - اسلام قبول کرنے سے پہلے۔

دوسرا دور - حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے کارنامے۔
تیسرا دور - خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے
زمانہ میں آپ کے مجاہدانہ کارنامے۔

چوتھا دور - خلیفہ ثانی شاہکار رسالت مراد محمد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے
خلافت کے زمانہ میں آپ کی مجاہدانہ سرفروشاں۔

پانچواں دور - مجاہدانہ خدمات سے علیحدگی اور زندگی کا آخری زمانہ اور وفات
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہ مقامات جہاں سیدنا سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگے سر کئے

جنگ موتہ جس کی فتح پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو سیف اللہ کا خطاب ملا، فتح مکہ، جنگ حنین، محاصرہ طائف، محاصرہ تبوک، دومتہ الجندل، نجران، طلیحہ سے جنگ، یمامہ، جنگ سلاسل، جنگ دریا، جہنم ولجہ، حیرا، انبار، عین التمر، دومتہ الجندل میں دوسری جنگ، خطرناک سفر، جنگ اجنادین۔ تسخیر دمشق، تسخیر حمص، یرموک، کاظمہ، براخہ، ابلہ، بناج، نقرہ، ملار، تیما، مقنا، ماہان، ایلہ، عمان، غزہ، بصرہ، موصل، قומר، بیروت، نصیبین، شیزر، لاذقیہ، حلب، رہا، آماز، انطاکیہ، مرعش، ملطیہ،



ابتدائیہ

اس وقت مذاہب عالم کی تواریخ کے لاکھوں صفحات ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں ہندو مذہب کی مہابھارت اور رامائن جیسی ضخیم کتب جنہیں آج مذہبی تقدس کا لبادہ اوڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے ان میں سے اول الذکر میں گورو پانڈو کی جنگ اور موخر الذکر میں رام چندر کا راون کے لنگا پر حملہ اور یس عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخیں سرے سے ان ابواب سے خالی ہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ”تو اور تیرا رب جا کر لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں (القرآن)“ کتنے نظر آتے ہیں۔ اور عیسائی سرے سے ہی اس میلنک کے کنارے بھی نہ پہنچ سکے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں بعد میں جو کچھ سرانجام ہوا وہ قرون وسطیٰ میں اسلام کی فتوحات کا اثر تھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد عالم اسلام میں، عیس صرف اور صرف سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات نظر آتی ہے جو جزیرہ نما عرب، عراق اور شام کے نقشے پر نظر ڈال کر ان مقامات کو دیکھنے سے جو سیدنا سیف اللہ کے ہاتھوں فتح ہوئے کہ ایک بجلی ہے جو شمال سے جنوب، مشرق سے مغرب، جنوب سے شمال اور مغرب سے مشرق کی طرف کو ندتی نظر آتی ہے۔

ہندوؤں کے مہابھارت میں جب ایران کے فردوسی کو کرشن کے ہاتھ میں سدرشن چکر نظر آیا اور جو رماناں میں اسے ہنومان جیون بوٹی کا پہاڑ دکھائی دیا تو اس نے اپنی تالیف شامنا میں رستم و اسفندیار اور ان کے مفتحان تخلیق کر کے اسلام کے جانبازوں کی فتوحات اور ان کے کارناموں کو پس منظر میں دکھیلنے کی کوششیں کیں۔ مگر اس کا اسلام کے خلاف بغض باطن مسلمانوں کی عملی زندگی کے کارناموں کو غبار آلود نہ کر سکا۔ البتہ اس کے پانچ روؤں میں سے ایک فرزند محوس نے صداقت، عدالت، شجاعت اور امامت کے شہکار اعظم کو خاک و خون میں

ترہ پا کر ختم کر دیا اور یہود کے ایک بیٹے نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی نظریات میں اپنے باطن کے کچھ سے داخل کر کے اپنے ڈھب کا ایک ہیولے تراش کر تخیلاتی اور تصوراتی دنیا میں کئی رنگ بھرے۔

مگر کجا علی دنیا اور کجا تخیلاتی دنیا۔

حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اسلام کی فتوحات کے دور دور ہوئے۔

دور اول سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کا دور۔ اس دور میں ہمیں سیدنا ابوالعباس جراحؓ سیدنا سعد بن وقاصؓ، سیدنا متقیؓ شیبانیؓ، سیدنا صرار بن ازورؓ، سیدنا قعقاعؓ ورنہ کے اسماء گرامی عالم اسلام میں تابناک ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ مگر ان سب میں سیدنا خالد سیف اللہ کا مقام منفرد اور یکساں نظر آتا ہے وہ ایک بجلی تھی جس کی چمک سے ایک عالم منور ہوا۔

دوسرا دور سیدنا معاویہؓ کا دور تھا جس میں شہادت ذوالنورینؓ سے عالم اسلام میں جو آفراتفری پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہو کر تمام عالم اسلام ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر فروعاً وحدیداً گیا۔

تیسرا دور امیر المومنین ولید بن عبدالملک کا تھا۔ ولید کی جہاں بین نظروں نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے مدبر، محقق، فاتح اور علوم متداولہ کے حامل کو عالم اسلام کے تمام مشرقی، شمالی اور مغربی صوبوں کی گورنری پر فائز کر کے گویا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔

حجاج کا مستقر بصرہ تھا اس نے اپنے مستقر میں بیٹھے ہوئے محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم کو مشرق، مغرب اور شمال کی طرف بھیجا۔

محمد بن قاسم نے مشرق میں ملتان تک سندھ کو فتح کر کے ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا راستہ ہموار کیا۔ دیبل سے بھرے کا فاصلہ تیرہ سو میل ہے عقل یہ باور کرنے سے ابا کرتی ہے کہ حجاج کو دیبل سے آٹھویں روز جنگی کارروائیوں کی اطلاع مل جاتی تھی اور محمد بن قاسم کو اس کی ہدایات مل جاتی تھیں۔ اور یہ سلسلہ ہر روز جاری رہتا تھا اسی طرح موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم اپنی روزانہ کارروائیوں سے

جناح کو مطلع کرتے رہتے اور اس کی ہدایات کے مطابق پیش قدمی کرتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر نے مغرب میں مراکش تک پہنچ کر سپین کی فتح کا راستہ صاف کیا۔ اور قتیبہ بن مسلم نے چین کی سرحد تک پہنچ کر موجودہ روئی مقبوضہ ریاستوں کی فتوحات کا راستہ صاف کیا۔

میں کہہ رہا تھا کہ حضرات شیخین کے دور امارت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کارنامے انجام دیئے۔ یہ سب کچھ ایک چلتے پھرتے انسانی ڈھانچے سے سرزد ہونا آج ناممکن نظر آتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوا اور آج تک تاریخی صفحات پر اس فاتح اعظم کے کارنامے سہری حروف میں ثبت ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ کی زندگی کے حالات اور فتوحات پر پھر جنرل آغا ابراہیم اکرم نے جس کاوش، محنت، ہمت اور ویدہ ریزی سے کام لیا ہے اس کے بعد کسی کے لکھنے کا کوئی کام نہیں باقی رہا۔ ان کی اصل تالیف انگریزی میں ہے جس کا اردو میں ترجمہ عزیز ہمدانی اور شہید نیازی سے کیا ہے۔ موجودہ کم فرصتی کے زمانہ میں اس قدر ضخیم کتاب کا مطالعہ کاروباری اور مصروف ترین زندگیوں میں تقریباً ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس پر محمدان نے چاہا کہ سیدنا خالد سیف اللہ کی زندگی اور فتوحات کے حالات مختصر سے مختصر صورت میں پیش کرنے کی کوشش کروں۔ تاکہ عظیم الفرصت اصحاب بھی اس عمن اسلام اور فاتح اعظم کی زندگی کے حالات سے کسی حد تک واقف ہو سکیں۔



پہلا دور

سیف اللہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسب | باپ کا نام الولید تھا جو مکہ میں اپنی امارت، وجاہت اور سخاوت کی وجہ سے الوحید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ولید بن المنیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم، مخزوم کے نام سے یہ قبیلہ مخزومی کہلایا۔ مخزوم یقطیف کا بیٹا تھا۔ یقطیف اور کلاب جو مرہ کے بیٹے تھے۔ یہاں پہنچ کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ سے مل جاتا ہے۔

بچپن | عرب کے کھلتے پیتے گھرانوں کے بچوں کی طرح سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا بچپن بھی صحرائی ماحول میں گزرا۔ بچپن میں چمپک کا علمہ ہوا۔ آپ کے چہرہ پر چمپک کے دانوں کے چند نشان تھے جو بجلتے بدغنائی کے خوبصورت نظر آتے تھے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی خصوصیات یعنی جرات، جنگی مہارت، جفاکشی اور سخاوت و درندہ میں ملی تھیں۔ انہیں اپنے اسلاف پر بڑا ناز تھا۔

قریش میں بنو مخزوم کا مقام | قریش مکہ نے اپنے مختلف قبائل کے سپرد مختلف کام کر رکھے تھے۔ بنو مخزوم کے سپرد دشمنوں سے جنگ کے وقت قریش کے دستوں کی قیادت تھی۔ اس لئے اس خاندان کے لوگ مہمات کی تیاری سامان جنگ کی فراہمی، گھوڑوں کی پرورش اور نگہداشت میں خصوصی امتیاز کے حامل تھے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اسی ماحول میں عنفوان شباب کا زمانہ گزارا۔

بچپن کا ایک واقعہ | دس گیارہ سال کی عمر میں ایک فوجی میلہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ نے کشتی لڑی۔ جس میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا شجاع، بہادر، نڈر اور سپہ سالار ہی آپ کی نگہ کا انسان تھا۔

پہلوانی کے علاوہ نیزہ، برہمی، تیراندازی، شمشیر انگنی میں آپ آغاز جوانی میں ایک بے مثل مقام حاصل کر چکے تھے۔

حلیہ | چہرے پر چچک کے ہلکے ہلکے نشان، قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا۔ شانے کشادہ سینہ پھیلا ہوا، بازو لمبے، واڑھی گنجان، مضبوط اور موزوں جسم کی وجہ سے مگر بھر میں ایک موزوں ترین شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔

الولید کی اولاد | پانچ بیٹے تھے، خالد ولید اپنے باپ کا ہم نام، ہشام، عمارہ اور عبد شمس دو بیٹیاں تھیں فاختہ اور فاطمہ۔

تجارتی اسفار | الولید مکہ کا ایک مالدار ترین آدمی تھا، کامیاب تاجر تھا اور غلاموں کے ذریعے تجارت کرتا تھا مگر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے تو باپ کی تجارت کا تمام کام خود سنبھال لیا۔ تجارت کے سلسلے میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے شام، غسان کے عیسائیوں، مدائن کے پارسیوں، قبطیوں اور بزنطینی رومیوں سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ اور ان کے حالات و عقائد سے واقفیت حاصل کی۔

بچپن کے دوست | عمر بن الخطاب جو آگے چل کر خلیفہ دوم شہکار رسالت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہوئے، عمرو بن ہشام جو آپ کا چچا بھائی تھا اور ابو جحلم کے نام سے مشہور تھا۔ جسے تاریخ میں ابو جحلم کا خطاب ملتا تھا۔ ابو جحلم کا بیٹا سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے احباب میں سے تھا۔

اسلام | حضور خاتم النبیین و المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت جزیرہ نما عرب کی جو حالت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال اس ماحول میں گزارے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم و بیش دو سال چھوٹے تھے۔ ہمیں سیرت اور تاریخ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بچپن سے تعلقات تھے۔ غار حرا میں جب جبرائیل امین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرفِ نبوتی

نوٹجی سے شاد کام فرمایا اور آپ اپنے خانہ اقدس میں تشریف لائے تو ام المؤمنین سیدہ
 خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب شوہر سے تمام کیفیت سن کر مشرف باسلام ہو گئیں۔ دوسرے
 روز خانہ اقدس سے باہر نکلے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی
 تو انہوں نے فوراً آپ کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے چند دیگر پاکیزہ روجوں
 نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہی حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت چوبیس سال تھی۔
 ادویہ آواز جب مکہ کے گلی کوچوں میں گونجی تو قریش مکہ نے کعبہ کی مجاوری کی وجہ سے
 اپنی آمدن میں کھنڈت دیکھی تو مخالفت پر اتر آتے مکی زندگیاں کا تیرہ سالہ دور مسلمانوں کے لئے
 ایک قہر، غلاب، تشدد، مخالفت اور سختی کا دور تھا۔

یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب داماد سیدنا ذوالنورین اپنی بیوی سیدہ زینبہ
 بنت رسول اللہ کو ہمراہ لے کر چند مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت فرما گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ کی زندگی میں مسلمان، کفار مکہ کی جس بربریت، ظلم
 شقاوت کا نشانہ بنے رہے تاریخ عالم میں اس کی مثال ملنا ناممکنات میں سے ہے۔

ہجرت | آخر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم الہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر عین
 دوپہر کے وقت جب لوگ اپنے اپنے گھروں میں محو آرام تھے عازم مدینہ ہوئے۔

بدر | ہجرت نبوی ۲ کے بعد لاسفیان ایک تجارتی قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے شام سے واپس
 لوٹ رہے تھے کہ انہیں مدینہ کے مسلمانوں کے حملہ کی خبر ملی انہوں نے مکہ میں ایک

پیغام بھجوا۔ پیغام طے پر ابو جہل وغیرہ ایک ہزار کا لشکر لے کر عازم مدینہ ہوا۔ قافلہ تو بچ کر مکہ
 پہنچ گیا مگر مدینہ کے ۳۱۳ نئے مسلمانوں کے ساتھ مکہ کے ایک ہزار مسلح کافروں کا ہلکا بدر کے مقام
 پر ٹکراؤ ہوا۔ ستر کافر قتل ہوئے۔ ستر قید ہو گئے۔ ابو جہل، عتبہ، شیبہ جیسے سردار قتل ہو گئے اور جزیرہ نما
 عرب کے لوگوں کے لئے یہ ایک عجیب جنگ تھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا بھائی ولید بھی گرفتار
 ہو گیا۔

احد تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ شعلہ زن کر دی تھی۔ مکہ کی سرداری اموی سردار ابوسفیان کے سر تھی۔ بدر کا تمام مال غنیمت تھی جنگ کیلئے وقف کر دیا گیا اور تین ہزار کا لشکر لے کر ابوسفیان عازم مدینہ ہوا۔ اور یہ لشکر احد کے مقام تک پہنچ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقب کی پہاڑی پر پچاس صحابہ رضہ کا ایک دستہ حفاظت کے لیے تعین فرمایا۔ جنگ شروع ہوئی تو کفار مکہ بھاگ نکلے۔ عقب کے جس درے کی حفاظت کے لئے پچاس صحابہ کو تعینات فرمایا گیا ان میں سے چند ایک نے جب کفار مکہ کو بھاگتے دیکھا تو وہ ڈرہ چھوڑ کر کفار کے کیمپ میں پہنچ گئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ جو اس وقت لشکر کفار کے رسالے کے سالار تھے اپنی جنگی بصیرت اور فطری شجاعت کو بروئے کار لاتے ہوئے اسی ڈرہ کے راستے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چشم زخم پہنچا۔ ستر مسلمان شہید ہوئے مگر کفار اس کامیابی کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور خود ہی میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ سید الشہداء، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حمیر بن مطعم کے غلام وحشی کے ہاتھوں شہید ہو کر سید الشہداء بن گئے۔

مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم | مسلمانان مکہ آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ رہے تھے مدینہ کے اصل باشندے جو تاربخوں میں انصار کے نام سے

زندہ جاوید بن گئے اوس اور خزرج کی دو شاخوں میں بٹے ہوتے تھے۔ مگر یہ لوگ کاشکار تھے۔ دولت کے سرچشمے یعنی تجارت، صنعت و حرفت، زرگری، اسلحہ سازی کی اجارہ داری، چوہو دیوں کے ہاتھ میں تھی۔ یہ لوگ بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قظیفہ نام کی تین شاخوں میں بٹے ہوتے تھے۔ ان کا بنیادی پیشہ سووی کا راجہ کا تھا۔

مسلمانوں کی آمد سے انصار کی دونوں شاخیں متحد ہو کر مہاجرین سے یک جان ہو گئیں اور یہودی سووی اجالہ داری ختم ہو گئی۔ وہ بدر اور احد کے مقام پر قریش مکہ کو پٹتے

ہوئے دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے ایک خاص سکیم کے تحت کفار مکہ سے رابطہ قائم کر کے انہیں مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا۔

قریش مکہ احد کی شکست کے بعد اپنے طور پر فیصلہ کر چکے تھے کہ ہم اب کبھی بھی مسلمانوں سے نہیں الجھیں گے۔ مکہ کا سردار ابوسفیان تو بالکل کسی نئی جنگ کیلئے تیار نہیں تھا۔ پھر اس کی بیٹی۔ سیدۃ نساء۔ العالمین سیدہ ام حبیبہ کو ام المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا، ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو ہم مل کر اس کے خلاف جنگ کریں گے۔ مگر بدر واحد میں کسی یہودی قبیلے نے مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا۔ سب سے پہلے بنو قینقاع کی سازشوں کا علم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ سے نکال دیا۔ پھر بنو نضیر نے جنگ احد میں درپردہ کفار مکہ کا ساتھ دیا تو انہیں بھی شہر بدر کر دیا گیا۔ ان قبائل نے قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا اور اور آخر ابوسفیان کی سرکردگی میں عرب بھر کا دس ہزار بقول بعض کے تیس ہزار کا لشکر مدینہ کی طرف چڑھ دوڑا۔

ان سطور سے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ لشکر کفار کے سالار اعظم تو ابوسفیان تھے مگر عملاً تمام لشکر کی باگ ڈور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور صفوان کے ہاتھوں میں تھی۔ ایک روز اچانک شدید طوفان اور آندھی آئی۔ قریش اس آندھی سے گھبرا اٹھے اور ان کا یہ لشکر چار ہفتے خندق سے سر پھرتا واپس لوٹ گیا۔

جنگ خندق سیف اللہ خالد کا کردار | چونکہ خندق عبور کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اور نہ ہی کسی نے اس کی طرف توجہ دی تھی۔ انہوں نے پہلے خندق عبور کرنے کے لئے محمد کیا مگر جب مسلمانوں کی مدافعت سرفروشی سے کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو بظاہر اس طرح واپس لے گئے کہ اب حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان بے خبر ہو گئے ہیں

تو اپنا تک پلٹ کر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ہندو قریشی خندق عبور کرنے پر قادر ہو گئے۔ مگر مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کر کے سیدنا خالد بن ولیدؓ کی یہ سیکیم ناکام بنا دی۔

صلح حدیبیہ

حضرت خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ معظمہ پر ہجرت کے عمرہ ادا کرے آپ چودہ سو جاں نثاروں کو لے کر مدینہ سے عازم مکہ ہوئے۔ قریش مکہ کو علم ہوا تو وہ بڑے سٹ پٹاتے۔ انہوں نے سیف اللہ خالد کو تین سو سوار دے کر راستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ سیف اللہ خالد کراخ انعمیم کے درے میں پہنچ گئے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس سواروں کا ایک دستہ خالد کو الجھانے کیلئے بھیج دیا اور خود دوسرے راستے سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔

دوسرا دور

قبول اسلام اور حضور اکرم کی حیات طیبہ میں آپ کی مجاہدانہ خدمات صلح حدیبیہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ جو ایک وہابی جنگجو تھے اس بات پر غور کرنے لگے کہ آج تک مسلمانوں سے جس قدر جنگیں ہوتی ہیں ان سب میں باوجود عددی عسکریت کے ہمیں پے درپے کیوں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب ان کے ذہن میں ایک خاص تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔

عمرۃ القضا کے بعد آپ کے ذہن میں اپنے ابائی مذہب پر شک ہونے لگا اور جب انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا تو اپنے رفیق خاص عکرمہ اور چند دوسرے دوستوں سے اس ارادے کا اظہار کیا عکرمہ سن کر سکتے میں آگئے۔ وہ رشتہ میں خالد رض کے بھتیجے تھے۔ بات سردار مکہ ابوسفیان تک پہنچی۔ طویل گفتگو ہوئی مگر خالد رض اپنے ارادہ پر ڈٹے رہے اور آخر ایک روز اپنی زرہ اور ہتھیار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر عازم مدینہ ہو گئے۔ راستہ میں سیدنا عمرو بن العاص رض اور عثمان بن طلحہ رض سے ملاقات ہوئی۔ وہ دونوں بھی قبول اسلام کے لئے مکہ سے روانہ ہوتے تھے۔ آخر تین اصحاب پر مشتمل یہ پاکیزہ صفات اصحاب کا قافلہ ۳۱ مئی ۶۲۹ء بمکرم صفر ۸ ہجری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

سیدۃ نساء العالمین ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیف اللہ خالد رض کی خالہ تھیں اس لحاظ سے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوت و خلوت میں حاضر کے تمام مواقع حاصل تھے۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

سیدنا خالد بن ابی سیف اللہ بن گئے جنگ موتہ

سیدنا خالد بن ابی سیف کو اسلام لائے تین ٹیپے ہو چکے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زمانہ میں مختلف حکمرانوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ ایک سفیر بصری کے غسان حاکم کی طرف بھیجا۔ جب سفیر موتہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں کے سردار شرجیل بن عمرو نے سفیر کو قتل کر دیا۔ دستور کے مطابق شرجیل کا یہ بہت بڑا جرم تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غسان سے بدلہ لینے کے لئے ایک لشکر ترتیب دیا۔ اور سالاری کے لئے زید بن حارثہؓ کو منتخب فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ فوج کی کمان سنبھال لے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائے عبداللہ بن رواحہؓ لشکر کی قیادت کرے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو مسلمان اپنے میں سے جسے موزوں سمجھیں اپنا سردار بنالیں اس لشکر میں سیف اللہ خالد ایک عام رضا کار کی حالت میں شامل تھے اور لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمانوں کا یہ لشکر جب معان کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ہر قل شہنشاہ روم نے موتہ کے مقام پر ایک لاکھ کا لشکر فراہم کر رکھا ہے مسلمان بلقاس کے مقام تک پہنچ گئے۔ مگر عیسائی لشکر کا ٹڈی دل دیکھ کر موتہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا۔ یہ ستمبر ۶۲۹ء مطابق جمادی الاول ۵ھ کے تیسرے ہفتے کا واقعہ ہے۔ جنگ شروع ہوئی سالار لشکر سیدنا زید بن حارثہؓ اٹھتے سب سے آگے تھے اور پہلے بے میں ہی شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا سیدنا جعفرؓ نے سنبھالا مگر وہ بھی اعلیٰ علیین کو سہا بار گئے۔ اب باری عبداللہ بن رواحہؓ کی تھی مگر وہ بھی جان ہار گئے یہ دیکھ کر مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ سیدنا عبداللہؓ کی شہادت کے بعد ثابت بن ارقمؓ نے جھنڈا سنبھالا۔ اور بلند آواز میں کہا کہ مسلمانو! اپنے میں سے کسی کو فوراً سردار منتخب کر لو۔

اچانک سیدنا ثابت کی نظر سیف اللہ خالد رضہ پر پڑی۔ اور چلا کر کہا مسلمانوں تم میں خالد رضہ جیسا شجاع اور بہادر موجود ہے اب یہی تمہارا قائد ہوگا۔ سیدنا خالد رضہ کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ عظیم المرتبت صحابی مجھ جیسے نو مسلم کو اپنا سالار بنا تیں گے۔ مگر یہ سعادت و عزت سے ہی آپ کے مقصد کا حصہ بن چکی تھی آپ نے اگے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا مگر اسلامی فوج کی حالت اب بگڑ چکی تھی سیدنا سیف اللہ خالد رضہ نے اہل اسلامی لشکر کو ایک قلعہ کی صورت دے کر عیسائیوں کے حملوں کو روکا۔ اور دوسرے مرحلہ میں ان پر حملہ آور ہوا انداز سے اگے بڑھے۔ سیدنا قطیبہ رضہ کے ہاتھ سے مشہور عیسائی سردار مالک قتل ہو گیا۔ سیدنا خالد رضہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ چکی تھیں اور اب ان کے ہاتھ میں دسویں تلوار تھی۔ ادھر یہ ہنگامہ کارزار گرم تھا اور ادھر مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما اپنے صحابہ رضہ کے سامنے بیان فرما رہے تھے، زید رضہ شہید ہو گیا۔ اب جعفر رضہ سالار لشکر ہے اب وہ بھی شہید ہو گیا اور اب عبد اللہ بن رواحہ رضہ قائد لشکر ہے۔ پھر فرمایا اب وہ بھی شہید ہو گیا اور مسلمانوں نے اللہ کی تلوار کو اپنا سالار بن لیا ہے۔

پھر فرمایا — اب اللہ تعالیٰ نے خالد رضہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا ہے (بخاری) اس مقام پر ان کم علم مورخین یا متعصب ذہن کے سیرت نویسوں کی عقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جنہیں سیدنا خالد رضہ کی فتوحات اور کامیابیوں سے خدا واسطے کاہر ہے۔ وہ سیدنا خالد رضہ کی موت کے مقام پر فتح سے انکار تو نہ کر سکے مگر یہ پھر لگانے سے باز نہ آسکے کہ خالد رضہ بڑی کامیابی سے مسلمان لشکر کو بچا کر دشمنوں سے نکال لائے۔

فتح مکہ میں سیدنا خالد سیف اللہ کا کردار

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب کے جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کے حلیف بن سکتے ہیں اور جو قبائل چاہیں قریش مکہ کے حلیف بن سکتے ہیں۔ مکہ کا مشہور قبیلہ

بنو خزاعہ مسلمانوں کا حلیف بن گیا اور بنو بکر کا قبیلہ قریش مکہ کا حلیف بن گیا۔ مگر بنو بکر نے قریش مکہ کی مدد سے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ حرم کعبہ میں پناہ لینے والوں کو بھی امان نہ دی۔ بنو خزاعہ کے چند افراد نے چھپتے چھپاتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچ کر اپنی درخاک داستان سنائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق بنو بکر سے انتقام لینا ضروری خیال کیا۔ سرمد مکہ ابوسفیان کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ مدینہ پہنچا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے چند جلیل القدر صحابہ کرام رضہ کے پاس پہنچا۔ مگر سب نے سرمد مہری کا اظہار کیا اپنی بیٹی سیدۃ النساء العالمین ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضہ کے ہاں پہنچا مگر انہوں نے بھی توجہ نہ فرمائی۔ خروہ ہر طرف سے ناامید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور معاہدہ کی تجدید کے متعلق عرض کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔

اب وہ ناامید ہو کر مکہ لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے چند دن بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوجی کارروائی کے لئے فوری تیاری کا حکم دیا۔

مدینہ منورہ سے اسلامی فوج یکم جنوری ۶۳۰ء مطابق ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو روانہ ہوئی۔ اسلامی فوج کی تعداد دس ہزار تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعبہ کے مقام پر پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ سرمد مکہ ابوسفیان کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ بھی مکہ سے روانہ ہو گیا۔ انھوں نے کے مقام پر سیدنا عباس رضہ سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ ابوسفیان کو بہاؤ لے کر پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سیدنا ابوسفیان رضہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سرمد مکہ کے اسلام لانے سے بڑے خوش ہوتے اور اپنے لشکر کو فرمایا کہ مکہ میں داخلہ کے وقت جو شخص خانہ کعبہ میں سے یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزین ہو یا پناہ دار ہوا ہو یا ہند کر لے اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

اب مکہ میں داخلہ کیلئے سچاوشیش تیار کئے۔ سب سے بڑے دستے کی سیدنا ابو عبیدہ رضہ کو

قیادت سپرد کی دوسرے دستے کو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے دستے کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور چوتھے دستے کو سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ باقی دستے تو بغیر کسی رکاوٹ کے خانہ کعبہ تک پہنچ گئے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جس راستہ سے شہر میں داخل ہوئے اس راستہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے عکرمہ اور ان کے بہنوئی صفوان خندامہ کے مقام پر ستر راہ ہوتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ ایک عجیب تجربہ تھا۔ کہ ان کے مقابل ایک ان کا عزیز ترین دوست اور بھتیجا عکرمہ ہے اور دوسرا ان کی سگی بہن خانمہ کا شوہر صفوان ہے۔ عکرمہ اور صفوان کے دل میں شاید یہ خیال بھی ہو کہ خالد رضی اللہ عنہ ہمارے حلاوت لڑنے سے استرازا کریں گے مگر آپ نے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ اس جھڑپ میں عکرمہ اور صفوان تو بھاگ نکلے۔ مگر بارہ کا فرارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس روز اونٹنی پر سوار تھے۔ اور آپ کے پیچھے آپ کے نواسے سیدنا علی بن سیدنا ابی العاص رضی اللہ عنہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا کے تخت بگرتے تھے۔ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، زبان اقدس سے جوارحی وزحق الباطل کے کلمات فرماتے اور چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے جاتے اور بت گرتے جاتے۔ کعبہ کی دیواروں پر جو تصاویر تھیں ان کے مٹانے کے لئے اپنے محبوب نواسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے ان کے دست مبارک سے تصویریں صاف کرائیں۔

خانہ کعبہ کے صحن میں تمام مساندید کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے منتظر تھے مانتی کے تمام واقعات ان کی نظروں کے سامنے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کو معاف فرما دیا۔ صرف تین مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد مکہ کے مضافات سے بتوں کو توڑنے کا ارشاد فرمایا۔ سیدنا سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کو نخلہ کے

اہم ترین بت خانہ کو عزی کی دیوبی سے پاک کرنے کیلئے بھیجا۔ وہ ۳۰ سواروں کے ہمراہ نخلہ پہنچے۔ اور عزی کے بت کو توڑ کر وادی نخلہ کو بت پرستی سے پاک کیا۔

تہامہ | وادی نخلہ کے بعد سیدنا سیف اللہ خالد رضہ کو ۳۵۰ سوار دینے کی قیادت پر مامور فرما کر مکہ کے جنوب میں تہامہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے قبائل کے ہاتھوں سیدنا خالد سیف اللہ کے چابن المغیرہ قتل ہوتے تھے۔ مگر ان لوگوں نے ہتھیار ڈال کر اسلام قبول کر لیا۔ مگر آپ کے ہاتھوں چند افراد قتل ہو گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو سیدنا خالد سیف اللہ سے باز پرس فرمائی۔ جواب میں آپ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ لوگ دل سے اسلام نہیں لاتے تھے۔ مگر بعد میں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا خون بہا داکر نے کا ارشاد فرمایا اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمادیا۔

جنگِ حنین

فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے باہم مل کر اسلامی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خطرے کے پیش نظر مشورہ کر کے مکہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ادھر مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا ارادہ فرما رہے تھے کہ مکہ کے مصنافی علاقوں میں بھی اسلام کی آواز پہنچانی چلتے۔ بیک وقت دونوں اطراف سے افواج روانہ ہوئیں ہوازن اور ثقیف قبائل نے پیش قدمی کر کے حنین کی وادی کے دونوں طرف پہاڑیوں کی کین کاہوں میں اپنے تیر انداز بٹھا دیئے مکہ سے جو لشکر روانہ ہوا اس میں دو ہزار نو مسلم بھی تھے۔ مکہ سے روانہ ہونے والے لشکر کے ہرا دل میں بنو سلیم کے سات سو آدمیوں کا دستہ تھا۔ حنین کی قیادت سیدنا خالد سیف اللہ رضہ کر رہے تھے۔ ۳۱ جنوری مسلمانوں نے حنین کی وادی میں پہنچ کر اپنا پٹرا ڈالا۔ دوسرے روز صبح لشکر روانہ ہوا۔ خبروں کے مطابق یہ مقابلہ اوٹاس کے میدان میں ہونا تھا۔ مگر مسلمانوں کا لشکر

جب تینوں کی وادی کے تنگ حصے میں پہنچا تو دونوں طرف سے آں پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ لگاتار میں بیٹھے ہوئے دشمن کے تیروں کی زد میں آنے والا پہلا شخص سیدنا خالد سیف المہدی رضی اللہ عنہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے بار بار پکارا کہ کہا کہ ہم کو مقابلہ کرو لیکن اسے اذات فری کے عالم میں کسی نے ان کی پکار نہ سنی۔ وہ اپنے مقام پر ڈٹے رہے مگر برسی طرح زخمی ہو کر اسی ریلے میں بہہ گئے۔ مگر شدید زخموں کی وجہ سے اپنے گھوڑے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بنو سلیم کا یہ بھاگتا ہوا ریلہ جب واپس ہو رہا تھا تو مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ کوئی بہت بڑی آفت آگئی ہے۔ مکہ کے نومسلموں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ بھی بھاگ نکلے چونکہ وہ تمام لشکر میں ملے ہوئے تھے اس لئے بھاگنے کی کیفیت پیدا ہو گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس روز سفید فخر پر سوار تھے اور خراج کالام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ابوسفیان بن نوفل کے ہاتھ میں تھا۔ ابوسفیان کے علاوہ آپ کے رکاب میں اس وقت صرف نو صحابہ کرام رہ رہ گئے تھے۔ جن میں ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر بن عباس رضی، اور علی رضی بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

”میں اللہ کا رسول محمد ابن عبد اللہ ہوں“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گروہ کے ساتھ دائیں طرف ہٹ کر ایک چٹان پر بیٹھ گئے چند آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے مگر صحابہ نے انہیں پسپا کر دیا حضور اکرم کے ارشاد مطابق سیدنا عباس رضی نے مسلمانوں کو پکارنا شروع کیا تو کھڑے ہوئے مسلمان جوق در جوق خدمت اللہ میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔ جوازن کے محلے کا زور ٹوٹ گیا۔ اور ان کے دو پہلوؤں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

انا نبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

کفار کے سالار مالک نے جس جنگی فراست سے یہ منصوبہ بنایا تھا اب اسے اس کی ناکامی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی حملے کیلئے ایک رسالہ ترتیب دے کر اس

کی قیادت سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اس جو ابی حملہ تک خالد بن ولید جہاں گئے تھے بے ہوش پڑے رہے۔ کفار بھاگ نکلے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بے ہوش پڑے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں پر پھونکا اور انہوں نے یوں محسوس کیا کہ وہ پھر طاقتور اور لڑائی کے قابل ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جلد ہی بنو سلیم کو یکجا کر لیا اور سیدنا زبیر کے سوا دستے کے ساتھ شامل ہو گئے۔ سیدنا زبیر بن العوام نے پوری وادی کو کفار سے خالی کر لیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے دستے کی قیادت ابو عامرہ کے سپرد کر کے انہیں اطلس کی جانب بھیجا۔ مگر وہ لو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گئے اور قیادت ان کے بھائی ابو موسیٰ نے سنبھال لی۔ انہوں نے ہوازن کا اڈہ کفار سے خالی کر لیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دشمن کے ناگاہ حملے کی زد میں آگئے آئندہ کے لئے انہوں نے تہیہ کر لیا کہ کسی موقع پر بے خبری میں حملے کا شکار نہیں ہوں گے۔ سیدنا ابوسفیان نے اس معرکہ میں بڑی جرأت ایمانی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ ان کی ایک آنکھ اس جنگ کی نذر ہو گئی۔

تبوک اور دومۃ الجندل

۹ھ موسم گرما میں یہ افواہیں مدینہ میں پہنچی شروع ہوئیں کہ رومیوں نے شام میں بھاری فوجیں جمع کرنی شروع کر دی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ہر اقل دستے اردن میں داخل کر دیتے ہیں اور ہر قتل خود محسوس میں پہنچ چکا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر مسلمانوں کو آگے بڑھ کر عیسائیوں کے حملے کو روکنے کیلئے تیاری کا حکم دیا۔ اور چندہ کی فراہمی کا ارشاد فرمایا۔ یہی وہ موقع تھا جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کا تمام سامان لاکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ

نے اپنا اُدھال اور سیدنا فاطمہؑ کی ایک ہزار اونٹ موہ سالان کے اور طلائی سکوں سے بھری ہوتی تھیلی پیش کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سکوں کو اپنے مقدس ہاتھوں میں اچھلتے ہوتے فرماتے جا رہے تھے کہ آج سے بعد عثمان روز کا کوئی فعل اسے ضرر نہیں پہنچائے گا۔
 وسط اکتوبر ۶۳۰ء مطابق رجب ۱۰ھ اسلام کا یہ لشکر دس ہزار سواروں اور تیس ہزار پیادوں پر مشتمل عازمِ تبرک ہوا۔ اس علاقہ کے مشہور مقاتل ایبہ، جریر، اذرح اور مغننہ کے حکمرانوں نے جزیرہ دینے کا وعدہ کر کے اطاعت کا اقرار کیا۔ مگر تبرک سے کچھ آگے دو مہ الجندل کے عیسائی حکمران اکیدین مالک نے کچھ پرواہ نہ کی۔

حضور خاتمِ المعصومین نے اس کی سرکوبی کیلئے سیدنا خالد سیف اللہؑ کو چار سواروں کا دستہ دے کر اس کی طرف بھیجا۔ اکیدین اس وقت شکا میں مشغول تھا سیدنا خالدؑ نے پہلے حملے میں ہی اسے گرفتار کر لیا۔ سیدنا خالدؑ اس مقتدر قیدی کو لے کر حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اکیدین نے صلح کی پیشکش کی اور اپنی جان کیلئے بھاری فدیہ اور جزیرہ دینے پر رضامندی کا اظہار کیا جو قبول فرمایا گیا۔

فتح نجران

جولائی ۶۲۹ء مطابق ربیع الآخر ۸ھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی ہم سیدنا خالد سیف اللہؑ کی سرکردگی میں شمالی یمن کے علاقہ نجران کی طرف بھیجی۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چار سو جنگجو سوار تھے۔ آپ نے نجران پہنچ کر بنو حارثہ بن کعب سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آپؐ کا فی عرصہ اس قبیلہ میں مقیم رہ کر انہیں اسلامی طوطیوں کی دعوت دیتے رہے۔
 جنوری ۶۳۰ء مطابق شوال ۱۰ھ آپؐ ان لوگوں کا ایک وفد لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

کی اس کارکردگی کو نہایت سراہا۔ اور ان لوگوں میں سے ایک امیر مقرر کر کے انہیں واپس بھیج دیا۔

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی یہ آخری مہم تھی۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں اسود عنسی نے جس کا اصل نام عیثملہ بن کعب تھا اور سیاہ رنگت کی وجہ سے اسود گدھے کی سولہوی کی وجہ سے ذوالحجرہ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ذوالحجرہ کے ناموں سے مشہور تھا۔ یمن کے شہر صغایم میں نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ ایک ہاتھ اور آگے مار کر رحمن الیمین کہلانے لگا کی سرکوبی کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن ہیرہ کو بھیجا انہوں نے چند مقامی مسلمانوں کے ذریعے اسے کیفر کر دیا۔ تک پہنچا دیا۔ وصال نبوی سے پھر دن پہلے یہ واقعہ گذر چکا تھا۔

عالم اسلام کے خلیفہ اول صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے کارنامے

حضور خاتم النبیین والحصوین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مسلمانوں کے لئے ایک شجر طوبی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے فوجی قائد، فرمانروا، مہمناہ، معلم، ہادی، دوست، راہنما، عملگزار، ہمدرد، شفیق، سرپرست سب کچھ تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جب بھی کسی کو کوئی مشکل پیش آتی وہ فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حالات بیان کرنا اور سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہونے لگتا۔ مگر اپنا تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے عالم حقیقی کو تشریف فرما ہونے کے لئے ان سے گویا سب کچھ چھین لیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں اپنے محبوب ساتھی سیدنا صدیق اکبرؓ کو اپنی جگہ ناز پڑھانے کا ارشاد فرما کر اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ میرے

بعد مسلمانوں کے معاملات کے سربراہ ابو بکر رضی ہی ہوں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر آنا فائاً فائاً تمام جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی۔ مکہ، مدینہ اور طائف کے علاوہ پوری اسلامی مملکت میں فتنہ ارتداد پھوٹ نکلا۔ ایک طرف کذاب مدعیان نبوت دوسری طرف مانعین زکوٰۃ اور تیسری طرف ان نو مسلم کم علم لوگوں کا تذبذب جو صرف سیاسی مصالح کی بنا پر مشرف باسلام ہوتے تھے اور اس پر مزید یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں انیدین حارثہ رضی اللہ عنہما ایک لشکر کی قیادت سپرد کر کے عازم موتہ ہونے کا ارشاد فرما چکے تھے مدینہ میں ہر چار اطراف سے بڑی مایوس کن خبریں پہنچ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ مدینہ سے شمال مشرق کی طرف ستر میل کے فاصلہ پر ابرق کے مقام پر مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے مرتدین کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا۔ اور مدینہ ۲۴ میل مشرق کی طرف ذوالقصہ کے مقام دوسرا اجتماع ہوا۔ پھر یہ اطلاعات پہنچیں کہ طلحہ بن خویلد، مسلمہ بن حبیب اور صحابہ بنت الحارث نے نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے پاس بڑے بڑے لشکر فراہم کر لے ہیں۔ ان حالات سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے متردد اور پریشان تھے۔ ان میں سے اکثر نے فیصلہ کر کے ایک وفد مرتب کیا کہ ”اولین خلیفہ رسول م“ کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ ایسے نازک وقت میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو مدینہ میں روک لیا جائے وفد کا پیغام لے کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت مدبرانہ انداز میں وفد کی ترجمانی کے فرائض ادا کئے۔ خلیفہ رسول خاموشی اور سکون سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے استدلال سنتے رہے اور جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے تو خلیفہ رسول م نے گزرتی ہوئی آوازیں کہا عمر رضی اللہ عنہما کان کھول کر سن لو میں اس لشکر کا بھنڈا کھولنے کیلئے تیار نہیں جسے خود رسول اللہ م نے بلند کیا تھا میں مانعین زکوٰۃ سے اس وقت تک جہاد جاری رکھوں گا جب تک اونٹ کی وہ سی بھی وصول نہ کر لوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال میں جمع ہوتی تھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ سن کر ان لوگوں کے پاس پہنچے جنہوں نے انہیں بھیجا تھا اور بڑے غصے کے

انداز میں کہا تم نے خواہ مخواہ مجھے وہاں بھیج کر شرمندہ کیا ہے۔
یہ کسے معلوم تھا کہ بظاہر جو شخص عمر کے ساٹھ سال گزرا چکا ہے۔ نازک اندام، چھوٹے
قد اور دبیلے پتلے جسم کا درد و آدمی ہے جس کی نازک آنکھیں اس کی تپتی بھوؤں کے نیچے
اندکود حسی ہوتی ہیں۔ جوڑھنے کی وجہ سے خمیدہ مگر ہو چکا ہے اس کے بڑھاپے اور ضعف
کے آثار میں اضافہ ہو چکا ہے ایک عظیم، نرم دل، نرم مزاج اور نہایت رقیق القلب ہے۔
جس کی آنکھوں میں آسانی سے آنسو بھرتے ہیں وہ یوں ایک سنگ خارہ کی چٹان اور لوہے
کی لاث ثابت ہو گا۔ آپ نے فوراً سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کا حکم دیا اور فوراً کچھ فائل پہلے
اس کے جلو میں چلے۔ آخر اسامہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے وقت کہا اگر تمہاری اجازت ہو تو میں
عمر رخ کو مشورے کیلئے اپنے پاس روک لو۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس بات پر بڑی خوشی
کا اظہار کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اجازت دیدی۔

ذوالقصدہ کے مرتدین کا خاتمہ خلیفہ رسول کے ہاتھوں ہوا

ذوالقصدہ کے مرتدین نے اپنا وفد خلیفہ رسول کے پاس بھیجا۔ مرتدین کا خیال تھا۔
خلیفہ رسول ہمارے شرانگہ مان لیں گے مگر آپ نے انہیں بڑی سختی سے دھتکار دیا۔
اور خود آگے بڑھ کر ذوالقصدہ میں جمع مرتدین پر حملہ کر دیا۔ اور انہیں مار بھاگایا۔ اسی موقع پر کسی
سکھرش قبائلی سردار نے حملہ گتے ہوئے کہا تھا قہر عربوں پر بن لو تو قحافہ کا (بلاذری) یہ واقعہ
۳۰ جولائی ۳۳ھ ۸ جمادی الاول ۳۳ھ کا ہے۔ نعمان بن مقرن کو وہاں کا انتظام سپرد
کر کے خلیفہ رسول ہوا پس ہوتے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ بھی اگست میں مدینہ پہنچ گیا۔ اور ارماد
کا پہلا فتنہ ختم ہو گیا۔

اِبرق کے مرتدین کا خاتمہ خلیفہ رسول کے ہاتھوں ہوا

ذوالقصدہ کی فتح کے بعد خلیفہ رسول بنفس نفیس مرتدین کے دوسرے اجتماعی اڈے اِبرق کی طرف بڑھے۔ ذوالقصدہ سے بھاگنے والے بھی اس مقام پر جمع ہو گئے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رسول کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح یابی سے ہمکنار فرمایا۔ اب بزازہ میں مدعی باطل طلیمہ، بطاح میں مالک بن نویرہ اور بیاضہ میں مسیلمہ کذاب سے نپٹنا تھا۔

اس وقت خلیفہ رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات عالم اسلام کے لئے گویا بحر انحراف میں ایک جزیرہ ایمان، ابلسیادینا کے سامنے ایک چمنستان سکون، کفر و عصیان کی شب تاریک میں شمع فروزاں کی مانند تھی۔

مورخ حیران ہیں کہ اس نجیف و نزار انسان سے یہ سب کچھ کیسے سرزد ہوا۔ اب آپ نے گیارہ جیوش مختلف سالاروں کے تحت مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیے ہر جیوش کا جھنڈا الگ تھا۔

۱۔ جیش سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں طلیمہ کی سرکوبی کے لئے بزازہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ طلیمہ سے نپٹنے کے بعد مالک بن نویرہ حاکم بطاح کی سرکوبی کریں۔

۱۲۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کی سرکوبی کیلئے مامور فرمایا۔

۱۳۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تبوک دومتہ الجندل کی طرف روانہ کیا۔

۱۴۔ سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ کو سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کی کمک پر مامور فرمایا۔

۱۵۔ سیدنا خالد بن سعید اموی کو شامی سرحدات کی طرف بھیجا۔

۱۶۔ سیدنا ظریف بن حاجزہ کو ہوازن اور بنو سلیم کے مرتدین کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔

۱۷۔ سیدنا علاء بن الحضرمی کو بحرین۔

۸۔ سیدنا حذیفہ بن یحییٰ کو عمان۔

۹۔ سیدنا عرفہ بن ہرثمہ کو مہرہ۔

۱۰۔ سیدنا مہاجرین ابی امیہ مین اور حضرت موت۔

۱۱۔ سیدنا سوید بن مقرن کو شمالی یمن کے مرتدین کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

طلیحہ سے جنگ

جونہی جیوش کی تشکیل ہوتی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے حبش کو لے کر طلیحہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ طلیحہ نے اپنے عناد کا پہلا مظاہرہ جنگ احد کے بعد کیا تھا اس نے ایک لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا دوبارہ جنگ خندق میں کفار کا ساتھ دیا۔ تیسری بار جنگ خیبر کے موقع پر یہودیوں کا ساتھ دیا و فود کے سال وہ بظاہر مسلمان ہو گیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر خود نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے مریدوں میں اضافہ شروع ہو گیا۔ غطفان، طے، ہوازن، بنو سلیم کے قبائل نے اس کا ساتھ دیا۔ بسبب بنائے میں طلیحہ کی سرگرمیاں پورے عروج پر تھیں۔ جب خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ذوالقعدہ سے روانہ ہوتے تو طلیحہ پوری طرح جنگ کیلئے تیار تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پہلے قبیلہ طے کی طرف توجہ کی۔ عدی بن حاتم نے ان کا ساتھ دیا۔ جب بنائے ایک منزل رہ گیا تو آپ نے دو آدمیوں کو دیکھ بھال کے لئے آگے بھیجا ان کی مٹھ پٹھر طلیحہ کے بھائی حیاں سے ہوئی۔ جوان کے ہاتھوں حاصل۔ بچتم ہوا۔

بھائی کی موت کی خبر سن کر طلیحہ آگ بگولا ہو گیا۔ طلیحہ اپنے دوسرے بھائی سلمہ کے ساتھ آگے بڑھا اور دو مسلمان مجاہدین میں سے ایک کا نام عکاشہ رضی اللہ عنہ تھا شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو انہیں سخت صدمہ ہوا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک کھلے میدان میں لشکر کو ترتیب دیا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ چھ ہزار لشکر کے ساتھ طلیحہ

کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ یہ ستمبر ۱۲۲۲ء جمادی الآخر ۶۱۸ھ کا واقعہ ہے۔
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جیش کے آگے رہ کر اپنے لشکر کی قیادت خود کی
 مدعی باطل اپنے سر پر عامہ باندھے کا ندھوں پر چو غاڈالے اپنے لشکر کے عقب میں ایک
 خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اور ایسا انداز اختیار کیا گویا اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے بلا توقف طلیمہ کے اگلے مورچوں پر حملہ کر دیا۔ بنو فزازہ نے
 مقابلہ کیا لیکن پھر بھاگ نکلے۔ ہزیمت کے آثار دیکھ کر عینیہ اپنا گھوڑا بھگا کر طلیمہ کے پاس
 پہنچا اور پوچھا کیا کوئی وحی نازل ہوتی ہے جواب ملا ابھی نہیں۔ اس دوران سیدنا خالد سیف اللہ
 طلیمہ کے قلب لشکر تک پہنچ گئے۔ عینیہ نے دوبارہ طلیمہ کے پاس پہنچ کر دریافت کیا۔ اب
 کے طلیمہ نے جواب دیا تمہارے پاس بالکل اسی کی جیسی اور آج کا دن ایسا ہے جسے تم کبھی
 نہیں بھول سکو گے۔ عینیہ یہ سن کر بنو فزازہ کے پاس پہنچا اور چلا کہ کہا یہ شخص جھوٹا ہے۔ اپنی
 جانیں بچاؤ یہ سنتے ہی بنو فزازہ بھاگ نکلے۔ میدان سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رہا۔
 چند بھگورے طلیمہ کے پاس پہنچے۔ اس نے کہا بھاگ نکلو اور اپنے بال بچوں کو بچاؤ۔

طلیمہ نے اپنی بیوی کو اوٹھٹی پر بٹھایا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ اور شام
 میں پہنچ کر قبیلہ کلب کے ساتھ سکونت اختیار کر لی جب اس نے سنا کہ قبیلہ بنو اسد کے
 لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ رسول ۴ سیدنا صدیق اکبر رضی
 اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ حج کے لئے مکہ پہنچا۔ مگر خلیفہ رسول ۴ نے اس کی طرف کوئی توجیہ نہ فرمائی۔
 چند سال بعد مدینہ منورہ میں خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ
 کو سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کی شہادت کا بڑا صدمہ تھا۔ آپ نے اس کی طرف کوئی
 توجیہ نہ فرمائی۔ طلیمہ بڑا لسان حاضر جواب اور چرب زبان تھا۔ اس نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے
 خوشنودی حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ آخر آپ نے فرمایا اور مکاری غیب دانی کا کیا
 ہوا۔ اس نے فی البدیہہ جواب دیا وہ تو دھونکنی کی ایک پھونک تھی۔

عراق پر تیسری چڑھائی کے وقت طلیمہ نے اپنی شجاعت اور فن حرب کے حیرت انگیز کارنامے انجام دیتے۔ قادیسیہ کی جنگ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ اور نہادند کی جنگ میں بڑی شجاعت سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔

طلیمہ کے بھاگ بھگنے کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گرد و نواح کے قبائل کی تسخیر کے لئے اپنی فوج کے مختلف دستے روانہ کئے۔ عینینہ کے تعاقب میں خود روانہ ہوئے۔ وہ ابھی ساٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے غمرہ تک پہنچا تھا کہ آپ نے اسے جا لیا۔ عینینہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ متعدد مرتبہ مارے گئے اور خود گرفتار ہو گیا۔ قبیلہ غطفان کے سردار کاہینا ایک معمولی قیدی کی حیثیت میں مدینہ لایا گیا۔ مدینہ کے نوجوانوں نے اس کی بڑی گت بنائی جس پر وہ نہایت دردناک الفاظ میں چلا اٹھا اس کا مقدمہ خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پیش ہوا۔ آپ نے اسے معاف کر دیا۔ اس نے صدق دل سے اسلام قبول کر کے باقی زندگی امن و امان سے بسر کی۔

لطیفہ | خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عینینہ مدینہ پہنچا۔ اور سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے عرب کی مہمان نوازی کے دستہ کے مطابق مغرب کے بعد رات کے کھانے کیلئے اسے روک لیا۔ مگر اس نے کہا میں روزہ سے ہوں سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بڑی حیرانی سے پوچھا یہ رات کو روزہ کیسا؟ اس نے جواب دیا مجھے دن کے روزے کی نسبت رات کے روزے کی آسانی ہوتی ہے۔

غمرہ کی جنگ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نقرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں ایک مغرور طبع عمرو بن العزی المعروف ابو شجرہ نامی سردار کی قیادت میں بنو سلیم کے بعض قبیلے جمع تھے۔ بنو سلیم کے کچھ لوگ آپ نے قیادت میں حنین اور طائف کے معرکوں میں حصہ لے چکے تھے مگر تلامذہ کے بعد وہ کسی قسم رحم کے مستحق نہیں تھے۔ انہوں نے ڈٹ کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا مگر سیدنا خالد سیف اللہ کی شمشیر خارا اشکاف کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ابو شجرہ کو قیدی بنا کر مدینہ بھیج دیا۔

جہاں خلیفہ رسولؐ، سیدنا صدیق اکبرؓ نے اسے معاف فرما دیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔
اللیقہ | جہاں خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظمؓ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ابو شجرہ کی حالت یہ تھی
 ہو گئی وہ مدینہ پہنچا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے پہچان کر کہا اہل بیت تم وہی ابو شجرہ
 تو نہیں ہو جس نے مسلمانوں کے خلاف مرتد ہو کر جنگ لڑی تھی۔ اس نے اثبات میں جواب
 دیا تو آپؓ نے اپنے ہنٹر سے اس کے سر پر وار کیا اس نے فریاد کرتے ہوئے اپنے اسلام لانے کا
 اعلان کیا۔ اب رہنے ایک اور ہنٹر جمایا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے تیور دیکھ کر وہ
 بھاگ نکلا اور اونٹ پر سوار ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے زندگی بھر مدینہ
 کا رخ نہ کیا۔

بڑا رخ کی جنگ کے دوران بعض قبائل الگ رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ ان
 میں بنو سلیم، ہوازن اور بنو عامر کے بعض کنبے شامل تھے ان سب نے سیدنا خالد سیف اللہ
 کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کا اقرار کیا۔ تا تب ہونے والوں میں بعض دوسرے قبائل کے
 لوگ بھی تھے۔ مگر خلیفہ المؤمنین کا حکم تھا کہ جس کے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل ہوا ہے اسے
 معاف نہ کیا جائے۔ خلیفہ رسولؐ، سیدنا صدیق اکبرؓ کو ان فتوحات کی خبر پہنچی تو آپؓ نے
 سیدنا خالد سیف اللہؓ کو مبارکباد کا خط بھیجا اور آئندہ کامیابی کے لئے دعا کی۔

ظفر کا معرکہ ام زہل سے جنگ

اس شاندار کامیابی کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ ظفر کی طرف بڑھے۔ جہاں سلمی
 عرف ام زہل، عینیہ کی پھیری بن اپنے گرد مرتدین اور مشرکین کا بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا تھا
 ام زہل کا باپ مالک قبیلہ عطفان کا سردار تھا۔ ام زہل کی ماں ام قرفہ بھی ایک جانناز قسم کی
 بند مرتبہ عورت تھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ام قرفہ نے مسلمانوں
 کے خلاف جنگ کی اور قتل ہو گئی اور اس کی بیٹی سلمی عرف ام زہل گرفتار کر کے مسلمانوں نے

مدینہ منجھج دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک خادمہ کے طور پر ام المؤمنین سیدہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے حوالے کر دیا۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے حجہ مبارک میں تشریف لائے تو ام زحل کو بیٹھے دیکھ کر فرمایا تم میں سے کون حجاب کے کتے بھونکوائیں گی۔

کچھ عرصہ بعد سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سخاوت کے وہی ملک کے تحت ام زحل کو آزاد فرما دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس چلی گئی۔ ام زحل کو اپنے قید کے لوگوں نے دیکھا تو انہیں ام قرظ یاد آگئی۔ اور انہوں نے ام زحل کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ ام زحل سٹلے نے اپنی قوم کو بغاوت پر اکسایا اور تھوڑے عرصے میں اس کے گرد متعدد قبائل کے شکست خوردہ لوگوں کا ایک عظیم گروہ اکٹھا ہو گیا ترجمہ طبری حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ ۸۶، تاریخ ابن خلدون حصہ اول رسول ۴ اور خلفائے رسول ۲ صفحہ ۲۱ تاریخ اسلام اکبر شاہ خان نجیب آبادی حصہ اول صفحہ ۲۹۲ میں ام زحل کی بغاوت کی تفصیل موجود ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ام زحل کی سرکوبی کے لئے ظفر کے مقام کی طرف بڑھے۔ ام زحل اس مقام پر بہت بڑا لشکر فراہم کر کے مقابلہ کے لئے تیار تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ام زحل کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ معرکہ بڑا سخت ثابت ہوا۔ ام زحل قلب لشکر میں ایک اونٹ پر سوار بڑی ثابت قدمی سے اپنی فوج کی قیادت کر رہی تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی جہاں بین نظر ہونے لگا دیکھ لیا کہ جب تک ام زحل قلب لشکر میں موجود ہے۔ کامیابی کا امکان بہت کم ہے۔ اس نے پختہ عزم کے ساتھ قلب لشکر میں پہنچ کر ام زحل کے اونٹ کو گرا لیا۔ ام زحل قتل کر دی گئی۔ اس کے اونٹ کے گرد سولاشیں بکھری پڑی تھیں۔ یہ جنگ اکتوبر ۶۳۲ء مطابق رجب ۱۱ھ میں لڑی گئی یہی ام زحل جب اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر ظفر کی طرف بڑھ رہی تھی تو اس کا گندرجوباب کے چشے کے راستے ہوا تھا۔

مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قاتل اور قاتلین ذوالنورینؓ کی روحانی ذریت نے حوآب کا واقعہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سفر بصرہ پر چسپاں کر کے اپنے دل کا غبار نکالا۔ مکہ سے بصرہ کے درمیان اکیس منزلیں پڑتی ہیں۔ قدیم مولف ابوالفرج قدامہ بن جعفر متوفی ۳۰۷ھ نے اپنی تالیف الخراج و ضعبۃ الکتابہ میں ان تمام منازل کے نام لکھے ہیں اللہ میں حوآب نام کی کوئی منزل تو درکنار معمولی بستی بھی نہیں۔ بلکہ حوآب کا چشمہ ظفر کے قریب جہاں ام زہل قتل ہوئی تھی آج بھی موجود ہے، شاطر، عیار، مکار اور شیار و پرکار متعصب موزین نے اس روایت میں صدیقہ کا ثناء کی ذات اقدس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حمیرا کا لفظ بھی کھلوا دیا ہے۔ حالانکہ موضوعات کبیرہ حرفہ یا صفحہ ۱۴۳ پر یہ کلمات موجود ہیں ہر وہ روایت جس میں لفظ یا حمیرا ہے موضوع ہے۔ اسی موضوعات کبیرہ کے صفحہ ۱۵۷ پر یہ کلمات ہیں۔ وہ روایت جس میں حمیرا یا ذکر حمیرا ہے جھوٹی ہے۔ سبائیت نے ایک روایت تراشی اور اپنی خصوصی تکنیک سے اسے لے کر ہر بستی اور ہر قریہ میں پہنچ گئے۔ اور غیر محقق کے ہم خواندہ موزین نے اس قسم کی داہی روایات کو اپنی تاریخوں میں درج کر کے ایک عالم کو گمراہ کرنے کا کام کیا۔

مالک بن نویرہ

مالک ایک عالی نسب سخی اور ہمان نواز سردار تھا۔ تمام رات اس کے گھر کے باہر روشنی کا الادار روشن رہتا کہ وہاں سے گزرتے ہوئے مسافر اس کے ہاں قیام کر سکیں۔ نہایت وجیہ اور خوبصورت، ہر قسم کے آلات جنگ کے استعمال کا ماہر اور بالکمال شاعر تھا۔ فارس کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کے قبیلے بنو تمیم کے چند افراد نے زرتشتی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ السنہال نامی ایک سردار کی بیٹی لیلیٰ ایک قیامت خیز حسینہ تھی۔ مالک نے لیلیٰ سے شادی کر لی۔ سال و نفود کے دوران جب بنو تمیم کا قبیلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تو مالک بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے

بنو تغلبہ کا عامل مقرر کر دیا۔

اس نے بڑی دیانتداری کے ساتھ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی تاکہ مدینہ بھیجے۔ مگر اسے اطلاع ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے تمام مال زکوٰۃ لوگوں کو واپس لوٹا دیا۔ اور ارتداد کے عام ریلے میں بہ گیا۔ الحارث کی بیٹی سبحان جو ایک قادر الکلام شاعرہ تھی مالک بن نویرہ کی قریبی عزیزہ تھی۔ سبحان مدینہ عیسائی تھی۔ ارتداد کی لہر کے دوران سبحان نے سنگہ طلیحہ اور میسرہ نے اپنی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ سبحان نے ان کی دیکھا دیکھی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کے نہائی رشتہ داروں نے اس کی نبوت کے سامنے سر جھکا دیا۔ جب اس کے پاس اس کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد پیدا ہو گئی تو اس نے الحزن کے مقام پر پہنچ کر مالک سے اپنے ایلچیوں کا تبادلہ کیا۔ گویا مالک بن نویرہ بھی بالواسطہ اس کی نبوت کا شریک کا بن گیا۔ مگر چند نظرات کے پیش نظر مالک نے سبحان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کھڑے سے باز رکھا۔ یہ جون ۶۳۲ء کا واقعہ ہے۔ اب مالک اور سبحان نے مل کر نبوت تمیم اور تغلبہ کے مخالف قبیلوں پر حملہ کر دیا اور جی بھر کر انہیں لوٹا اور قتل کیا۔ اب وہ بناج کی طرف بڑھی مگر اپنے منصوبوں میں ناکام رہی اور ریح بدل کر یمامہ کی طرف چل پڑی۔ اس کے پیروکاروں نے کہا کہ اہل یمامہ بہت طاقتور ہیں مگر وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔

میسلمہ کذاب

میسلمہ بن حبیب قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک فرد تھا۔ وفد کے سال وہ بھی بنو حنیفہ کے وفد کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ وفد کے اراکین نے اسے اپنے اذٹوں کی حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب دستور انہیں چند تحائف دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص کیمپ میں رہ گیا ہے وہ بھی تم سے کم نہیں اسے بھی باقاعدہ تحائف میں سے حصہ دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات

کلمات مقدس بعد میں اس نے اپنے اعلان نبوت کے وقت اپنے حق میں استعمال کئے۔
 مسیلمہ ایک شعبہ باز اور کمال کا بازیگر تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ
 میں ہی اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک قاصد
 بھی بھیجا کہ شہر دکن کے نبی آپ اور صحراؤں میں آباد لوگوں کا نبی میں ہوں۔ یہ امامہ مدینہ سے بہت
 دور تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی سرکوبی پر مامور فرمائے کہ
 بجائے اسی کے قبیلے کے ایک فرد نہاد الرجال کو اس کی طرف بھیجا۔ مگر نہاد الرجال بھی مرتد ہو
 کر اس سے مل گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کو بنو حنیفہ پر مکمل بالادستی
 حاصل ہو گئی۔ شکل و صورت میں مسیلمہ ایک کرسیمہ المنظر ہیبت ناک پستہ قدم مگر انتہائی توانا
 شخص تھا۔ مسیح اور مقدس عبارتیں گھڑنے میں اسے خاص ملکہ حاصل تھا۔ تاریخ اور عربی ادب
 کی کتب میں اس کے بعض کلمات موجود ہیں۔

سجاح اور مسیلمہ

سجاح جب یمامہ کے قریب پہنچی تو مسیلمہ بڑا پریشان ہوا۔ داستان طویل ہے۔ مگر مختصر
 یہ کہ سجاح اس کے پھندے میں پھنس گئی اور اس سے نکاح کر لیا مہر میں صبح اور عشا کی نمازیں
 معاف کر دی گئیں۔ سجاح تین دن کے بعد اپنے علاقہ کی طرف واپس لوٹ گئی۔ بعد میں اس نے
 اسلام قبول کر لیا اور امیر المؤمنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں طویل عمر پاکر کوفہ میں فوت ہو گئی۔
 مالک بن نویرہ کا استدلال اور اس کا سجاح سے اتحاد اور قتل و غارت ناقابل معافی جرم تھے
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے لشکر کو نطاح کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تو چند ایک
 انصاریوں نے کہا کہ ہمیں دربار خلافت سے ایسا کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ میں سے جو
 اصحاب میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے ہیں انہیں مجبور نہیں کرتا۔ اور باقی فوج کو لے کر روانہ ہو گئے
 مگر تھوڑے وقت کے بعد پیچھے رہ جانے والے بھی آکر لشکر میں شامل ہو گئے۔ وسط شعبان ۳۵ھ

آپ نے بطح پہنچے مگر وہاں کوئی متنفس موجود نہ تھا۔ ہوا یوں کہ سبحاح، مالک کو چھوڑ کر پہلے مسیلمہ کے پاس پہنچی اور اس کے بعد عراق چلی گئی۔ مالک کو اپنی حالت پتلی نظر آنے لگی اسے احساس ہونے لگا کہ اس جھوٹی نبیہ کا ساتھ دے کر مجھ سے سخت غلطی سرزد ہوتی ہے۔ مالک کو اب ہر طرف اپنی تباہی نظر آ رہی تھی۔ ماعین زکوٰۃ اور ارتداد میں وہ پیش پیش تھا۔ سبحاح کی اس نے بھر پور حماست کی اور اس کے ساتھ مل کر بے حساب لوگوں کا خون بہایا۔ غارتگری کی اور ان کا مال لوٹا۔ اب تباہی سے بچنے کی اسے ایک صورت نظر آئی کہ اپنے جرائم کے کفارہ کے طور پر از سر نو مال زکوٰۃ اور محصول جمع کیا تاکہ مدینہ بھیجے۔ اپنی قوت کو منتشر کر دیا۔ مال زکوٰۃ اپنے ایلچیوں کے ہاتھ سیدنا خالد سیف اللہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے مال وصول کر لیا مگر اسے بطور تاوان بہت کم سمجھا کیونکہ اس کے ذمہ زکوٰۃ اور محصول کی زیادہ رقم واجب الادا تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اس کے ایلچیوں سے پوچھا تمہیں سبحاح کا ساتھ دینے پر کس بات نے آمادہ کیا تھا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم اپنے خاندانی دشمنوں سے قبائلی انتقام لینے کے خواہش مند تھے۔ ایلچیوں کا یہ جواب ناقصی بخش تھا مگر آپ نے ان سے مزید گفتگو نہ کی۔ آپ نے بطح پہنچ کر کچھ سوار دستوں کو تیزی سے دیہاتی علاقوں میں پھیل جانے کا اور بنو تمیم کے مرتد کنبوں کی سرکوبی کا حکم دیا۔ مگر ساتھ ہی خلیفہ اسلام کا یہ ارشاد بھی دہرایا کہ اگر کسی مقام سے اذان کی آواز سننے میں آتے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تمام مرتد خاندان مطیع ہو گئے۔ اگلے روز سیدنا ضرابین الازہر کی قیادت میں ایک رسالہ مالک کے گھر پہنچا۔ سیدنا ضرابین نے مالک، لیلے اور بنو یربوع کے چند سپاہیوں کو گرفتار کر کے سیدنا خالد سیف اللہؓ کے سامنے حاضر کیا۔ مالک کی پیشی ایک باغی اور مرتد سردار کی حیثیت سے ہو رہی تھی۔ جس کے خلاف جرائم کی طویل فہرست تھی۔ مگر اس کے باوجود مالک کا انداز بے باکانہ اور غیورانہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اس کے سامنے اس کے جرائم پیش کر کے اس سے جواب طلب کیا۔ مالک نے اپنے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

و تمہارے آقاؐ نے یوں کہا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس کے غیر تائب اور لا ابا لیا نہ رومیہ سے سخت رنج پہنچا اور فرمایا کہ کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آقا نہیں سمجھتے مگر مالک نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

آپ نے اسی روز میلے سے اپنے نکاح کا اعلان کر دیا۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ہم خیال اصحاب کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور انہوں نے سخت احتجاج کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کے مقام صحابیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند نپے تلے لفظوں میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ مگر سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اگلے روز اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ اور خلیفہ اسلام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے محض اس کی خوبصورت عورت میلے سے شادی کرنے کیلئے اُسے قتل کیا ہے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ وہی بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس سے پہلے فتح مکہ کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت کی تھی کہ بنو جزمیہ کو ہتھیار ڈال دینے کے باوجود خالد رضی اللہ عنہ نے قتل کیلئے آپ کی یہ ناخوشی کوئی نئی بات نہ تھی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی شکایت نہایت ناگواری سے سنی خاص کر اس لئے کہ وہ اپنے سالار کی اجازت کے بغیر فوج کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اور انہیں حکم دیا کہ فوراً اپنے سالار کے پاس واپس پہنچو۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اسی وقت بطاح کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس بات کا علم جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا اور خصوصاً جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا تو وہ فوراً خلیفہ اسلام کی خدمت میں پہنچ کر شاکي ہوئے۔ مگر خلیفہ اسلام نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا کہ مالک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر زکوٰۃ اور محصول لوگوں کو واپس کر دیا پھر اس نے سحاح کا ساتھ دیا اس کے بعد اس نے چند قبائل کا قتل عام کیا اور ان کا مال لوٹا اور جب وہ لشکر اسلام کے سالار کی خدمت میں بطور قیدی پہنچا تو اس نے اس وقت بھی اپنے اسلام کا اظہار نہ کیا۔ اس کے ارٹا میں کوئی شک نہ تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ کی دربار خلافت میں طلبی

مگر سیدنا فاروق اعظم مطمئن نہ ہوتے۔ اور آخر خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے معاملہ کی تحقیق پر رضامند ہو گئے۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طلبی کے احکام جاری ہو گئے۔ آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے حالیہ افعال سے بدگمانی پیدا ہو چکی ہے۔ آپ مدینہ پہنچ کر سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ اسلام کے اس ابتدائی دور میں مسجد صرف ایک عبادت گاہ ہی نہیں بلکہ وہ ایک مقام ملاقات ایک مجلس خانہ، ایک مدرسہ، بے گھر افراد کے لئے ایک آرام گاہ مجلس مشاورت کا مقام اور تمدنی سرگرمیوں کا مرکز بھی تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمامہ میں امتیازی طور پر ایک تیر سجا رکھا تھا۔ اس وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے اٹھ کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے عمامہ سے تیر لٹینے لیا۔ اور اس کے دو ٹکڑے کرتے ہوئے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کو ہتھیالیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام دربار خلافت میں بہت بلند ہے وہ خاموشی سے مسجد سے نکل گئے اس کے بعد انہوں نے خلیفہ رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام داستان بیان کی۔ خلیفہ رسول م ان کے بیان سے مطمئن ہو گئے۔ انہیں دیگر ذرائع سے بھی حالات کا علم ہو چکا تھا مگر غلط فہمیوں کا احتمال ممکن تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ مالک کے مورثا کو خون بہا ادا کر دیا جائے۔ مالک اور لیلیٰ کا معاملہ اسلامی تاریخ کا ایک متنازعہ باب ہے۔ جس پر آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور لکھا جا رہا ہے۔ مگر اصل حقائق وہی ہیں جن کے پیش نظر خلیفہ رسول نے آپ کو بری کر کے اپنے عہدے پر بحال رکھا تھا۔ خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لوگوں کو یاد تھا ما اوحی الی شیخ الاحببۃ فی صدر الیہم (ترجمہ) جو بھی وحی مجھ پر نازل فرمائی گئی میں نے اس کو ابو بکر کے سینے میں پھیر دیا آپ بعثت نبویؐ کے روز ازل سے وصال نبویؐ کے روز آخر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوت خلوت

کے ساتھی تھے۔ غزوات نبویؐ میں بیعت آف دی سٹاف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام معاملات میں آپ سے ہی مشورہ فرماتے تھے۔ اور پھر جس انداز سے آپ نے فتنہ ارتداد کا سر کپلا اور خود ذوالقصر اور رقی میں مرتدین کے اجتماعوں کا قلع قمع کیا وہ تمام صحابہ کرامؓ کے سامنے کے واقعات تھے۔ آپ ہی تھے جنہوں نے ہجرت کے وقت یوڑھے باپ اور جوان لڑکیوں کو محض اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوڑ کر تمام مال لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ ہی وہ واحد شخصیت تھے۔ جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا تمام اثاثہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

صدیق اکبرؓ ہی تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی تھی۔ ان حالات میں آپ کے فیصلہ پر کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

جنگ یمامہ

سیدنا صدیق اکبرؓ کی جنگی سٹریجی، حربی صلاحیتوں اور مردم شناسی کے جوہر دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے کہ آپ نے کس طرح عرب بھر سے امنڈھتے ہوئے مخالف طاقتوں کا کسی فراست سے رخ موڑ کر اسلام کو از سر نو تقویت بخشی ذہن ہی برساتی ان امور کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ مدینہ میں بیٹھے ہوتے آپ نے نہ ہونے کے بسا سائل و مسائل کے باوجود کس طرح مرتدین کی قوت کا اندازہ لگا کر ہر مقام کی طرف ایسے موزوں اور مناسب افراد کو اس قسم کی ہدایات دے کر بھیجا جو بالکل حالات کے حسب حال تھے۔

گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے باضلافت اٹھاتے ہی ملک کے مختلف اطراف میں گیارہ جیوش بھیجنے کے احکام جاری فرماتے تھے۔ اور دو مقامات کی طرف بنفس نفیس کوچ فرما کر عدالتِ اسلام کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرمایا تھا۔

ان گیارہ جیوش میں سے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کو پیامہ کی طرف بھیجا تھا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا تھا۔ کہ میلہ سے الجھیں نہیں بلکہ اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ اس سے آپس کا مقصد یہ تھا کہ جب سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ اپنی ٹیم سے فارغ ہو جائیں گے۔ تو انہیں سیدنا عکرمہ کی مدد کیلئے بھیجا جائے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ منورہ سے واپس بطاح پہنچے۔ ان ایام میں سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو چکا تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ زبل طلحہ اور مالک وغیرہ سے نپٹ چکے ہیں۔ پھر انہیں یہ خبر بھی ملی کہ سیدنا شریح بن ابی ان کی ملک کے طہر پر قریب پہنچ چکے ہیں۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ ایک جانپاز جو شیلے مجاہد تھے انہوں نے یہ سوچ کر کہ میں بھی کچھ کر گذر لوں اکتوبر ۶۳۲ء مطابق رجب ۱۱ھ میلہ پر حملہ کر دیا۔ مگر شکست کھا کر اپنے مستقر کی طرف لوٹ آئے۔ سیدنا شریح بن ابی رضی اللہ عنہ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح میلہ کے لشکر سے ٹھک کھائی۔ مگر ناکام لوٹے۔ مدینہ سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو مزید ملک پہنچ گئی اور اب انہوں نے پیامہ کے لئے رخت سفر باندھا لیا اس بات کو دودھ بڑے بغیر اگے نہیں بڑھا جاسکتا کہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس حربی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا شریح بن ابی کو نسوہی ہدایات سے نوازا تھا کہ میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا کس قدر جنگی مصالح پر مبنی تھا۔ آپ کی روحانی صلاحیتیں اور تربیت سے لگاتار تیس سال تک مستفید ہو کر اس ارفع و اعلیٰ مقام تک پہنچ چکی تھیں جہاں سے اگے کسی نابغہ عصر کے پرواز تخیل کو بھی گذر نہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا شریح بن ابی رضی اللہ عنہ کے واقعات سن کر منرہ کو دمنرہ کرتے ہوئے ہجر کے مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں آج کل ریاض واقع ہے۔ میلہ نے سنا تو چالیس ہزار لشکر کے جلو میں جبیلہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ وہ عقبہ باہر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔ اس کی فوج کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے چونکہ وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے دو لشکروں کو یکے بعد دیگرے شکست دے چکے تھے۔ میلہ کو یقین تھا کہ وہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا بھی وہی حشر کرے گا۔ اچانک میلہ کا ایک فوجی جرئیل جماعہ اپنے چالیس سواروں کے ہمراہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ وادی حنیہ کا پہاڑی دامن محاذ جنگ کی حد فاصل تھا۔ جس

سے دو میل کے فاصلہ پر رباط نام کا ایک وسیع باغ مضبوط چار دیواری کے اندر واقع تھا۔
 میسرہ کے لشکر کا میمنہ عمکو بن حفیل کی قیادت اور میسرہ سرکش رجال کی قیادت میں تھا
 قلب میں میسرہ خود موجود تھا۔ میسرہ کے لڑکے نے جس کا نام شریبل تھا اپنے لشکر کو مخاطب کر
 کے کہا اے بنو حنیفہ! آج تمہیں اپنی عزت و ناموس کی خاطر جنگ لڑنا ہے۔ یاد رکھو اگر تم نے شکست
 کھائی تو دشمن تمہاری موتوں کو لوٹھریاں اور تمہاری اولاد کو غلام بنالے گا۔

مسلمانوں نے اس عبادت میں گذاری۔ نماز فجر کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ نے اپنے لشکر
 کا ہاتھ لیا تو اس کی تعداد کسی صورت میں تیرہ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ گویا ایک ماہر حرب کی قیادت میں
 لڑنے والے چالیس ہزار لشکر کے مقابلہ میں جتنیں ہر قسم کی سہولیات بھی حاصل تھیں صرف تیرہ ہزار
 مسلمان تھے جو سابقہ لڑائیوں کے تھکے ہوئے اور طویل سفر کی وجہ سے نڈھال اور اپنے وطن سے بھی
 دور تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ چاہتے تھے کہ ہارمانہ حملہ کر کے دشمن کو ہر اسال کر دیا جاتے۔ مگر انہیں
 یہ بھی معلوم تھا کہ غنیم کے لشکر کی تعداد ان کے لشکر سے تین گنا زیادہ ہے۔ اور اس کی قیادت ایک بہادر
 اور چالاک سپہ سالار کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک چکر لگایا اور یہ دیکھ کر کچھ اطمینان محسوس
 کیا کہ ان کے لشکر میں بڑے بڑے نامور شجاع اور سپہ گمر موجود ہیں۔ اور کچھ ایسے بہادر بھی نظر آتے جو
 آگے چل کر بڑے بڑے تاریخ ساز کارناموں کے مالک بنے۔

جاڑوں کی ایک صبح کو دسمبر ۳۲ھ مطابق شوال ۶۳ھ سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک
 عام حملے کا حکم دیا۔ خود اپنے قلب لشکر کو سنبھالا۔ اور ابو حنیفہ اور زید نے میمنہ کی قیادت کی۔
 مسلمان مجاہدوں نے اس روز شجاعت کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے۔ مگر دشمن کی کثرت نے ڈٹ
 کر مقابلہ کیا۔

کچھ دیر گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ مگر مسلمان مجاہد کفار کی اگلی صفوں میں کوئی رخصت
 پیدا نہ کر سکے۔ میسرہ نے پورے محاذ پر جوانی حملے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ہم پیچھے دھکیلے

جاری ہے ہیں۔ مرتدین کی تعداد کی فرقیقت اپنا اثر دکھانے لگی۔ مسلمان غازیوں کی پسپائی کے آثار نظر آنے لگے۔ اور آخر انہوں نے میدان چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بنیاد کی گھمب سے بھی پیچھے ہٹ آئے۔ مرتدین کو مسلمانوں کا کپ لوٹنے کا موقع مل گیا۔ اس وقت سیدنا خالد سیفؓ کی نظروں میں جنگ احد کا واقعہ کوند گیا۔ ابھی وہ دوبارہ سنبھل کر حملہ کرنے کی سوچ رہے تھے کہ مرتدین کا ایک لشکر ان کے خیمے میں پہنچ گیا جہاں جماعہ قید تھا۔ مرتدین نے لیلی کو قتل کرنا چاہا مگر جماعہ نے کہا رک جاؤ میں اس کا محافظ ہوں تم مردوں سے نپٹو۔ مرتدین کپ لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ کہ اچانک ان کے سردوں پر مسلمانوں کی تلواریں کوندنے لگیں۔ دراصل مسلمان غازیوں کی پسپائی قبائلی گردہوں میں بٹ جانے کے نتیجے میں ہوتی تھی۔ اور وہ اپنا توازن کھو بیٹھے تھے اور جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ واپس لوٹے اور بجلی بن کر مرتدین پر ٹوٹ پڑے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جلد ہی اس بات کا علم ہو گیا۔ اور انہوں نے ان کی اسلامی حمیت کے جذبات کو ابھار کر دوبارہ جملے کے لئے ابھارا۔ آپ نے چند سپاہ چن کر ایک ذاتی دستہ مرتب کیا۔ اور وہ سب بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر چھٹ پڑے۔

اب کے پھر میدان کا زلزلہ کم ہو گیا۔ فریقین کے لشکریوں کے لاشوں پر لاشے گر رہے تھے۔ مگر کوئی فریق پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔ سب سے زیادہ لڑائی جس تنگ گھاٹی میں ہوئی وہ آج تک شعیب اللام یعنی خون کی گھاٹی کے نام سے موسوم ہے۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ لوگ مسیلمہ کی اندھی عقیدت کے بل پر لڑ رہے ہیں۔ جس طرح ام زحل کا لشکر اس وقت تک پسپا نہیں ہوا تھا۔ جس وقت تک ام زحل قتل نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح اب ہر فریق پر مسیلمہ کا قتل ہی کفار کا حوصلہ توڑ سکتا ہے۔ مسیلمہ قلب لشکر میں کھڑا فوج کو لڑا رہا تھا اسے قلب لشکر سے کھینچ لانا کارے وارد تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی میازر طلبی پر کئی پہلو اسے سامنے آئے اور لقمہ اجل بنے۔ آپ نے قدم بقدم اسی طرح مسیلمہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے اب ان کے اور مسیلمہ کے درمیان فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا۔ انہوں نے گفت و شنید کی پیشکش

کی۔ میسلہ گفتگو کیلئے راضی ہو گیا مگر کسی شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اس مذاکرہ کی آڑ میں اس کے قریب پہنچنا چاہتے تھے۔ اچانک وہ میسلہ پر چھپٹ پڑے مگر وہ ان سے بھی تیز نکلا اور بھاگ کر اپنے محافظ دستہ میں پہنچ گیا۔ میسلہ کے یوں بھاگ نکلنے پر اس کے لشکر کے مورال پر بہت برا اثر پڑا۔ اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ سیدنا خالد نے بلند آواز سے پکار کر اپنے لشکر یوں دکھا کر اسلام کے غازیوں! اب میدان مار لیا ہے۔ آگے بڑھو اور دشمن کا سر کھل دو۔ ازمر نو مسلمانوں کے اس حملے نے کفار کو بیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

یہاں تک کہ ان کا محاذ ٹوٹ گیا۔ میسلہ کا چوٹی کا سالار جمال مارا گیا اب مرتدین کے لشکر کے سالار عمم نے کہا یا بنو حنیفہ! باغ میں پہنچنے کی کوشش کرو میں تمہارا عقب سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔ مرتدین کے لشکر کا تین چوتھائی حصہ یا تو قتل ہو گیا یا بھاگ نکلا۔ صرف چوتھائی حصہ عمم کی سرکردگی میں رہ گیا۔ عمم سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں واصل مجہم ہوا۔ باغ میں چالیس ہزار میں سے بصد مشکل سات ہزار مرتدین میسلہ کے ہمراہ پہنچ سکے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ شعب الام کی طرح یہ باغ بھی ان کے لئے حدیقۃ الموت یعنی موت کا باغ بننے والا ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے باغ کی فصیل کے چاروں طرف ایک چکر لگایا کہ کہیں سے اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نظر آئے۔ مگر باغ کی فصیل کو ہر جگہ سے ناقابل تسخیر پایا۔

سیدنا ابراہیم بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقتدر جان بازی صحابی فصیل کے دروازے کے سامنے کھڑے دستے میں شامل تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے فصیل کے اوپر سے باغ کے اندر پھینک دو۔ اللہ اللہ جرات و بہادری ایمان و عمل اور شہامت و شجاعت کی بے مثل تصویر۔ ساتھیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر ان کا اصرار جاری رہا۔ آخر چند ساتھیوں نے ان کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور وہ ہاتھ بند کر کے دیوار تک پہنچ گئے۔ اچھل کر دیوار پر چڑھ کر باغ میں کود گئے۔ ہزاروں دشمنوں کے بجز غار میں تن تنہا یوں کود جانا ان کی قوت ایمانی اور جذبہ بہادری

کی بے مثل نظیر ہے۔ اس بطل جلیل نے دروازے کے پاس کھڑے چند مرتدین کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور مسلمان سرفروش ایک سیلاب کی صورت میں باغ میں داخل ہو گئے جنگ یمامہ کا آخری خوفی دور شروع ہو گیا۔ جد تک تھی مرتدین قتل ہوتے رہے اور مسلمان بھی خلعت سے سرفراز ہوتے رہے۔ میلمہ بارمانے کے لئے تیار نہ تھا، مگر جب اس نے حالات بدلتے دیکھے تو خود بھی شمشیر بکفت میدان میں کود پڑا۔ میلمہ دف شاط، عیار اور مکار ہی نہیں تھا بلکہ ایک مدبر سپہ سالار چالاک اور ماہر جنگجو بھی تھا۔ وہ غصے سے اس وقت ایک بیعت ناک بھرت نظر آ رہا تھا۔ مرتدین کی تعداد لمحہ بلمحہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کی نظر اس پر پڑی۔ وحشی اپنے مخصوص حربے سے اس سے پہلے کئی لوگوں کی موت کا سبب بن چکا تھا۔ میلمہ کے گرد جان ہتھیلی پر رکھے جنگجوؤں کا ایک جمعا موجود تھا اس تک پہنچا آسان کام نہ تھا۔ اچانک وحشی کی نظر سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا پر پڑی۔ یہ وہ جلیل القدر بہادر صحابیہ تھیں جنہوں نے غزوہ احد کے موقع پر کفار کی طرف سے آنے والے تیروں کو ڈھال کی طرح اپنے جسم مقدس پر روکا تھا۔ ایک کافر کے ساتھ جنگ آ رہا ہیں اور میلمہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وحشی کو دوسری طرف سیدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھتے نظر آئے یہ وہ جلیل القدر صحابی تھے جو سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجسم ڈھال بنے ہوتے تھے۔ بڑے زبردست شمشیر زن تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں ایک تلوار عنایت فرمائی تھی۔ اچانک میلمہ وحشی رضی اللہ عنہ کی زد میں آ گیا اور اس نے اپنا حربہ میلمہ کی طرف پھینکا کذاب نبی ڈکرائے ہوئے گھر پڑا۔ سیدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس کا سر کاٹ کر سیدھے ہو رہے تھے کہ ایک کافر کی تلوار سے شہید ہو گئے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ ایک مرتد نے ہانک لگائی کہ ایک سیاہ غلام کے ہاتھوں میلمہ قتل ہو گیا۔ اس کی آفاد کی یہ گونج تمام باغ میں پھیل گئی۔ مرتد تقریباً تقریباً تمام قتل ہو گئے مسلمان

سلاہ وحشی جیرا بن معمر کا غلام تھا۔ جب نے اسے کہا تھا کہ اگر تو حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا تو تجھے آزاد

اس خونریز جنگ سے شک چکے تھے۔ جسے جہاں جگہ ملی وہیں پڑ کر آغوش نیند میں چلا گیا۔ اگلی صبح سیدنا خالد سیف اللہ رضی نے میدان جنگ کا چکر لگایا۔ تمام میدان جنگ الائنمنٹ سے اٹا پڑا تھا۔ ارتداد کے تمام اہم رہنما واصل بجنم ہو چکے تھے۔ صرف جماعہ بحیثیت قیدی زندہ تھا مسلمان غازیوں کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ نڈھال، تھکے ماندے پڑے تھے۔ البتہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی تازہ دم نظر آتے تھے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا انہوں نے ایک عظیم معرکہ سر کیا تھا۔ مگر جماعہ نے انہیں یہ کہہ کر دل شکستہ کر دیا کہ آپ نے ابھی بنو حنیفہ کے چھوٹے سے حصے کے خلاف جنگ لڑی ہے میامہ کے تمام قبائل اس وقت میامہ کے قلعہ کے اندر جو ابی کاروانی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا آخر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے جواب دیا آپ مجھے آزاد کرادیں میں اپنے قلعہ میں پہنچ کر ان لوگوں کو صلح پر آمادہ کروں گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی جانتے تھے کہ اب مسلمان مجاہدین کسی بڑی جنگی کارروائی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لہذا بہتر ہے کہ صلح کر لی جائے۔ جماعہ سے چند شرائط پر صلح کر کے آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ مگر اس نے دوسرے روز واپس آکر کہا وہ لوگ صلح پر آمادہ نہیں بلکہ میرے بھی مخالف ہو گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا جلتے گا۔ مگر تیسری صدی ہجری کے وسط میں یہ داستان تراشی گئی کہ اُس نے سیدنا ابوسفیان کی زوجہ ہند کے کہنے سے سیدنا حمزہ رضی کو شہید کیا تھا۔ سیدہ ہند نے اگرچہ قبل از اسلام سردار مکہ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی بھرپور مخالفت کی تھی مگر وحشی کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ نہ تھا۔ مولانا ابراہیم شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ ان کا پہلا نکاح فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوا فاکہ نے ان پر بد چیتی کا الزام لگایا۔ ان کا باپ انہیں ساتھ لے کر ایک کاہن کے پاس پہنچا اس نے کہا ہند بے گناہ ہے اور اس کے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا۔ باہر نکلے تو فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑا مگر انہوں نے اس کا ہاتھ جسک کر کہا اگر میرے بطن سے ایک بادشاہ پیدا ہوگا تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ان کا نکاح سیدنا ابوسفیان رضی سے ہوا اور امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی پیدا ہوئے۔

اس سے دوسرے روز بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ نے جماعہ کو سہرا لے کر یمامہ کے قلعہ کا معائنہ کرنے کیلئے گئے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ قلعہ کی تمام دیواروں پر ہزاروں مسلح فوجی کھڑے ہیں۔ آپ یہ دیکھ کر شہر کھڑے تھے کہ جماعہ نے کہا اگر آپ ان سب کو آزادی کا پروانہ لکھ دیں تو شاید یہ لوگ اپنا تمام سونا چاندی ہتھیار گھوڑے آپ کے حوالے کر دیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ کی ہدایت کے مطابق جماعہ دوبارہ قلعہ میں گیا۔ اور واپس آکر کہا وہ اس شرط پر راضی ہیں حسب شرط عہد نامہ پر سیدنا خالد سیف اللہ اور جماعہ بن مزارہ کے دستخط ہوئے۔ عہد نامہ مرتب ہونے کے بعد جب قلعہ کے دروازے کھولے گئے تو وہاں کسی فوجی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے حیران ہو کر جماعہ سے پوچھا قلعہ کی وہ فوج کہاں گئی۔ جماعہ نے نہایت عاجزانہ طور پر عرض کی۔ یہ میرے کپنے کے لوگ ہیں کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ میرے کپنے کی عورتوں کو لونڈی غلام بنایا جاتا۔ میں نے خود اپنے قبیلے کی عورتوں کو اسلحہ بند کر کے قلعہ کی دیواروں پر کھڑا کیا تھا۔ عہد نامہ ہو چکا تھا۔ اور اب آپ اس کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح جماعہ کی دوراندریشی نے اپنے قبیلہ کی حرمت کو بچا لیا۔ البتہ عہد نامہ کا اطلاق صرف ان لوگوں تک محدود تھا جو قلعہ کے اندر موجود تھے۔ جو لوگ مصافحات میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں فوج کی تعداد کسی صورت میں بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ البتہ وہ منتشر تھے اور بغیر کسی سردار کے تھے۔ مگر اس بات کا خدشہ بدستور موجود تھا کہ وہ کسی وقت بھی مجتمع ہو کر کسی مصیبت کا سبب بن سکتے ہیں۔

اس خدشہ کے پیش نظر سیدنا خالد سیف اللہؓ نے اپنی فوج کو دو دن کے آرام کے بعد متعدد دستوں میں بانٹ کر یمامہ کے نواحی علاقوں میں مرتدین کو قتل یا گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ مفروروں کو ان کی کمین گاہوں سے ڈھونڈ نکالا گیا۔ کچھ قتل ہوئے کچھ قید ہوئے بعض نے اسلام قبول کیا۔ اور انہیں آزاد کر دیا۔ مقتولین اور قیدیوں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا۔ یمامہ کے قریب آپ نے فوجی صدر مقام بنا کر نئی ہدایات کیلئے خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں

ملک طلب کی اور سیدنا صدیق اکبر نے سیدنا عکرمہ رضی کو لکھا کہ حذیفہ رضی کی مدد کو پہنچو۔
دو دنوں سالاروں نے مل کر دبا کے مقام پر نومبر ۶۳۲ء آخِرِ مَضانِ سَلْمِہ لَقِیْطِ المَعْرُوفِ ذُو لَیْطِ
کے لشکر کو شکست دی اور وہ میدانِ جنگ میں قتل ہو گیا۔

جہرہ کی طرف سیدنا عرفہ بن ہرثمہ کو بھیجا گیا تھا۔ سیدنا عرفہ کے پہنچنے سے پہلے ہی سیدنا
عکرمہ نے جہرہ کے مرتدین کا خاتمہ کر دیا۔ اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

بحرین میں سیدنا علامہ ابنِ الحَضْرَمِیِّ کَمُوذِجِیِّ کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ لوگ اپنے
چاروں طرف خندق کھود کر محفوظ ہو چکے ہیں۔ ایک روز رات کے وقت وہ لوگ بے تحاشہ تارنگ لڑیوں
میں مشغول تھے کہ سیدنا علامہ آفتِ ناکہانی بن کر ان پر ٹوٹ پڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر
دیا۔ کچھ مارے گئے اور باقی باقی نکلے۔ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا گیا۔ ان لوگوں نے موت سر پر دیکھی
تو دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ جنوری ۶۳۳ء کا ہے۔

بین میں پہلی بغاوت اسود غسانی کے زمانہ میں ہوئی۔ وہاں اب فروز نامی ایک مسلمان عامل
تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر اہلِ یمن پھر بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ اور قیس
کی سرکردگی میں انہوں نے ایک بڑا عجیب منصوبہ بنایا۔ دعوت کے بہانے تمام مسلمان سرداروں
کو جمع کر کے شہید کر دیا مگر فروز بیچ نکلا۔ فروز نے ایک پہاڑی علاقہ میں فوکش ہو کر جمعیتِ فرانہم کی
اور قیس پر حملہ کر دیا۔ مسلمان فتحِ یاب ہوئے اور کبھاکر اہلِ یمن پہنچ گیا۔ جہاں سیدنا عکرمہ رضی تسخیر
جہرہ کے بعد پہنچنے والے تھے۔ قیس کے اردگرد مرتدین کا اجتماع ہو گیا۔ مگر وہ لوگ حالات کا رخ
بدلتے دیکھ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ اور آگے چل کر شام کی فتوحات میں انہوں نے بڑی جانتا بازی
سے حصہ لیا۔

ارتداد کی بغاوتوں کی آخری کڑی نجران، حضرموت اور شرقی یمن میں آباد قبیلہ کندہ تھا۔ حضرت
موت کے حاکم زیاد بن لمید رضی تھے۔ ان لوگوں نے زیاد کے خلاف ایک محاذ بنا لیا۔ باغیوں کا ایک
محاذ ریاض تھا۔ وہاں زیاد نے شیخون مار کر ان کا بھرکس نکال دیا وہ لوگ قیدیوں کی حیثیت میں

ظفر لائے جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں اشعث بن قیس قبیلہ کندہ کا سردار نظر آیا قیدیوں نے اسے پکالا اور اس نے نسلی عصبیت کی بنا پر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ یہ واقعہ اشعث کی بناوت کا حرفت اڈل تھا۔ قبیلہ کندہ کے لوگ اس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ سیدنا زید اور نے اشعث پر حملہ کرنے کے لئے ملک کا انتظار کیا۔

ہماجر بن ابی امیہ رضی نے نجران کے باغیوں کو مطیع کرنے کے بعد یمن کا ارادہ کیا مگر خلیفہ رسولؐ کی طرف سے حکم ملا کہ وہ یمن جانے کے بجائے زیاد کی مدد کریں۔ سیدنا عکرمہ کو بھی یہی ہدایت ملی۔ اشعث بن قیس اپنے زمانے کا ایک عجیب و غریب آدمی تھا۔ وہ ایک قابل سالار، جنگجو سردار اور بالکمال شاعر اور انتہائی چرب زبان پرکشش شخصیت کا مالک تھا۔ مگر غنا باز اور عمد شکن تھا۔ اسلامی جیش سے بڑی ہمت اور جرأت سے ٹکرایا مگر بھاگ کر بچلت قلعہ بخیرہ میں قلعہ بند ہو گیا اب سیدنا عکرمہ رضی بھی پہنچ چکے تھے۔ قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محاصرے نے باہر نکل کر کئی شیب خون مارے مگر ناکام رہے۔ اشعث نے گھبرا کر اپنی قوم سے غداری کا ایک منصوبہ بنا کر سیدنا عکرمہ اور سیدنا ہماجر کو پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جواب اثبات میں ملا تو وہ قلعہ سے نکل کر ان کے پاس پہنچا اور دس آدمیوں کی جان بخشی کی درخواست کے ساتھ قلعہ حوالے کرنے کا اظہار کیا دس آدمیوں کی فرست میں وہ اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام شروع کیا تو لوگوں کو اس کی غداری کا علم ہوا۔ سیدنا ہماجر رضی نے فرست ملاحظہ کی تو اس میں اشعث کا نام نہ پا کر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر سیدنا عکرمہ رضی نے کہا کہ اسے پابند سلاسل کر کے خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ وہ خود جو فیصلہ مناسب سمجھیں گے کریں گے وہ باقی قیدیوں کے ساتھ نہایت ذلت سے مدینہ روانہ کر دیا گیا اشعث نے سال و فود میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اور سیدنا صدیق اکبر رضی نے اپنی بن ام فزدہ کا اس سے نکاح کر دیا تھا۔ مگر وہ ام فزدہ کو مدینہ ہی چھوڑ گیا تھا کہ دوسری بار ساتھ لے جائے گا۔ مگر اس کا دوسری بار کا سفر نہایت ناموافق صورت میں وقوع پذیر ہوا۔

خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ کی نظر جو تھی اشعث پر پڑی آپ نے نہایت برہمی کا اظہار فرمایا اور اس کے تمام جہازم ایک ایک کر کے گنوائے۔ اشعث گردن ڈالے سناتا رہا۔ جب صدیق اکبرؓ کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا تو اس نے اپنی چرب زبانی سے نہایت رقت انگیز الفاظ میں معافی کی عرض کی اس نے اپنے قید کی سرداری ترک کر کے مدینہ میں ہی رہائش اختیار کر لی صدیق اکبرؓ نے اس کی توبہ سے متاثر ہو کر اس کی بیوی بھی اسے لوٹا دی۔ آگے چل کر اس نے شام، قازس اور عراق کی جنگوں میں نہایت نمایاں کردار ادا کیا۔ اور آخر خلیفہ ثالث سیدنا ذوالنورینؓ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ سیدنا اشعثؓ نے اپنی باقی زندگی نہایت مجاہدانہ انداز میں گزار دی وہ ایک وہابی قائد تھے۔ سیدہ ام فروہ کے بطن سے پیدا ہونے والی ایک بیٹی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں سیدنا ذوالنورینؓ کی بیٹی بھی تھی۔ سیدنا صن غزوہ خیبرؓ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی دایہ ام عیسیٰ زوجہ سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ تھیں سیدنا جعفر ہجرت حبشہ سے عین فتح خیبر کے موقع پر پہنچے اور آپ کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آج فتح خیبر پر زیادہ خوشی مناؤں یا جعفر کی دایہی پر۔ عجمی موزوں نے جنہیں اسلام قبول کرنے کے باوجود سقوط ایران کا سخت صدمہ تھا۔ اور انہیں خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ سے سخت باطنی بغض تھا انہوں نے یہ داستان تراشی کہ سیدنا حسن کو ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے جو سیدنا صدیق اکبرؓ کی بھانجی تھیں۔ امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ کے اچھا سے زہر دیا تھا۔ حالانکہ سیدنا اشعث جنگ صفین میں سیدنا علیؓ کے کمپ ہیں امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑے تھے۔ سیدنا اشعث کے بیٹے سیدنا عبدالرحمن اپنے دور کے مشہور فوجی جرنیل تھے۔ سیدنا حسن کا وجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے عجمی سازشوں کے سامنے ایک ڈھال تھا۔ آپ ہر سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور لاکھوں کے حساب سے مال لے کر واپس لوٹتے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق دائرہ المعارف اسلامیہ جلد ۸ پنجاب یونیورسٹی کے صفحہ ۲۰۰ پر الاصابہ اور انیوار الطحال کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ آپ کی وفات زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔ دائرہ المعارف اسلامیہ انتشارات جمال تہران کے صفحہ

صفحہ ۲۰۲ زیر عنوان الحسن بن علی مرقوم ہے۔ وقوفی الحسن بالمدينة بذات الربیع وصل افراطہ فی المملات۔ یعنی آپ کی وفات سل یا کثرت جماع کی وجہ سے ہوئی

SHI-ITS-RELIGION OF ISALAM کے چپٹر ۲ صفحہ ۴۲ کی سطر ۲۵ تا ۲۸ میں مرقوم ہے کہ آپ کی وفات کی وجہ DISSIPATION کی وجہ سے تہدق سے ہوئی۔ تاریخ الخلیفہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ میں ہے کہ چالیس روز بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ چوتھی صدی ہجری کے شروع تک کے مؤلفین اور مورخین میں سے کسی نے زہر خورانی کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ سب سے پہلے زہر خورانی کا المام مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کو ہوا۔ اور اس کے بعد اس کی اس ذہنی تخلیق میں حال اور پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اصل میں مسعودی نے اپنے بغض باطن کے ایک تیر سے سیدنا اشعث رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کے تمام جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسلام و ایمان کے مجرد کرنے کا کام کیا۔ لخت الخلیفہ جلد ۲ اور تدارک ان مہمات کی سرکوبی کا مرکز کی کہ دار سیدنا سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ ہجری سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مرتدین کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ مرتدین کے دوسری مقامات ذوالقصہ اور بمرق پر خلیفہ رسول نے خود حملہ کر کے ان کو شکست فاش دی مگر دوسرے تمام مقامات کیلئے آپس کی حربی بصیرت، مردم شناسی نے فوجی قیادت کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے کہ ارتداد کا خاتمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی اور حربی بصیرت اور خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے مجاہدانہ کارناموں کا مرہون منت ہے۔ عالم اسلام تا قیام قیامت ان کے ان کارناموں کا شرمندہ احسان رہے گا۔ وسط فروری ۱۹۳۳ء میں مرتدین کی آخری پناہ گاہ قلعہ بخیر بھی غازیان اسلام کے قدموں تلے پامال ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کا ہیڈ کوارٹر ابھی میامہ میں ہی تھا کہ

”بظاہر نحیف و نزار مگر باطن مینار آہن ہمت و جرات کی چٹان، عزم و ارادہ کے پہاڑ، شجاعت و شہامت کے پیکر باسٹھ سالہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم ملا کہ عراق کی طرف بڑھو“

آج اسبات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ عراق کی طرف بڑھنے کا حکم کوئی معمولی سی بات نہ تھی۔ جرأت ایمانی کا یہ وہ مقام ہے جہاں عقل و فکر تصوراتی رسائی سے بھی عاجز ہے۔ ہزار ہا میل کے رقبے میں پھیلے ہوئے مرتدین کا بظاہر صرف قلع قمع ہوا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ان کے ہانخا نہاتے دل میں اپنی تباہی و بربادی کے انتقام کے تمسکے اندر ہی اندر سلگ رہے ہوں گے۔ ابھی ان مفتوحہ علاقوں پر قبضہ برقرار رکھنے کیلئے ایک وقت درکار تھا۔ مگر خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان تمام نظرات کو نظر انداز کر کے فارس سے ٹکر لینے کا حکم دے کر اسبات پر مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آدمی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا وہ محض ایک خاک و خون کا پتلا نہیں بلکہ ایمان و ایقان کی ایک پشیمان تھا۔ آج کی سہولت پسند دنیا اسبات کا تصور بھی نہیں کر سکتی اس وقت کی معلوم دنیا میں فارس کا کیا مقام تھا۔ یوں سمجھئے کہ فارس سے ٹکر لینے کا مطلب عرب کے ایک بادیہ نشین کو ایک سو جنگ آور پہلوانوں سے ٹکر لینے کا حکم تھا۔

فارس کی حکومت تاریخ عالم کی سب سے بڑی پہلی شہنشاہی تھی جس کی سرحدیں کسی زمانہ میں شمالی یونان سے پنجاب تک پھیلی ہوتی تھیں۔ طوالت کے لحاظ سے بھی تاریخ عالم کی یہ طویل ترین سلطنت تھی جس میں قبل مسیح چھٹی اور ساتویں صدی میں یونانی تسخیر کا معمولی سا وقفہ پڑا تھا۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ فارس کی یہ شہنشاہی اپنی ناقابل تسخیر فوجی قوت اور تہذیب و تمدن میں اپنے طویل ترین دور میں عظمت اور شان و شوکت میں اپنی مثال آپ تھی۔ چھٹی صدی عیسوی کے آخری دوڑ میں نو شیر وان نامی شہنشاہ نے نو شیر وان عادل کے نام سے اسے چار چاند لگا دیتے۔ اس نے ۴۸ سال بڑے کروفر اور شان و شوکت سے حکومت کی۔ یہ عظیم المرتبت، مدبر اور عادل بادشاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے نویں سال فوت ہوا۔ سیدنا خالد لیف اللہ کو صدیق اکبرؓ نے عراق پر حملے کا حکم نو شیر وان کی وفات کے چوں بچپن سال بعد دیا اس بچپن سالہ دور میں سات حکمران گذر چکے تھے۔

جس وقت خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اس وقت عراق کا شمال مشرقی حصہ فارس کی شہنشاہی کے ماتحت تھا اور جنوب مغربی حصہ میں عربوں کی بالادستی تھی۔ ان کا حکمران چند برس پہلے مالک بن فہم تھا۔ بعد میں قبیلہ لخم کے عمرو بن عدی نے لخمی خاندان کی بنیاد رکھی یہ لوگ فارس کے باجگزاروں کی حیثیت میں حکمران تھے۔ اس خاندان کو مندر بھی کہا جاتا تھا۔ مندر خاندان کے آخری بادشاہ نے فارس کے شہنشاہ خسرو پرویز کے خلاف بغاوت کر دی جس کی پاداش میں اسے ہاتھنیوں کے پاؤں تلے روند کر مار ڈالا گیا۔ نتیجہ عربوں نے بغاوت کر دی مگر اسے فوراً دبا دیا گیا اور خاندان نند کی جگہ قبیلہ طے کے ایک فرد ایسا بن قبیسہ کو بادشاہ بنایا گیا

بابل کی تہذیب کی داستانیں آج بھی زبان زد خواص و عوام ہیں۔ عراق کی تہذیب فارس سے بھی پرانی تھی۔ وہ ایک خوش حال، دولت مند اور تمدن ملک تھا۔ اس ملک کو جلد و فرات نے سرسبز و شاداب بنا رکھا تھا۔ طیسفون اور حیرا ال ملک کے مشہور شہر تھے۔ جو اب صفحہ ہستی پر موجود نہیں۔ طیسفون کو عرب ملائ کہتے تھے۔ تیسرا شہر ابہ تھا۔ جو فارس کی مرکزی بندرگاہ تھی۔ جہاں ہندوستان، چین اور دوسرے ممالک کے تجارتی جہاز آکر لنگر انداز ہوتے تھے۔

خلیفہ رسولؑ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو عراق کی طرف جب پیش قدمی کا حکم دیا اس وقت عراق پر فارسی اور عرب دونوں کا اقتدار تھا۔ عراق میں یقیم افواج اس وقت کی معلوم دنیا کی تمدن ترین افواج تھیں۔ جو اپنے اللہ حرب، اپنی حربی صلاحیتوں میں ممتاز ترین مقام پر فائز تھیں۔

سیدنا منشی بن حارثہؓ

عراق کی طرف پیش قدمی کے حکم کا پس منظر یہ ہے کہ سیدنا منشی بن حارثہؓ قبیلہ بنو بکر کے سردار تھے۔ جن کے اسلام لانے کے وقت کا یقین نہیں کیا جاسکتا غالباً سال وفود کے زمانہ میں

وہ اسلام لائے تھے۔ جنگ یمامہ کے تھوڑے عرصہ کے بعد سیدنا مثنیٰ عراق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انہوں نے گوریلہ قسم کے حملوں سے فارسیوں کی جنگی طاقت کا اندازہ کرنے کے بعد خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری سمجھا۔ یہ فروری ۳۳ھ مطابق ذی قعدہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔ دربار خلافت میں عراق کی شادابی اور زرخیزی کے حالات بیان کر کے عرض کیا کہ مجھے اپنی قوم کی قیادت عنایت فرمائی جائے۔ دربار خلافت سے سندھ مارنے کے لئے لوٹے اور تبلیغ سے مزید قبائل میں اسلام پھیلایا اور دو ہزار کا لشکر جمع کر کے عراق پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان حالات میں سیدنا خالد سیف اللہؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت تک آپؓ کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ عراق کے عرب قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ تاکہ فارس کی حکومت

سے عرب قبائل آزاد ہو جائیں۔ اور ساتھ ہی سیدنا خالد سیف اللہؓ کو لکھا کہ جو فوجی اس مہم میں شامل ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوں انہیں اپنے گھروں کو لوٹ جانے کی اجازت دے دی جلتے۔ سید خالد سیف اللہؓ نے اپنے لشکر کو جمع کر کے خلیفہ رسولؐ کا حکم سنایا۔ ان کے ساتھ تیرہ ہزار کا لشکر تھا۔ جس میں سے صرف دو ہزار ان کے ساتھ رہ گئے۔ اس تشویشناک صورتحال سے سیدنا خالد سیف اللہؓ نے خلیفہ رسولؐ کو مطلع کیا۔ مجمع عام میں خلیفہ رسولؐ نے بیخبط پڑھ کر سنایا اور آخر انہوں نے ایک دلیر نوجوان قعقاع بن عمرو کو طلب کر کے سیدنا خالد سیف اللہؓ کی کمک کے لئے روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ لوگ حیران تھے کہ ان مشکل حالات میں صرف ایک آدمی کی کمک کیا معنی رکھتی ہے۔ مگر خلیفہ رسولؐ کی حربی بصیرت اور جنگی فراست ان سب کے پرہیزگاروں سے کہیں بلند تر تھی۔ چنانچہ آگے معلوم ہوا کہ سیدنا قعقاع ایک فرد واحد نہیں تھے بلکہ ایک پوری فوج تھی۔ اُدھر آپؓ نے سیدنا خالد سیف اللہؓ کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور دوسری طرف سیدنا مثنیٰ اور سیدنا مد عوز بن عدی نامی شمال مشرقی عراق کے ایک نامور سردار کو لکھا کہ وہ اپنی افواج کے ہمراہ سیدنا خالد سیف اللہؓ کی فوج میں شامل ہو کر ان کے ماتحت کاروائی

کریں۔ آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ہدف سے بھی آگاہ فرمایا۔ کہ سب سے پہلے ابلہ کے مقام سے اپنی کارروائی کا آغاز کریں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت اڑتالیس سال تھی۔ جب انہوں نے مرتدین کے قلع قمع کے بعد عراق کی فتح کی کارروائی شروع کی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات اب ایسی کشش کا مروج بن گئی تھی کہ مختلف قبائل کے لوگ جو قریب و دوری آپ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے امنڈھتے چلے آئے اور چند روز میں دس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ شمال مشرقی عرب میں چار اہم سردار تھے۔ سیدنا ثمنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ سیدنا مذکور بن عدی رضی اللہ عنہ، سیدنا ہرملہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انہیں لکھ چکے تھے کہ اپنی اپنی افواج لے کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت کارروائی کریں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ابلہ کے مقام پر جمع ہو جائیں۔

جنگ سلاسل عراق کی پہلی جنگ

سیدنا ثمنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ خلیفہ رسول م انہیں عراق میں ایک خود مختار کمان سونپیں گے اور وہ واقعی اس کی اہلیت بھی رکھتے تھے۔ تاہم خلیفہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔ ان چاروں میں سے ہر سردار کے پاس دو ہزار کا لشکر تھا۔ اس طرح سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں اپنے لشکر سی ملا کر اٹھارہ ہزار کا لشکر ہو گیا۔ ایران کی طرف سے عراق میں اس وقت ہرمزان گورنر تھا۔ ایرانی شہنشاہ بیت میں رواج تھا کہ سب سے بڑا اہم عہدہ دار کو ایک لاکھ درہم کا تاج پہننے کی اجازت تھی۔ اس وقت ایرانی سلطنت میں ایسے چار تاجدار تھے جن میں سے ایک ہرمز بھی تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ مارچ ۶۳۳ء مطابق محرم ۱۲ھ ہجرت سے روانہ ہوئے اور روانگی کے ساتھ ہی انہوں نے ہرمز کے پاس اپنے سفیر کے ذریعے ایک خط بھیجا۔ جس میں لکھا کہ ایمان لے آؤ اور سلامت رہو۔ یا جزیہ ادا کرو اس طرح تم اور تمہارے لوگ

ہماری پناہ میں رہیں گے۔ یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور میں ایسے لوگوں کو لے کر آ رہا ہوں جنہیں موت سے اس قدر پیار ہے جس قدر تمہیں اپنی زندگی سے پیار ہے۔

ہرمز یہ خط پڑھتے ہی غصے سے لال بھبھوکا ہو گیا۔ اور اس نے فوراً اردشیر شہنشاہ فارس کو حالات سے مطلع کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے عادم عراق ہوئے۔ ہر لشکر کا درمیانی فاصلہ ایک دن کی راہ تھا۔ ہرمز کا دار الحکومت ابلہ تھا۔ اور وہ کبل کانٹے سے لیس مقابلہ کیلئے تیار تھا۔

ہرمز شہنشاہی اقتدار کا سچا حامی، مزاج کا مغرور اور مقامی عربوں کے لئے متعصب ذہن کا مالک تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بھی خوب جانتے تھے کہ فارس سے نکل لینا معمولی کام نہیں ہے۔ آپ فارسی فوج کے بلند معیار، اس کے سپاہیوں کی جرأت اور اسلحہ کے استعمال کی مہارت سے بھی خوب واقف تھے۔ البتہ وہ نقل و حرکت میں اسلامی لشکر کی طرح چست نہ تھے۔ مسلمان بھی ہم امتداد کے نبرد آگیا جنگجو تھے۔ ابلہ پہنچنے کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے دو راستے تھے ایک کاظمہ کی طرف سے دوسرا حنییر کی طرف سے آپ نے سوچا کہ ہرمز یقیناً کاظمہ کے راستے پیش قدمی کرے گا اس لئے انہوں نے حنییر کا راستہ اختیار کیا آپ کی حربی بصیرت نے ہرمزان کے لشکر کیلئے ایک طویل سفر کی مصیبت پیدا کر دی آپ نے بناج پہنچ کر سیدنا مثنیٰ بن رضی اللہ عنہ کے لشکر کا بھی چارج لے لیا۔ ہرمز کا کاظمہ میں ٹوک جانا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے مفید تھا۔ یعنی عبوسی بھی مسلمانوں کی طرح گھر سے باہر تھے۔ ہرمز نے جب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حنییر پہنچنے کی خبر سنی تو سٹپٹا کر رہ گیا۔ اس نے فوراً حنییر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ بھاری اسلحہ جنگ سے لیس ہرمز کی فوج نے بصد مشکل دو دن میں پچاس میل کا فاصلہ طے کیا۔ اس نے باضابطہ ایک پیشہ ور سپہ سالار کے فوج کو مینہ میسرہ اور قلب کی صورت میں لاکر قیاد اور ابو شجان کو بازووں کی کمان سونپی اور خود قلب لشکر کو سنبھالا۔ فارسی لشکر نے بانچ پانچ دس دس کی لڑیوں میں اپنے

آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ جم کر لڑ سکتے ہیں۔ اسی لئے اس جنگ کو ذات السلاسل کی جنگ کا نام دیا گیا ہے۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ مسلمان جانا زوں کے حملے کے وقت ہی زنجیروں انہیں ذرات سے روک کر ان کی ہلاکت کا موجب بنے گی ان زنجیروں سے وہ یہ فائدہ بھی اٹھا سکتے تھے کہ غنیم کے سوار زنجیروں کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ مگر ہرگز کے عرب امدادی دستوں نے اپنے آپ کو زنجیروں کے پھندوں سے آزاد رکھا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس سے قبل کہ فارسی لشکر سنبھل سکے ان پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ مسلمان لشکر کے پاس پانی نہیں تھا۔ اللہ کی قدرت اچانک آسمان ابراہود ہو گیا اور اس قدر بارش برسی کہ لشکر نے جی بھر کر پانی پیا اور اور اپنی پکھالیں بھر لیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے میمنہ اور میسرہ کی قیادت سیدنا عامر بن عمرو اور سیدنا عدی بن حاتم کے سپرد کی۔ اپریل ۶۳۳ء مطابق محرم ۱۱ھ میں یہ جنگ لڑی گئی۔

ہرگز گھوڑے پر سوار اپنے لشکر سے آگے نکل کر میدان میں پہنچ گیا اور لٹاکار کر کہا خالد رضی اللہ عنہ کہاں ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی گھوڑے کو اڑ لگائی اور اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ ہرگز نے گھوڑے سے اتر کر پیدل لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ دراصل وہ ایک منصوبہ کے تحت ایسا کر رہا تھا۔ اس نے کچھ فاصلے پر چند جنگجو گھات میں بٹھا رکھے تھے۔ اور انہیں کہا گیا تھا کہ میں جب خالد رضی اللہ عنہ سے گتھم گتھا ہو جاؤں تو تم آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دینا۔ پہلے تلوار اور ڈھال کے ساتھ مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کی مہارت پر حیران تھے۔ اب ہرگز نے اپنی تلوار پھینک کر کشتی لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے بھی تلوار پھینک دی اور دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ یہ موقع تھا کہ ہرگز کے گھات میں بٹھائے ہوئے آدمی بھپٹ کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے۔ مگر آپ نے اپنی خداداد ذہانت اور طاقت سے ہرگز کو اپنے چاروں طرف گھمانا شروع کر دیا۔ فارسیوں کے لئے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ دوڑ کھڑے فارسیوں کے اس مکالمہ فعل کو

تاریخ بھلی کی طرح ہرمزان کے مددگار فارسیوں پر ایک برقِ خاطر کی طرح پلکے اور چند لمحات میں انہیں واصلِ بچہنم کر دیا۔ یہ تھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک نفسِ ملکِ فارسی قاتلوں کے واصلِ بچہنم ہونے پر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہرمز کو اچھا لڑکر رکھ دیا۔ یہ سب کچھ ایسے ہو گا کہ انسانی نظریں اس منظر کا تعاقب نہ کر سکیں۔ اب جنگِ مغلوبہ شروع ہو گئی اسلامی لشکر کے دونوں بازو ابراہیموں پر ٹوٹ پڑے۔ قباذ اور ابو شحان نے اپنے لشکر کو بازگشت کا حکم دیا۔ زنجیروں میں بندھے ہوئے ایرانی بے دریغ موت کا لقمہ بننے لگے۔ قباذ اور ابو شحان اپنے لشکر کی کافی تعداد لے کر بھاگ نکلے میں کامیاب ہو گئے۔ ہرمزان کی ایک لاکھ کی ٹوپی فوجی دستور کے مطابق سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ملی۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ دربارِ خلافت کو بھیج دیا گیا۔ ہر سوار کے حصے میں ایک ہزار درہم اور ہر پیادے کے حصے میں تین صد درہم آئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عالی حوصلگی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے ہرمزان کی ٹوپی بھی دربارِ خلافت میں بھیج دی۔ مگر خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس لوٹا دی۔ فارسیوں اور ان کے مددگار عربوں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ مگر جن لوگوں نے جنگ میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیا تھا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ اور انہوں نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔

ہرمزان نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے عراق پر حملہ کی اطلاع دربارِ ایران میں بھیجی تھی وہاں سے ایک ہزار سردارِ قارن فوج لے کر روانہ ہوا۔

جنگِ دریا | راستے میں اسے ہرمز کے قتل کی خبر ملی۔ اس نے بھگڑے فوجیوں کو جمع کر کے حوصلہ دلایا اور آگے بڑھ کر دیاتے معقل کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ ادھر سے اسلامی لشکر بھی پہنچ گیا۔ قارن، انوشحان اور قباذ تینوں بڑے سردار ایک محاذ پر جمع ہونے

کے لئے روانہ ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مثنیٰ کو دو ہزار کاشکے دے کر دیکھ بھالے کے لئے آگے بھیجا۔ راستے میں حسن المرآة کا قلعہ پڑا تھا۔ سیدنا مثنیٰ نے اس قلعے کے محاصرے کے لئے اپنے بھائی معنے کو چھوڑا اور خود آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس قلعہ کی حکمران ایک عورت تھی اس نے اسلام قبول کر کے معنے سے نکاح کر لیا۔ سیدنا مثنیٰ کے سبک رفتار دستے نے دشمن کے ایک زبردست فوج سے رابطہ قائم کر لیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا ظہ سے روانہ ہو کر ابلہ سے دس میل جنوب پہنچ گئے۔ آپ اپریل ۶۳۳ء میں سیدنا مثنیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ قارن نے پشت پر دریا رکھا تاکہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں میمنہ اور میسرہ کی کمان قباز اور انوشجان نے سنبھالی۔ قلب قارن کی قیادت میں رہا۔ اس نے احتیاطاً دریا پر کشتیاں تیار رکھنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے قارن نے آگے بڑھ کر مبارز طلبی کا نعرہ لگایا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بھی صف سے نکل ہی رہے تھے کہ سیدنا معقل بن الاعشى قارن کے سر پر پہنچ گئے۔ یہ ایک بڑے باکمال شمشیر زن تھے۔ سیدنا معقل نے قارن کو قتل کر دیا۔ اب دو ایرانی سردار قباز اور انوشجان میدان میں آئے۔ سیدنا عاصم اور سیدنا عدی ان کے مقابلے کیلئے نکلے اور ان دونوں کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے عام حملے کا حکم دے دیا۔ فارسی فوج اپنے تین سالاروں کو قتل ہوتے دیکھ کر حوصلہ ہار چکی تھی۔ اس عام حملہ کی تالاب نہ لاکر وہ بھاگ نکلے اور دریا کا رخ کیا۔ وہ اندھا دھند کشتیوں میں سوار ہونے لگے۔ اس اذراقرمی میں ہزاروں قتل ہوئے مگر ہزاروں بچ نکلے۔ مسلمانوں کے پاس دریا عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے وہ تعاقب نہ کر سکے۔ تمام مقامی باشندوں کے سردار امان طلب کرنے کیلئے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے آپ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ حضور کے مقام پر محصول جمع کرنے کیلئے سیدنا سوید بن مقرن کو مقرر کیا۔ اور مختلف اطراف میں دریا فت حالات کے لئے مختلف دستوں کو روانہ کیا۔

ولجہ کی جنگ جسے جہنم ولجہ بھی کہا گیا ہے

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی کی پوزیشن صرف ایک فوجی کمانڈر کی حیثیت کی نہ تھی بلکہ مفتوحہ علاقوں کا نظم و ضبط، حمزیہ اور زکوٰۃ کی وصولی وغرضیکہ تمام ملکی امور کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ گویا اب اگر وہ ایک طرف اسلامی فوجوں کے سپہ سالار اعظم تھے تو دوسری طرف مفتوحہ علاقوں کے عامل بھی تھے۔ ان کے پے درپے تین کامیابیوں نے ملائین کے شاہی محلات میں کھلبلی پیدا کر دی تھی۔ ایرانی حکومت اور اس کے کارپرداز یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ صحرائے عرب کے بددواب ہمیں آنکھیں دکھانے لگے ہیں۔

ایرانی شہنشاہ اردشیر نے بڑی دو اندیشی سے یہ سوچنا شروع کیا کہ صحرائے عرب سے اٹھتے ہوئے اس طوفان کا رخ کس طرح واپس موڑا جائے ورنہ کم از کم ایسا تو ہو سکے کہ وہ مزید پیش قدمی سے رک جائیں۔ جنگ دریا کے مقام سے ملائین کا فاصلہ تین صد میل تھا۔ مگر انہوں نے خبر سانی کا ایسا اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا کہ اونچی آواز والے لوگوں کو مناسب فاصلے پر کھڑے ہونے کا حکم دے کر انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ ایک آدمی آواز سن کر دوسرے کو پہنچاتے وہ تیسرے کو علیٰ ہذا لقیاس ایک دن میں سینکڑوں میل تک خبریں پہنچا سکتی تھیں ایرانی شہنشاہ نے حکم دیا کہ تمام فوجی دستے دار الحکومت میں جمع ہو جائیں۔ اردشیر نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو روکنے کیلئے ولجہ کا مقام تجویز کیا۔ یہ مقام آج کل عین المہاری کے نام سے موسوم ہے۔ شاہی حکم پاکر مشہور ایرانی شمشیر زن اندازغر ایک بڑی بھاری فوج لے کر ولجہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے معاً بعد بہمن جو ایک لاکھ درہم والی ٹوپی کی حیثیت کا آدمی تھا وہ بھی روانہ ہو گیا۔ بہمن نے اندازغر کا راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو ان کے جاسوس لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ دونوں لشکر آپس ذمہ داروں سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ دونوں

لشکرِ اہلس میں مل گئے تو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر یہ بات بھی ان کے پیش نظر تھی کہ اگر ان کے ایک لشکر کو شکست دی تو اس لشکر کے بھگڑنے کا حساب سابق دوسرے لشکر میں جا لیں گے۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس لشکر کو شکست دی جائے اس کے بھگڑنے دوسرے لشکر میں جا کر شامل نہ ہو سکیں۔ حربی بصیرت کی انتہا!

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اندازِ غرہ فوج پر حملہ کر دیا۔ اسلامی فوج کا ایمنہ اور میسرہ حسب سابق سیدنا عام اور سیدنا عدی کی قیادت میں تھا اندازِ غرہ اپنے سامنے پھیلے ہوئے مسلمان لشکر کی تعداد دیکھی تو خوشی سے پھولانے سما یا صرف دس ہزار پیدل فوج۔ مسلمان بھی حیران تھے کہ ہمارے سوار دستے کہیں نظر نہیں آتے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ مگر ایک مسلمان مجاہد کا مقابلہ متعدد ایرانیوں سے تھا۔ ایرانی سالار ٹھکے ہوئے فوجیوں کی جگہ تازہ دم فوجی بھیج رہا تھا مگر مسلمان فوجیوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔

جنگ کے دوران ایک عظیم الجذبتہ اور قوی ہیکل پہلوان جس کا نام ہزار مرد تھا دکھاتا ہوا مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ اور مبارز طلبی کی۔ سیدنا خالد سیف اللہ آگے بڑھے اور چند منٹوں میں اس دیو کو ڈھیر کر دیا۔ اور اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کیلئے خادم کو آواز دی کہ میرا کھانا لاؤ اور اسی دیو کے سینہ پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ لڑائی کا پہلا دور ختم ہوا۔ دوسرا دور ایرانیوں کے جوبانی حملے سے شروع ہوا۔ ایرانی سیلاب کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے اب اسلامی لشکر کی طاقت جواب دینے لگی۔ اندازِ غرہ کو نظر آئے لگا کہ اب فتح قدموں کے نیچے ہے اور مجھے لاکھ درم والی ٹوپی ملنے والی ہے۔ حالات نہایت نازک مقام پر پہنچ گئے کہ سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک طرف دیکھ کر ایک مخصوص اشارہ کیا۔ اگلے ہی لمحے ایرانی فوج کے عقب سے مسلم رسالہ گھوڑے دوڑاتا ہوا حملہ آور ہو چکا ہے۔

عقب سے اسلامی رسالہ کا حملہ ایرانیوں کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوا۔ فتح کی خوشی کی بجائے دہشت اور خوف نے ان کا خون خشک کر دیا اب مسلمانوں کو معلوم ہوا

کہ ہمارا رسالہ کہاں تھا۔ ایرانیوں کے عقب میں اسلامی رسالہ سامنے پیدل فوج ایرانیوں میں بھگدڑ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ہرمز اور قارن کی فوجوں نے بھی شکست کھاتی تھی مگر اندازِ غر کی فوج کا تو وجود ہی مٹ گیا۔ خود اندازِ غر صحرا کی طرف بھاگ نکلا اور کہیں پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ نے اپنے پیچھے ماندے جانباڑوں کو جمع کیا۔ اور کہا
 ”کیا تمہیں سرزمینِ فارس کی دولت نظر نہیں آتی کیا تمہیں سرزمینِ عرب کے مفلسی یاد نہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس ملک میں فصلوں نے کس طرح زمین کو ڈھانپ رکھا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد فرض نہ ہوتا تو بھی ہم اس دولت مند ملک کو فتح کرنے کے لئے آتے۔ اور اپنے صحراؤں کی بھوک کو اس خوراک کی فراوانی سے بدل لیتے جو اب ہماری ہے“

جنگِ ولجہ سے ایک دن پہلے آپ نے دو مسلمان مکنا داروں سیدنا بصر بن ابی اسلم اور سیدنا سعید بن قرہ کو بلا کر مناسب ہدایات دیں۔ اور انہیں انتہائی تلاذداری سے کام لینے کی ہدایات دیں۔ یہی وہ رسالہ تھا جس نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ ۳۳ھ مطابق صفر ۶۳۳ء میں یہ جنگ لڑی گئی۔

دریائے خون

فاریوں کے خلافت تین بڑی جنگوں میں سیدنا خالد سیف اللہ رض بڑی کامیابی سے فتح حاصل کر کے چلے گئے۔ ان جنگوں سے بچے کچھ بھگوڑے الیس کے مقام پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رض کو جب دشمن کے ایک مقام پر جمع ہونے کی اطلاع ملی تو آپ اٹھارہ ہزار کا لشکر لے کر الیس کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں راستہ میں خسیف کا دریا عبور کرنا پڑا۔ ایران کے شاہی دربار میں ایک بچل مچی ہوئی تھی وہ اس بات پر سخت حیران تھا کہ بھوکے ننگے اور تہذیب و

کی زندگی سے نا آشنا مختلف قبائل میں بکھرے ہوئے بدو کس طرح ایک عظیم طاقت بن کر ان کے بڑے بڑے تین لشکروں کو شکست دے چکے ہیں۔ لیکن بارہ صدیوں کی منظم اور متمدن حکومت کے لئے تین شکستیں کوئی خاص اہمیت نہ رکھی تھیں اس عرصہ میں قبیلہ نو بکر کے عیسائی ملائ شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ ہمیں آلا داتہ اور اپنے طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ ایرانی دربار کے لئے یہ بڑی جانفزا تجربہ تھی کہ عیسائیوں کے عرب قبائل مسلمان عربی فوج سے لڑنے کیلئے تیار ہیں۔ عیسائی عرب قبائل بھی ایس کے مقام کی طرف روانہ ہو گئے۔

شاہی دربار سے ایرانی فوج کے سالار اعظم بہمن کو مناسب ہدایات مل رہی تھیں اس نے اپنے نائب سپہ سالار جابان کو ایس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ اور بہمن مناسب ہدایات اور مشورہ لینے کے لئے ملائ پہنچ گیا۔ ارد شیر اس وقت سخت بیمار تھا اور بہمن وہیں رک گیا جابان ایس پہنچا اس نے وہاں عیسائی عربوں کی لائے فوج دیکھی اور بڑا خوش ہوا۔ عیسائی عربوں کا سالار عبدالاسو تھا جس کے دو بیٹے ولجہ میں قتل ہو چکے تھے۔ اور وہ آتش انتقام بنا ہوا تھا۔ آج ان مقامات کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا مشکل ہے۔ ابتداء زمانہ سے دریاؤں کے رخ بدل گئے۔ پرانے شہر صفحہ ہستی سے نابود ہو گئے اور نئے شہر آباد ہو گئے۔ اس لئے ایس کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا مشکل ہے البتہ اس قدر معلوم ہے کہ اس کے قریب ایک دریا بہتا تھا۔

جابان کے لشکر کے ایس پہنچنے سے پہلے سیدنا منشی اپنے تیز رفتار رسلے کے ساتھ ایس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اپنی حربی بصیرت سے کام لے کر حالات کا جائزہ لیا اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے سیدنا منشی کا پیغام ملتے ہی اپنے پڑاؤ سے کوچ کیا۔ اور حسب سابق میمنہ اور بٹیرہ کی قیادت میں سیدنا عاصم بن عمرو اور عدی بن حاتم کے سپرد کی۔ مسلمانوں کا لشکر جس وقت دشمن کے سر پہ پہنچا دشمن کھانا کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ادھر وہ کھانے پر بیٹھے ادھر مسلمان کا لشکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ صرف عیسائی عرب مقابلہ

پر آتے۔ فارس کے لشکر نے جب سردوں پر موت کے سائے دیکھے تو وہ بھی میدان جنگ میں
 کود پڑے محاذ جنگ سے دریا تقریباً دو میل دور تھا۔ یہ جنگ مختلف ذیلی جنگوں کا ایک مجموعہ
 تھی۔ عیسائی عرب سردار پہلے ہلے میں ہی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ابتدائی
 دو گھنٹے بڑی شدت کی جنگ رہی۔ جنگ کا زیادہ زور دریا کے کنارے تھا۔ مسلمان جانیاد ہر پند
 آگے بڑھنے کی کوشش کرتے مگر پیچھے دھکیل دیتے جلتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ
 صورت حالات دیکھی تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اے اللہ اگر تو ہمیں فتح دے تو میں ان دشمنان اسلام میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں
 گا مسلمانوں نے از سر نو منظم ہو کر حملہ کیا۔ سر پہر کے قریب ایرانی لشکر میں ہزیمت کے آثار نظر
 آنے لگے۔ اور پھر وہ بھاگنے لگے ہزاروں قتل ہوئے۔ بھاگتے ہوئے ایرانی لشکر کے متعلق سیدنا خالد
 سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالے کو حکم دیا کہ انہیں زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرو مسلمان مجاہد ایرانیوں
 اور عیسائی عربوں کو ٹوٹیوں میں ہانک کر لستے رہے اور دریا کے کنارے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔ یہ
 سلسلہ تمام رات اس سے اگلا پورا دن اور اگلے دن کے کچھ حصے تک جاری رہا۔ تیسرے دن کے آخری
 وقت آخری آدمی قتل ہوا۔ موزین نے لکھا ہے کہ دریا کا تمام پانی خون سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس
 لئے اسے دریائے خون کا نام دیا گیا۔

ایرانی فوج بھاگ رہی تھی اور سوار دستے اس کا تعاقب کر رہے تھے اور سپیل دستے
 ایرانیوں کے پکے ہوتے کھانے سے اپنے کام و دہن کی تواضع کر رہے تھے۔ طبری کے قول کے
 مطابق اس جنگ میں ستر ہزار ایرانی اور عرب عیسائی قتل ہوئے تھے بے شمار مال غنیمت
 کے ساتھ شکست خوردہ سپاہ کے اہل و عیال بھی تھے۔ مگر ان کا سالار جابان بھاگ نکلنے میں
 کامیاب ہو گیا۔ اگلے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے مقامی لوگوں سے ایک معاہدہ کیا اور انہوں
 نے جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا۔ مقامی باشندوں نے مسلمانوں کے لئے سبھا سوسی کے فرائض

ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ موتہ کے بعد الیس کی جنگ تمام عمر یاد رہی اور مستقبل میں اکثر اس جنگ کا ذکر کرتے تھے۔ اس جنگ کے خاتمہ کے ساتھ ہی نوشیروان کا پر پوتا اردشیر بھی اس شکست کے حد درجہ سے جانبر نہ ہو سکا۔

حیرا کی فتح

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے معرکہ سے فارغ ہو کر مئی ۶۳۳ء مطابق ربیع الاول ۱۱ھ میں مغیشیا کی طرف روانہ ہوئے۔ اپنے مغیشیا کو فوجی پیشگاہ کے طور پر اپنا ہیڈ کوارٹر بنانا چاہتے تھے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تمام شہر بالکل سناں پڑا ہے۔ دکانیں اور مکان سامانوں سے بھرے پڑے ہیں مگر کوئی متنفس موجود نہیں۔ یہ شہر وسعت، آبادی اور شان و شوکت کے لحاظ سے حیرا کا ہم پلہ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس شہر میں ایک متنفس بھی موجود تھا۔ آخر دریافت سے معلوم ہوا کہ شہر کے جوان افراد تو الیس کی جنگ میں کام آچکے ہیں اور بوڑھے بچے اور عورتیں مسلمانوں کی یلغار کے خوف سے نواحی علاقوں میں منتشر ہو کر روپوش ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات اور ان کے جنگی کارنامے اب ایک دہشت بن چکے تھے۔ مسلمانوں نے مغیشیا کے مال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ سمجھا۔ اور ہر وہ چیز جو اٹھائی جا سکتی تھی اپنے قبضہ میں کر لی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ مغیشیا سے اس قدر مال ملا جس قدر عراق کی سابقہ چار لڑائیوں میں حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ مال حاصل کرنے کے بعد شہر کو تباہ کر دیا گیا۔ اور مال غنیمت

کا پانچواں حصہ دربار خلافت کو بھیج دیا گیا۔ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کی خبریں سن سن کر اب بہر طور مطمئن تھے۔ اور مال غنیمت کی فراوانی سے مسلمان مالامال ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اسلام کے لئے ایک آیتِ رحمت سمجھ رہے تھے، مغیشیاہ کا مال غنیمت دیکھ کر
 خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبرؓ نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم
 فرمایا جب وہ جمع ہو چکے تو آپؐ نے فرمایا۔

”اے قریش تمہارا شیر پہلے کسی شیر پر حملہ کرتا تھا اور غالب آتا تھا۔ مگر اب اس
 کا نام سن کر ہی دوسرے شیر لوڑھڑوں کی طرح بھٹ میں گھس جاتے ہیں۔ عورتیں
 اس شیر کی طرح بیٹا جھننے سے اب عاجز ہیں۔“

یہ فرمانے کے بعد آپؐ نے مال غنیمت کی تقسیم کا حکم دیا جس سے مدینے کا ہر گھرانہ مالدار ہو گیا اور
 کوئی حاجت مند باقی نہ رہا۔

یہ سب کچھ حیرا کا حکم اذابہ سن سن کر گھبرا رہا تھا۔ کاظمہ، معقل، ولیدہ اور لیس کی شکستوں
 نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ وہ کچھ چکاتا تھا کہ اب حیرا کی باری ہے۔ ایرانی فوج کے تمام اہم سپہ سالار
 اور پہلوان قتل ہو چکے تھے۔ اپنے شہنشاہ کی پیاری اور ایرانی فوجوں کی دل برداشتگی بھی اس کے
 سامنے تھی۔ اذابہ پچاس ہزار کنوٹی کا مالک تھا وہ حیرا کا حکم ہی نہیں بلکہ فوجی سپہ سالار بھی
 تھا۔ حیرا کا بادشاہ ایاس بن قبیصہ برائے نام بادشاہ تھا۔ اذابہ نے اپنی ذمہ داریوں کو پورے
 شعور سے نبھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس نے اپنی فوج شہر سے نکال کر اپنا پڑاؤ ڈالا
 اور اپنے بیٹے کو سیدنا خالد سیف اللہؓ کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے آگے بھیجا۔ اور اسے
 مناسب ہدایات دیں سیدنا خالد سیف اللہؓ نے نقل و حمل کیلئے بڑی کشتیوں سے کام لیا۔

ملاح مقامی عرب قبائل تھے۔ اور لشکر کو دریا کے کنارے کنا سے کوچ کا حکم دیا مگر اذابہ کے
 بیٹے نے پیچھے سے اپنے باپ کے حکم کے مطابق دریا پر بند باندھ کر اس کا رخ موڑ دیا تھا۔ مسلمانوں
 کی کشتیاں اچانک زمین سے جا لگیں۔ آپؐ نے کشتیاں چھوڑ کر اپنا سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ وہ
 اس مقام پر پہنچ گئے جہاں دریا پر بند باندھا گیا تھا باد تھلی کے مقام پر فارسی لشکر سے پہلی
 جھڑپ ہوئی۔ اور وہ بھاگ نکلے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رضی اللہ عنہ نے دریا کا بند کھولا تو پانی

پھر جاری ہو گیا۔ مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھ کر اذانہ کے بیٹے کے کپ پر ٹوٹ پڑا اور وہ سب لقمہ اجل بن گئے۔ بمشکل چند سوار بھاگ کر اپنی جان بچا سکے جنہوں نے اذانہ کو جا کر تمام حالات سنائے بیٹے کے قتل کی خبر کے ساتھ ہی اسے مدائن سے اودشیر کے مرنے کی اطلاع ملی۔ اذانہ دل برداشتہ ہو کر مدائن روانہ ہو گیا۔ اور یہاں کو جا کر تمام روضہ ستانی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کسی موزوں مقام پر دینیاتی سفر چھوڑ کر اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور حیرا سے تین میل کے فاصلہ پر غور و فحواں جا پہنچے وہاں اپنا بنیادی کپ بنا کر حیرا کی طرف بڑھے وہاں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ شہر کے تمام باشندے موجود تھے۔ وہ نہ بھاگے اور نہ کسی قسم کی مزاحمت کی۔ مسلمانوں نے بھی ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ لیکن حیرا کے چار قلعوں کے اندر حیرا کے عیسائی عربوں کے فوجی حیش موجود تھے۔ جو اپنے سالاروں کے تحت مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو تیار تھے چاروں قلعوں میں ان کے سرداروں کے چار عمل تھے جو قصر ابیض، قصر العستین، قصر بنو مازن اور قصر بقیلہ کے ناموں سے موسوم تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہر قلعہ پر حملہ کرنے کے الگ الگ چار جیش ترتیب دیئے۔ سیدنا ضار بن الازور کو قصر ابیض کی طرف سیدنا ضار بن الخطاب کو قصر العستین کی طرف سیدنا شہنہ کو قصر بن بقیلہ کی طرف بھیجا اور انہیں ہدایت دی کہ پہلے حسب دستور ان کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ کیلتے کہا جائے۔ اگر وہ جزیہ کی ادائیگی سے بھی انکار کر دیں تو ان پر حملہ کیا جائے۔ مگر عیسائی عربوں نے کوئی شرط تسلیم نہ کی۔ سب سے پہلے سیدنا ضار بن الازور نے قصر ابیض پر حملہ کیا اور ان کے ساتھ باقی مسلمان سپہ سالاروں نے بھی حملے کر دیئے۔ عیسائی عربوں نے شروع میں قلعوں کی فصیلوں سے بڑی جی داری سے مداخلت کی مگر آخر میں بھاگ نکلے۔ آخر قصر ابن بقیلہ کا لوڑھا عیسائی سردار جو اپنی عقلمندی، فراست اور اثر و رسوخ کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت کا مالک تھا قلعے سے نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ شہنشاہ ایران نو شیردان کا زمانہ بھی دیکھے ہوتے تھا اور شاہی ادب

اور حرب و ضرب کے امور سے کما حقہ واقفیت رکھتا تھا۔ وہ جب سیدنا خالد سیف اللہ کے سامنے پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے عبدالمسح نے کہا دو سو سال ان کی مزید گفتگو سوال و جواب کے انداز میں ملاحظہ ہو۔

سوال :- تم نے آج تک دنیا میں کون سی بات عجیب تر دیکھی ہے۔

جواب :- بھیرا اور دمشق کے درمیان ایک عورت روٹی کا ٹکڑا لے کر سفر کرتی ہے مگر اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں (یہ اشارہ تھا لوشیردان کے عدل کی طرف)

سوال :- تم کہاں سے آتے ہو؟

جواب :- اپنے باپ کی ریڑھ کی ہڈی سے۔

سوال :- میں پوچھتا تم کہاں سے آتے؟

جواب :- اپنی ماں کی رحم سے۔

سوال :- کہاں جا رہے؟

جواب :- اپنے سامنے کی طرف۔

ذرا صل سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ کا ان سوالات کے پوچھنے کا مقصد یہ دریافت کرنا تھا کہ تم کس مقام کی طرف سے آتے اور میرے پاس کیسے آتے ہو۔ مگر بوڑھا عیسائی سردار انہیں فلسفیانہ انداز میں جواب دے رہا تھا۔ پھر آپ نے پوچھا۔

سوال :- تمہارے سامنے کی طرف کیا ہے؟

جواب :- آخرت۔

سوال :- سیدنا خالد سیف اللہ رحمہ نے اس جواب سے جھلا کر کہا تم کہاں کھڑے ہو؟

جواب :- زمین پر۔

سوال :- لعنت ہے تم پر تم کس چیز کے اندر ہو؟

جواب :- اپنے کپڑوں کے اندر۔

سوال۔ کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی؟
جواب۔ ہاں ان خوب سمجھتا ہوں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان فلاسفانہ قسم کے جوابات ملنے کے
عادی نہ تھے مطلب کی بات کرتے تھے اور مطلب کی بات سنتے۔ بوڑھے کے اس
انلاز تکلم پر وہ سٹپٹا گئے اور کہا۔

میں تم سے صرف مطلب کی چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

بوڑھے نے جواب دیا۔ میں بھی مطلب کے جواب ہی دے رہا ہوں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غصے سے تلمک کر کہا۔ دنیا اپنے احمقوں کو تباہ
کر دیتی ہے مگر تمہارے جیسے عقلمند دنیا کو تباہ کرتے ہیں۔

عبدالسیح نے کہا اے سپہ سالار۔ چونیٹی ہی جانتی ہے کہ اس کے بل میں کیا ہے اونٹ کو
معلوم نہیں ہو سکتا۔

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ یہ بوڑھا تو غیر معمولی دل و دماغ کا آدمی
آدمی ہے۔ اس کے تمام جواب اگرچہ کسی قدر مزاحیانہ انداز لیتے ہوئے ہیں مگر میں صحیح، اپنے نے
اب بوڑھے سے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔ مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جو تمہیں آج تک یاد ہو عقلمند
بوڑھا چند لمحے سر جھکاتے کچھ سوچتا رہا پھر بولا اے مسلمانوں کے سالار اعظم۔ مجھے وہ دن سے
خوب یاد ہیں جب ان قلعوں کے عقب میں چین کے جہاز اپنے بادبان پھیلاتے ہوئے آتے
تھے۔ (نوٹشیرطان کے عدل و انصاف کے دور کی طرف بوڑھے کا یہ دوسرا اشارہ تھا) مختلف
موزخوں نے مختلف انداز میں اس گفتگو کو قلمبند کیا ہے آخر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ
نے کہا میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اس صورت میں تم ہمارے بھائی ہو
گے۔ ورنہ جزیہ ادا کرو ہم تمہارے دشمنوں سے بچانے کے ذمہ دار ہوں گے اگر تمہیں ان دونوں
صورتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو میں بزورِ شمشیر تمہیں اسلام کا بابا بگنڈا بنا کر دم لوں گا۔

عبدالسیح چند لمحات سر بگمبیاں رہا۔ اور پھر کہا ہم آپ کے خلاف لڑنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور اپنا دین بھی ترک کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ہم جزیرہ ادا کریں گے غرضیکہ صلح کا عہد نامہ مرتب ہو گیا۔ عبدالسیح زہدت ہونے لگا تو اس کے خادم کے پاس سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تھیلی نظر آئی۔ آپ نے پوچھا یہ تھیلی کیسی۔ عبدالسیح نے جواب دیا۔ اے مسلمانوں کے سردار اگر میری اور آپ کی گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلتا اور مجھے نظر آتا کہ میری قوم تباہ ہونے والی ہے تو میں اس تھیلی میں رکھے زہر قاتل کو کھا کر ختم ہو جاتا اور اپنی قوم کی تباہی دیکھنے سے پہلے مر جاتا معاہدہ کی وجہ سے اہل حیرانے سالانہ ایک لاکھ نوے ہزار درہم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

ایک تاریخی لطیفہ | بقول بلاذری اور طبری۔ ایک روز حضور خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مستقبل قریب میں حیران کو فتح کریں گے۔ مسلمانوں نے حیران کے حکمران عبدالسیح کی بیٹی کرامہ کے حسن و جمال کی تعریف سن رکھی تھی۔ ایک سادہ لوح مسلمان نے دربار رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کرامہ مجھ مل جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا وہ تمہاری ہوگی وہ سادہ لوح مسلمان جس کا نام شویل یا خیریم بن روض تھا سیدنا خالد سیف اللہ کے لشکر میں موجود تھا اور وہ معاہدہ کے قلمبند ہونے سے پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہو چکی تھی۔ اس لئے عہد نامہ میں بھی یہ شرط مذکور تھی کہ کرامہ مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ عبدالسیح نے اپنے قلعہ میں پہنچ کر جب اس شرط کا ذکر کیا تو شاہی محل میں ہلچل مچ گئی۔ مگر کرامہ خود ایک کینز کو ہمراہ لے کر مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئی۔ شویل سردور انگریز عاشقانہ تصورات میں سالوں کے انتظار کے بعد گوہر مقصود طنے پر خوشی سے پھولانے سمارا۔ تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے شویل کو طلب کر کے اس کے گوہر مقصود کی طرف اشارہ کیا۔ جب شویل آگے بڑھتا تو کرامہ نے اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا۔ مگر وہاں حسن و جمال

کے پیکر کے بجائے ایک اسی سالہ کھوسٹ بڑھیا کو کھڑے پایا۔ شویل یہ دیکھ کر چکر اگیا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ میرے وہی کراہے جو اپنی جوانی کے ایام میں حسینان عرب میں اپنی مثال آپ تھی مگر اب کھوسٹ بڑھیا ہے تو سٹپٹا کر رہ گیا۔

بڑھیا شہزادی نے گفتگو میں خود پہل کی اور کہا میرے جیسی بڑھیا تمہارے کس کام کی ہیں تمہیں اپنی آزادی کے بدلے جس قدر رقم کو دینے کو تیار ہوں۔ شویل نے ایک ہزار روپے طلب کئے اور شہزادی مطلوبہ رقم ادا کر کے چلتی بنی۔ شویل نے جب اپنے کپ میں پہنچ کر اپنے اجباب کو یہ کہانی سنا تو وہ قہقہہ مار کر ہنسے اور کہنے لگے تم تو بڑے کم عقل ثابت ہوئے ہو تم شہزادی سے جو طلب کرتے تمہیں اس سے مل جاتا۔ مگر شویل نے نثر مندہ ہو کر کہا میں اس سے زیادہ گنتی ہی نہیں جانتا۔

حیرا کی فتح کے بعد

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے حیرا کی فتح کے بعد اردگرد کے علاقوں کے سرداروں کو حسب معمول خطوط لکھے۔ تمام علاقوں سے انہیں تسلی بخش جواب ملے۔ ان ایام میں قاری حکومت کے اندرونی حالات مزید بہتر ہو چکے تھے۔ بہمن نے اپنی تمام توجہات صرف ملائق کے دفاع پر وقت کر دیں۔ جون ۱۳۳۳ء ریح الآخر ۱۲۵۷ھ تک دجلہ دفرات کا تمام درمیانی علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق کا بندوبست ایسے شاندار طریقوں اور عمدگی سے کیا کہ مفتوحہ علاقوں کے لوگ یوں سمجھنے لگے کہ ہم جہنم سے نکل کر جنت میں آ گئے ہیں۔ ان انتظام امور سے فارغ ہو کر آپ نے دو خطوط لکھے۔ ایک فارس کے حکمران کی طرف اور دوسرا وہاں کے عوام کی طرف۔

شیر کی لکڑ

شہنشاہ فارس کے نام سیدنا خالد سیف اللہ کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی طرف سے شاہان فارس کے نام

الحمد لله کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نظام کو درجہ بدرجہ کر دیا۔ اور تمہارے مقاصد کو باطل کر دیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تمہارے لئے اور بھی بڑا ہوتا۔ اگر تم مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لو تو تم تمہیں اور تمہاری سرزمین کو چین سے رہنے دیں گے۔ ورنہ تم ایک ایسی قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو گے جس کو موت اتنی ہی پیاری جتنی تمہیں زندگی۔

فارس کے عوام کی طرف آپ نے جو خط لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ اگر تم اسلام قبول نہ کرو اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ نہ کرو تو تمہیں مسلمانوں کی حفاظت میں ہرگز نہیں ہوگی۔ مگر مدائن سے کوئی جواب نہ آیا۔

انبار کی فتح جسے جنگ ذات الیمون کہتے ہیں

مقامی انتظام سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے عراق کے شمالی حصے کے مشہور مرکز انبار کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ ایک کاروباری مرکز اور پرانا شہر تھا۔ یہاں قلعے کے بڑے بڑے گودام تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے آدمی فوج حیر کے مقام پر چھوڑی اور نو ہزار اپنے ہمراہ رکھی ذات کو کسی مقام سے عبور کر کے انبار کے دامن میں پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ قلعے کے چاروں طرف ایک بڑی خندق پانی سے بھری ہوئی ہے۔ انبار سباط کے قلعے میں واقع تھا اور سباط کا حکمران شیر زاد اپنے علم و دانش اور فوجی قابلیت میں بڑا مشہور تھا۔ انبار کی حفاظت کا بوجھ شیر زاد کے کندھوں پر آ پڑا۔ فارسی سپاہ کے علاوہ اس کے پاس عرب امدادی

فوج بھی کافی تعداد میں موجود تھی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے جب قلعہ کے دفاعی انتظامات کو دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ قلعے کی فصیل پر بے شمار فوج بڑی بے پرواہی سے گھوم پھر رہی ہے۔ آپ نے اپنی فوج کے تیر انداز دستوں کو ایک ایک ہزار کے تین حصوں میں تقسیم کر کے سجایا کہ پہلے ایک دستہ آگے بڑھے لیکن اس انداز میں کہ وہ بلا تیر لگائے گویا بے مقصد گھوم رہے ہیں۔ لیکن جب دشمن کو اپنے تیروں کی زد میں دیکھیں تو فی الفور دشمن کی آنکھوں کا نشانہ لے کر تیر چھوڑ دیں۔ معا بعد دوسرا دستہ اور پھر تیسرا دستہ یہی کام کرے مسلمانوں نے یہ کارروائی چشم زدن میں سر انجام دی اور فصیل پر کھڑے ہزاروں دشمن ایک ایک کھو بیٹھے غیر زائدے جب یہ خبر سنی تو ششدر رہ گیا اور اس نے موزوں شرائط پر صلح کا پیغام بھیجا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ غیر مشروط طور پر یہ معاہدہ ڈال دو۔ اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ دروازے کے سامنے بہترین تیر انداز جمع ہو کہ فصیل پر کھڑے دشمنوں پر تیر اندازی شروع کر دیں۔ اور دوسرے دستے بوڑھے اور ناکارہ اونٹوں کو ذبح کر کے خندق میں پھینک دیں اس پر خندق قابل عبور ہو گئی۔ اور مسلمان فوج کے چند دستے خندق کا وہ غیر ہموار ٹل عبور کر کے قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ قلعہ میں محصور دشمن نے پہلے تو قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مگر ہزیمت کھا کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے شیر زاد کو پیغام بھیجوایا کہ شیر زاد اور قلعہ میں مقیم تمام لوگوں کو سلامت نکل جانے کی اجازت ہے مگر اپنا تمام مال و اسباب قلعہ میں چھوڑ جائیں۔ اگلے روز تمام جو سی اپنے تمام اہل و عیال کو ہمراہ لے کر مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مقامی عرب عیسائیوں نے جنرہ ادا کرنے کے معاہدہ پر صلح کر لی۔ چند روز میں انبار کے گرد و نواح کے مقامی سرداروں نے بھی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر جنرہ ادا کرنے پر معاہدے کر لئے۔ شیر زاد مدائن پہنچا تو ہمیں اس پر برس پڑا مگر اس نے تمام الزام عیسائی عربوں کے سر تھوپ دیا۔

۷۴ عین التمر کی فتح

انبار کے انتظام سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ شمالی عراق کے دوسرے بڑے شہر عین التمر کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ کھجور کے درختوں کی کثرت کی وجہ سے ہم کھجوروں کا چشمہ کے نام سے مشہور تھا۔ عین التمر کا فاسی امیر مہران بن پھران چوبیس تھا۔ جو بڑا بہانیدہ جنگ باز تھا۔ عرب قبیلے کا تعلق مشہور جنگجو قبیلہ نمر سے تھا اور ان کا سردار عقبہ بن ابی عرقہ ایک مشہور جنگجو شخص تھا۔ عقبہ نے مہران سے کہا، عربوں سے میں خود نپٹ لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ عقبہ، مہران سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں پہنچا تو مہران کے چند افسروں نے مہران پر اعتراض کیا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ عقبہ نے کہا اگر مہران کو فتح حاصل ہوتی تو وہ ہماری فتح ہوگی اگر سے شکست ہوتی تو مسلمان جنگ سے تھک چکے ہوں گے ہم آسانی سے ان پر قابو پالیں گے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جب آگے بڑھے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ ان کے مقابل صرف عرب قبائل ہیں۔

اس سے پہلے عراق کی تمام جنگوں میں آپ کا مقابلہ اور ایران کی مشترکہ فوجوں سے ہوا تھا۔ ہر حال انہوں نے اپنے دستور کے مطابق اپنی فوج کو ترتیب دی اور انہیں کہا کہ تم اپنے مقابل کی فوجوں کو الجھائے رکھنا اور خود قلب لشکر لے کر عقبہ کے دستہ پر حملہ کر دیا۔ اور اسے پہلی بھڑپ میں ہی گرفتار کر لیا۔ عقبہ کو گرفتار ہوتے دیکھ کر بعض نے ہتھیار ڈال دیتے اور باقی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گئے۔ فاس کی فوج اپنے حلیف عربوں کی شکست کی خبر سنتے ہی اپنے سردار مہران کے ساتھ مدائن کی طرف بھاگ نکلی مگر عیسائی عربوں نے قلعہ بند کر کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے عین التمر کا محاصرہ کر لیا۔ اور عقبہ کو گرفتاری کی حالت میں فائس کے لئے مدافعیں کے سامنے پیش کیا۔ مدافعیں نے جولائی ۶۳۳ء میں ہتھیار ڈال دیتے مسلمانوں نے تمام سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ عقبہ بھی قتل کر دیا گیا۔ باقی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

اور عین التمر سے حاصل شدہ مال کا پانچواں حصہ دارالخلافہ کو بھیج کر باقی مال فوج میں تقسیم کر دیا۔

عین التمر کی عیسائی خانقاہ

اس میں پادری بننے کی تعلیم کا انتظام اور کم و بیش چالیس لڑکے ہر وقت زیر تربیت رہتے تھے۔ ان میں افریقہ کے فاتح مشہور جرنیل موسے کا باپ نصیر بھی تھا جس نے امیر المومنین ولید بن عبد الملک کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے مشرقی شمالی اور مغربی صوبجات کے دائرے اور کمانڈر انچیف امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے حکم کے تحت افریقہ کے تمام شمالی صوبوں میں اسلامی فتوحات کے پھریرے لہرائے اس وقت شمالی افریقہ کے تمام صوبجات کو افریقہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ امیر حجاج بن یوسف نے بصرہ میں بیٹھ کر تین محاذوں پر تین مختلف جرنیلوں کو مامور کیا۔ مشرق میں محمد بن قاسم شمال مشرق میں قتیبہ بن مسلم اور مغرب میں موسے بن نصیر کو جن کا نام اسلامی فتوحات کی دنیا میں تا ابد درخشندہ تابندہ رہے گا۔

امیر حجاج بن یوسف ثقفی ایک بیدار مغز سیاستدان تھا۔ جس نے نہایت دانشمندی سے زیر زمین اسلام دشمن گروہوں کے سرچھٹے بند کر دیئے وہ ایک عظیم فوجی قائد اور بلند مرتبہ سپاہی تھا جس کے حربی منصوبوں سے تقریباً دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا وہ اس وقت کے جلیل القدر علما میں بلند مقام رکھتا تھا۔ اس نے جب اسلام کو چاروں گ عالم میں پھیلانے کی طرح ڈالی اور مختلف مذاہب اور مختلف زبانیں بولنے والے قبائل جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو اس نے دیکھا کہ یہ لوگ کسی صورت میں بھی قرآن مجید کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکیں گے تو اس کی ہدایت اور حکم کے مطابق قرآن مجید پر نقاط و اعراب ڈالے گئے اس کے یہ کارنامے بہت سی دنیا تک اسلام پر ایک احسان عظیم ہے۔ مگر بد قسمتی سے اس کے زمانہ میں ایک دولہا گمراہ تہائی سادہ لوح بزرگ سعود بن جبیر قتل ہوئے۔ اسلام دشمن زیر زمین

تخریبی عناصر کا جب ہر طرف سے امیر حجاج نے ناطقہ بند کیا تو انہوں نے سعید بن جبیر کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ان کے مکان میں پخت و پز کی طرح کالی بہر چند امیر حجاج نے سعید بن جبیر کو ان کے اس فعل سے روکا کہ ان لوگوں کو اپنے ہاں پناہ نہ دیں۔ مگر وہ نہ لڑے تو اس نے مجبور ہو کر سعید بن جبیر کو جن کا مکان تخریبی عناصر کی آماجگاہ بن چکا اور وہ ناخاتہ طور پر ایک طرح سے بالواسطہ ان کے شریک کاہن بن گئے تھے انہیں قتل کر کے تخریبی عناصر کے اس اڈے کو ختم کیا۔ ادلا امیر حجاج ان تمام عظیم کارناموں کا بوجھ سعید بن جبیر کے قتل کی وجہ سے ان تخریبی عناصر کی باقیات السیات کی زبان سے ایک ظالم اور سفاک کے نام سے مشہور ہو کر رہ گیا۔

دومۃ الجندل کا دوسرا واقعہ

گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک کے دوران سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اکید بن عبد الملک حاکم دومۃ الجندل کو کس طرح گرفتار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا اور اسے اپنی وفاداری کا عہد کیا تھا۔ لیکن فتنہ ارتداد کے زمانے میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا شریک بن حبیب بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی جنگی کارروائیوں کے بعد اس نے اپنا عہد توڑ کر مدینہ سے ہر گز گھلتا منقطع کر کے عیسائیوں پر توجہ اور عیسائیوں کی تیارگی اور تیارگی کا کارنامہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عراق پر چڑھائی کے دوران خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا تھا۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل پہنچ کر دیکھا کشام کی مشرقی سرحد پر آباد قبیلہ کلب کے عیسائیوں نے دومۃ الجندل کے دفاع کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔

اور دومۃ الجندل کا قلعہ دشمن کا ایک مضبوط مرکز بن چکا ہے۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ نے

آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مگر اردگرد کے عیسائیوں نے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اب صورت یہ تھی کہ دومۃ الجندل مسلمانوں کے محاصرے میں تھا اور مسلمان عقب سے آنے والے عیسائیوں کے محاصرے میں تھے آخر ایک مسلمان سپہ سالار نے کہا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے لگ طلب کی جائے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کا خط عین ایسے وقت ملا جب وہ عین التمر کے معرکہ سے فارغ ہو کر حیرا کی طرف کوچ کرنے والے تھے۔

آپ نے فوراً اپنا ارادہ ترک کر کے دومۃ الجندل کی طرف کوچ کیا اور سیدنا عیاضؓ کو ایک تیز رو کا صدقہ کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ گھبراؤ نہیں میں آ رہا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ کے اس کوچ کی خبر جب دومۃ الجندل کی دشمن فوج کو پہنچی تو وہ گھبرا اٹھے۔ انہوں نے بڑی عجلت سے مزید ہمسایہ قبائل کو مدد کے لئے پیغام بھیجے۔ عرب قبائل نے مدد کا نہایت جلا مند تہ جواب دیا۔ بنو غسان اور بنو کلب کے متعدد قبائل مدافعیین کی مدد کے لئے قلعے کی شمالی جانب سے جو حصار سے بچا ہوا تھا۔ قلعے میں داخل ہو گئے۔ سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کی حالت اب بہت نازک ہو چکی تھی اور وہ بقراری سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ عیسائی عرب قبائل کی قیادت جردی بن ریعہ اور اکید بن مالک جیسے تجربہ کار جنگجوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اکید نے قبائلی سرداروں کا اجلاس طلب کر کے کہا میں خالد رضی اللہ عنہ کو تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کوئی آدمی جنگ میں اس سے لڑ کر عمدہ برآئیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے صلح کر لی جائے۔ لیکن تمام نے اکید کے مشورے کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اکید بھاگ کر ایک رات چپکے سے قلعے سے نکل کر اردن کی طرف بھاگ نکلا۔ مگر عین موقع پر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ایک گشتی دستے کے ہاتھوں جو سیدنا عاصم بن عمرو کے ماتحت تھا گرفتار ہو گیا۔ ایک بار وہ پھر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں پا بجوں میں پیش کیا گیا۔ اکید یہ سوچ رہا تھا کہ اس

وقت شاید پرانی شناسائی جان کی امان کا سبب بن جلتے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بلا توفیق اس کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔ وہ ایک عہد شکن باغی تھا اور اس کی یہی سزا تھی۔ چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔

اگلے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تمام فوج کی قیادت سنبھال لی اور مختلف دستوں کو مختلف سپہ داروں کی کمان میں قلعے کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ اور ایک دستے کو محفوظہ کے طور پر پیچھے رکھا۔ قلعے کی تمام فوج اکیڈر کے قتل کے بعد جوادی بن ربیعہ کی قیادت میں تھی اس نے دو حیش تیار کئے ایک حیش نے قلعے سے نکل کر سیدنا نجیاض کے دستے پر حملہ کیا۔ سیدنا نجیاض پر حملہ کرنے والا لشکر اپنے پیچھے سینکڑوں لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلا اور قلعہ بند ہو گیا۔ مگر جس حیش نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے دستے پر حملہ کیا اس نے دیکھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے دستے میں کوئی حرکت نہیں۔ وہ جبراً ٹنڈانہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ مگر مسلمانوں کی طرف سے اچانک بڑی شدت سے حملہ ہوا۔ دشمن جس خوش فہمی میں آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ وہ دھری کی دھری رہ گئی اور انہیں اپنی جانیں بچانے کی پڑ گئی۔ سینکڑوں کھیت زہے اور جو بھاگ نکلے ان کے ہر آدمی کے تعاقب میں ایک مسلمان مجاہد موجود تھا۔ جوادی کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا۔ قلعے کی فصیل سے جب عیسائی عربوں نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اس خطرے کے پیش نظر کہ اپنے لشکریوں کے ساتھ مسلمان مجاہد بھی قلعے میں داخل ہو جائیں گے۔ قلعے کے دروازے بند کر دیے۔ بھاگتے ہوئے تمام عیسائی مسلمانوں کی تلواروں سے لقمہ اجل بن گئے۔ اب محصور عیسائیوں کو اکیڈر کے مشورے کی اہمیت کا احساس ہوا لیکن پانی سر سے گزر چکا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے قلعے کی دیواروں کے نیچے پہنچ کر انہیں ہتھیار ڈالنے کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا اب آپ نے جوادی کو باجولان ان کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے بعد ان کی نظروں کے سامنے جوادی اور دوسرے

گرفتار باغیوں کی گردنیں مار دی گئیں۔ لیکن سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی اس کارروائی سے مدافین دومۃ الجنادل نے آخر دم تک لڑنے کا عزم پختہ کر لیا۔

کئی روز کے محاصرے کے بعد آپ نے قلعے پر یلغار کا حکم دیا۔ مدافین نے جی بھر کر مسلمانوں کی یلغار کو روکا۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت اور مسلمان لشکریوں کے جنگ آزمودہ حربوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ چلی۔ اکثر جنگی افراد قتل ہو گئے۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اور بچے کچے جنگی افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ اگست ۶۳۳ء کا واقعہ ہے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ چند روز مقامی انتظامات میں مصروف رہے اس کے بعد سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر حیرا کی طرف روانہ ہو گئے۔ حیرا پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ ایران کے مجوسی از سر نو جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

حِوَاق میں سیدنا خالد سیف اللہ کے آخری چھ معرکے جو آپ کی حربی صلاحیتوں کے آئینہ دار ہیں۔ اور جن کی مثال دنیا کی حربی تاریخ میں تلاش کرنا ناممکن ہے۔ یعنی حصید، حنافس، مضع، ثننے، زمیل اور فاض کی فتح۔

جب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عین التمر سے روانگی کی اطلاع دربار فارس میں پہنچی تو وہاں یہ سمجھ لیا گیا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے حبش کے بیشتر حصے کو ہمراہ لے کر واپس مدینہ چلے گئے ہیں۔ ایرانیوں نے اپنے طور پر متعدد معرکوں میں زبردست ہزیمتیں اٹھانے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب مدائن سے باہر نکل کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے کوئی جنگ نہیں لڑی جائے گی۔ مگر اب ان کی ہاسی کڑی میں پھر ابا ل آ گیا۔ بہمن نے از سر نو جنگی تیاریاں شروع کر لیں۔ اس نے مختلف محاذوں کی جھگوڑی فوج کو جمع کیا۔ مدائن میں موجود فوج کا جائزہ لیا۔ نئی بہرتی شروع کی۔ حلیف عرب قبائل کو دعوتی چھٹیاں لکھیں۔ عیسائی عرب پہلے ہی اپنے سردار عقبہ کے قتل کی وجہ سے آئٹس زبردست تھے۔ چنانچہ انہوں نے بہمن کی ہدایات کے مطابق اپنے فوجی حبش بڑی سرگرمی سے تیار کرنے شروع کر دیئے۔ بہمن ایک جہانزیدہ اور دہلے کے

سردوگرم چشیدہ فوجی جرنیل تھا۔ اس نے تمام متحدہ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کی قیادت روزبے کے سپرد کر کے اسے حمید کی طرف اور دوسرے حصے کی قیادت زہر کے سپرد کر کے فنافس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اس کا پلان یہ تھا آخر میں تمام فوجوں کو جمع کر کے یا مسلمانوں کے حملے کا انتظار کیا جائے گا اور یا حیرا کے مقام پر جنگ کی جائے گی۔

عیسائی عسکروں ایک گروہ ہزیل بن عمران کی قیادت میں موضح کے مقام پر اور دوسرا ربیع بن جبیرہ کے تحت ثنبی اور ذمیل کے مقام پر جمع ہو رہا تھا۔

سیدنا قتعا نے ایرانیوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ان تمام فوجی دستوں کو حیرا کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا جو مختلف مقامات پر انتظامی امور کی نگرانی کے لئے متعین تھے۔ سیدنا قتعا نے دو دستے حمید اور فنافس کی طرف روانہ کر دیئے۔ اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کی نقل و حرکت سے مجھے باخبر رکھیں۔ وہ آگے بڑھنے کی جرأت کریں تو انہیں روکنے کی کوشش کریں۔ اب سیدنا قتعا خود میلان جنگ میں اترنے کے لیے تیار تھے کہ ستمبر ۱۳۳۳ء مطابق جب سالہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جیرا پہنچ گئے اس وقت حالات یہ تھے کہ دشمن کی چار فوجیں مختلف مقامات پر اپنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں اگر وہ تمام ایک محاذ پر جمع ہو جاتیں تو مسلمانوں کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دیتیں۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان کے ارادوں کو جانپ کرا نہیں سکتے مختلف محاذوں پر ہی گھیر کر ختم کرنے کا پیر وگرام بنایا۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز سے حیرا میں جمع فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کی قیادت سیدنا قتعا کے سپرد کی اور دوسرے حصے کی قیادت پر ابو العالی کو مامور فرما کر عین التمر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جہاں وہ خود چند روز بعد ان سے ملنے والے تھے۔

آج کے فوجی ماہرین سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ان حربی بصیرتوں کو بڑی حیرانی سے دیکھتے ہیں کہ ذرات رس و رسائل کی کمی کے باوجود ایک ان دیکھے ملک

ناواقف جنز افیائی ماحول اور دشمن کی طاقت کے صحیح اندازے کے فقدان کے باوجود انہوں نے یہ کارہائے نمایاں کس طرح انجام دیئے۔ تاریخ عالم اس قسم کی کوئی ایک مثال بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حیرا کی چھاؤنی میں مختصر سی فوج سیدنا عیاض بن غنم کی قیادت میں چھوڑ کر تمام مسلم فوج حیرا میں جمع کر کے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حبش میں پانچ ہزار مجاہد تھے۔ سیدنا قعقاع کو حصید اور سیدنا ابولیل کو خنافس کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ وہاں بمقیم فارسی فوجوں کو نیت و نابود کر دیں۔ سیدنا قعقاع حصید کے قریب پہنچے تو روزیہ نے خنافس کے فوجی سپہ سالار زرمہر کو مدد کے لئے پیغام بھیجا۔ مگر زرمہر نے بہن کی اجازت کے بغیر فوج تو نہ بھیجی البتہ وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے خود پہنچ گیا۔ وہاں اس وقت میدان جنگ گرم تھا۔ اور وہ جنگ میں شامل ہو گیا۔ یہ جنگ اکتوبر ۶۳۲ء میں لڑی گئی۔ روزیہ، سیدنا قعقاع کے ہاتھوں قتل ہو گیا زرمہر مہارزت طلب کرتا ہوا میدان جنگ میں پہنچا اور وہ بھی ایک مسلمان افسر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ فارسی فوج نے اپنے دو سالاروں کے قتل کے باوجود بڑی جرأت سے جنگ جاری رکھی مگر آخر مسلمانوں کے ہاتھوں بڑی طرح شکست کھائی۔ اپنی بے شمار لاشیں چھوڑ کر بچی فوج خنافس پہنچ گئی اور مہبوزان نامی ایک سپہ سالار کی فوج میں شامل ہو گئی۔ ایک سجدار سپہ سالار کی حیثیت سے مہبوزان، حصید کی شکست سے سبق لے کر اپنی فوج کو لے کر مضع کی طرف روانہ ہو گیا۔ سیدنا ابولیل علی جب وہاں پہنچے تو مہو کا عالم تھا انہوں نے خنافس پر قبضہ کر لیا۔ اور تمام حالات سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ مضع میں تمام عرب قبائل عمران کی قیادت میں لڑائی کے لئے تیار تھے۔ اب مہبوزان بھی وہاں پہنچ گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بدستور خبر پہنچ رہی تھیں اب ان کے سامنے تین صورتیں تھیں۔

مدا تن پر حملہ جہاں کوئی فارسی فوج موجود نہ تھی۔

مضیح پر حملہ جہاں شہنشاہی افواج کا بڑا اجتماع تھا۔

حتیٰ اور ذمیل پر حملہ جہاں عیسائی عربوں نے اپنی فوج اکٹھی کر رکھی تھی۔

ایسے مواقع پر بڑے بڑے جہاندیدہ جرنیل بھی کسی حتمی فیصلہ پر پہنچنے میں غلطی کر جاتے

ہیں مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے حربی اقدام میں ایک وہی ملکہ کے حامل تھے

وہ فوراً اس فیصلہ پر پہنچ گئے کہ ایران کی شہنشاہی افواج کے بڑے مجمع سے نمٹا جلتے۔ ان کے

فوجی جاسوس اس عرصہ میں مزیح کے محل وقوع، دشمن فوج کی تعداد، ان کے پڑاؤ کی کیفیت سے

انہیں صحیح معلومات بہم پہنچا چکے تھے۔ آپ نے اس جنگ کے لئے ایک ایسی چال چلی جس کی

مثال حربی تاریخ میں ملنی محال ہے۔ یعنی اپنے لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر کے

تین سمتوں سے بیک وقت رات کے اندھیرے میں حملہ کیا جلتے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس میں فائدہ کی نسبت نقصان

کا زیادہ امکان تھا۔ ایک ان دیکھے لشکر پر اندھیری رات میں چاروں طرف سے حملے میں جو

خطرات پوشیدہ تھے ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوتے یہ جبراً تمنا نہ اتمام صرف سیدنا خالد سیف اللہ

کا حربی شہکار تھا۔ اندھیری رات میں حملے کی صورت میں دوست دشمن کی تمیز اور چاروں طرف

سے حملے کی صورت میں مزید اس بات کا خطرہ کہ اپنی سپاہ اپنی ہی سپاہ کو نہ کاٹ کر رکھ دے۔ اور

پھر ان مسلمان فوجیوں کو اطاعت امیر اور اپنے سپہ سالار اعظم کی جنگی بصیرت اور اس اقدام پر

بھروسہ اور اعتماد، سننے اور کیا توں میں مرقوم الفاظ سے بالکل ماورے ہے۔ آپ کے احکام کے

مطابق تینوں جیوش مختلف راستوں سے آگے پھر ایک مقام پر جمع ہوئے اور پھر الگ ہو کر

اپنے اپنے ہدف کی طرف اس طرح بڑھے کہ دشمن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی فوج

ہدایات کے مطابق نہایت نظم و ضبط اور چھٹے ٹکے انداز میں بڑی کھن آرائش سے گزرنے کے

لئے تیار ہو گئے۔ فارسی اور عرب عیسائی خواب خنر گوش میں مست پڑے تھے کہ چاروں طرف

ان پر تلواریں پڑنی شروع ہو گئیں۔ ان پر اذفری اور بدعواسی کی کیفیت طاری ہو گئی جب

ایک طرف کی فارسی فوج بدحواس ہو کر دوسری طرف بھاگی تو اس طرف کی عیسائی فوج سے ٹکرائی۔ ہزاروں کھیت رہے۔ اور ہزاروں لات کی تاریکی میں اندھا دھند بھاگ نکلے جب سورج طلوع ہوا تو مضع کا میدان جنگ لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ اور ایک متفس بھی وہاں زندہ موجود نہ تھا۔ فارسی سپہ سالار مہبوزان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ عربی سپہ سالار ہزبریل بن عمران جان بچا کر بھاگ نکلا اور ذمیل کے مقام پر غیر زین عرب فوج سے جاملہ مضع کے مقام پر دو مسلمان بھی عیسائی عربوں کے ساتھ مسلمان فوج کے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ خبر جب مدینہ میں پہنچی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پر زور الفاظ میں خدمت کی۔ لیکن خلیفہ رسول نے فرمایا جو مسلمان کفار کا ساتھ دیتے ہیں ان کا یہی حشر ہوتا ہے اور آپ نے ان کے درخشا کو خون بہا دادا کرنے کا حکم فرمایا اور یہ تاریخی الفاظ دوہراتے۔

میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈالوں گا جسے اللہ نے کفار کے خلاف بے نیام کیا ہے یہ مضع کی فتح کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قریب ترین دشمن کے اڑے ٹٹنی کی طرف کوچ کیا یہ

یہاں بھی آپ نے مضع پر حملہ کرنے کا انداز اپنایا۔ نومبر ۶۳۲ء مطابق رمضان ۱۰ھ وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس دفعہ بہت کم تعداد میں دشمن زندہ بچا۔ عرب سالار ریحہ بن بحیرہ بھی مارا گیا قیدیوں میں اس کی خوبصورت بیٹی بھی شامل تھی۔ جسے دوسرے قیدی عورتوں اور مردوں کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا۔ بحیرہ کی خوبصورت بیٹی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دی گئی جس سے آپ نے شادی کر دی۔ یہ ایک بڑی حیران کن بات ہے کہ ان تمام فتوحات میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ملتا۔ البتہ مال غنیمت سے وہ دوسرے لوگوں کی طرح اپنا حصہ وصول کرتے رہے۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی فتح کا ایک نشان بن گیا تھا۔ وہ اب اپنی جنگی چالیں ایسی سوت سے چیل رہے تھے جس طرح کوئی ماہر شطرنج باز شطرنج کی بساط پر جہروں کی چالیں چل رہا

ہو۔ شیخ کی فتح کے دو دن بعد انہوں نے ذومیل کا بھی وہی حشر کیا۔ اب عیسائی
عربوں کا گویا خاتمہ ہو چکا تھا۔

ہمینہ بھر میں ایرانی شنشاپی کی افواج کو جنہیں عیسائی عربوں کی بھرپور عملی اعانت
حاصل تھی۔ شکست فاش دے کر اگر وہ آب چاہتے تو اپنی فتوحات کے جشن مناتے مگر
انہیں آرام سے بیٹھنا گویا پسند ہی نہیں تھا۔ اور میدان جنگ کی زندگی ان کے لئے ایک
تفریح کی زندگی تھی۔ اس کے بعد آپ نے جلد و فرات کے درمیانی علاقوں میں اپنے فوجی
دستے پھیلا دیتے اور انہیں حکم دیا کہ جہاں بھی کسی قسم کی بغاوت کے آثار نظر آئیں اس کا سر
کچل دو۔ اور ساتھ ہی سختی سے تنبیہ کی کہ مقامی باشندوں سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا
جائے۔ اس عرصہ میں انہیں معلوم ہوا کہ فراض کے مقام پر دشمن کا اجتماع ہو رہا ہے۔ اپنے
یہ سنتے ہی فراض کی طرف روانہ ہو گئے۔ **قرائن سلطنت ایران اور سلطنت روم کا ایک سرحدی**
مقام تھا۔ ایرانی اور رومی اس سے پہلے دوبار آپس میں الجھ چکے تھے۔ پہلی جنگ میں ایرانیوں
کو فتح حاصل ہوئی تھی اور دوسری جنگ میں رومیوں کو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اب انہوں
نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی لگاتار فتوحات کو دیکھ کر آپس میں صلح کر لی۔ فراض
میں ایرانیوں اور رومیوں کی فوجیں متحد ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار تھیں شکست
خوردہ عیسائی قبائل کی بچی کچی فوج بھی ان میں آشال ہوئی۔ اس طرح یہاں دشمن کا ایک
بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا تھا۔ یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بلائے ناگہانی کی طرح
پہنچ گئے۔ دیبائے فرات کے ایک کنارے مسلمان اور دوسرے کنارے کفار کی متحدہ فوج لگانا
چھ ہفتے ایک دوسرے کو گھورتی رہیں۔ آخر ۲ جنوری ۶۳۷ء مطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۲ ہجری
اتحادیوں کی فوج دریا عبور کرنے کے لئے کپ سے روانہ ہو پڑی معلوم نہیں کہ سیدنا خالد سیف اللہ
کی کسی حربی حکمت عملی سے انہوں نے دریا عبور کرنے کا ارادہ کیا یا اپنی متحدہ طاقت کے گھمنڈ نے
انہیں آگے بڑھایا۔ بہر حال ان کے دریا عبور کرتے ہی مسلمانوں کا لشکر بجلی کی طرح ان پر ٹوٹ

بڑا۔ پہلے ہی بتے ہیں کچھ قتل ہو گئے کچھ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے اور کچھ جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۳۱ جنوری تک مسلم فوج فراض میں رہی۔ اور وہاں کے انتظامات سے فارغ ہو کر سیدنا خالد سیف اللہ رض حیرا کی طرف روانہ ہوئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رض کا حج | حیرا کی طرف روانگی کے وقت مسلم فوج کو تین حصوں میں منقسم کر کے آپ نے کوچ کا حکم دیا ہر اول دستے کے بعد کرنزی حصے کی روانگی کا حکم دیا اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں عقبی دستے میں رہوں گا۔ ہر اول دستے کی روانگی کے ساتھ ہی اپنے چہرہ قابل اعتماد عہدیداروں کو ساتھ لے کر نہایت خفیہ انداز سے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ حج کے دوران آپ نے اپنے آپ کو اس طرح پوشیدہ رکھا کہ کوئی بھی آپ کو پہچان نہ سکا۔ اور حج سے فارغ ہو کر بسرعت اس طرح اپنے عقبی دستے میں شامل ہو کر حیرا میں داخل ہوئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے فراض سے مکہ پہنچنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا۔ اور انہوں نے اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ کس رفتار سے یہ طویل ترین مسافت بسرعت طے کی۔ صرف عقبی دستے کا سردار ہی اس حقیقت سے واقف تھا۔ مسلم سپاہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رض اور چند دوسرے کمانداروں کے منڈے ہوتے سر دیکھ کر نہایت حیرانگی کا اظہار کیا مگر بات رفت گذشت ہو گئی۔ اس قدر احتیاط کے باوجود خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کو حقیقت حال کا علم ہو گیا۔ اور آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بڑا تمہیداً آمیز خط لکھا کہ آئندہ لشکر کو اس طرح چھوڑ کر ایسا نہ کرنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کا جاسوسی نظام بڑا منظم تھا۔ اس کے ساتھ ہی عراق کی مہم ختم ہو گئی جو متعدد جنگوں پر مشتمل تھی۔ قاریتین نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لیا ہے کہ آپ نے کس طرح عراق کی جنگوں سے عہدہ برآ ہوتے اور ہر معرکہ میں کامیاب و کامران رہے۔ متحاربین کی فوجوں میں بعض اوقات ایک اور چار کی اور بعض اوقات ایک اور تین کی نسبت تھی۔

تین سال بعد قادیسیہ میں جو عظیم ترین جنگ لڑی گئی جس میں فارس کی تمام فوج موجود تھی۔ اس کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ اور مسلمان فوج کی تعداد فارسی فوج کا ایک تہائی تھی۔ عراق کی گذشتہ مہمات میں اسلامی فوج کی تعداد اٹھارہ ہزار سے کسی موقع پر نہیں بڑھی اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حلیف عربوں کی فوجی تعداد چالیس اور ستر ہزار کے درمیان رہی ہوگی۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات مسلمان فوجوں کے لئے فتح کا ایک نشان بن چکی تھی۔ آپ کا نام ہی فتح کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔ آپ عراق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک نند طوفان کی طرح چھلکے۔ اور حالات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان مجاہدین کا جانی نقصان بہت ہی کم رہا ہوگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان نامور اور فلاح مسلمان سالاروں میں پہلے تھے جنہوں نے دوسرے علاقوں میں پیش قدمی کر کے دنیا کے سیاسی اور مذہبی نقشے کو نئی شکل دی۔

اب انہیں دربار خلافت سے دنیا کی دوسری بڑی سلطنت یعنی روما سے نمٹنے کا حکم ملا۔

ملک شام

آج کے شام اور اس وقت کے شام کے حدود اور رقبہ میں بظاہر فرق ہے۔ اس وقت شام کا علاقہ دو سیاسی صوبوں پر مشتمل تھا۔ اصل شام شمال میں انطاکیہ اور حلب سے شروع ہو کر بحیرہ مردار کے آخر تک پھیلا ہوا تھا۔ بحیرہ مردار کے جنوب مغرب میں فلسطین کا صوبہ واقع تھا۔ جو دنیا کے تین بڑے مذہب کے مقدس مقام بیت المقدس کی وجہ سے اس وقت کی تمام معلوم دنیا کا مذہبی مرکز تھا۔ بیت المقدس دنیا بھر کے تھول اور متمدن ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ عرب اردن بھی شام میں واقع تھا۔ یہ سب خطہ بزنطینی مملکت کا ایک حصہ تھا۔ شام پر چڑھائی کرنے کا مقصد براہ راست روم کی متمدن ترین طاقتور حکومت سے ٹکر لینے کے مترادف تھا۔ شام کے بڑے شہر حلب، حمص اور دمشق تھے۔ اور شام کی بندرگاہوں، انطاکیہ، بیروت

صور، عکہ اور حافز میں اس وقت کی معلوم دنیا کے تجارتی جہاز ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ غسان کے صوبے میں معزز شاہی خاندان کا دار الحکومت بصری تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کے حملے کے وقت یہاں کا حکمران جبلم بن الایہم تھا۔ وہ ایک طویل قامت جنگجو سالار تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کے عراق سے شام پہنچنے سے پہلے خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر نے سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ۱۲ھ کے شروع میں مدینہ سے شمال میں یتما کے مقام پر معمولی سا فوجی دستہ دے کر دیکھ بھال کے لئے متعین کیا تھا۔ مگر سیدنا خالد بن سعید نے یتما سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ رسول م نے آگے بڑھنے کی اجازت تو دے دی مگر ساتھ ہی اس بات سے متنبہ کیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے وہ وہاں سے بازگشت یا پاپائی کے موقع پر واپس سرزمین عرب میں نہ پہنچ سکیں۔ مگر سیدنا خالد بن سعید نے آگے بڑھ کر مشہور عیسائی سپہ سالار باہان سے ٹکر لگتے۔

باہان ایک تجربہ کار ماہر حرب سالار تھا۔ اس نے مسلمانوں کی مختصر سی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی سے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں موجود تھے وہ اپنی جنگی مہارت کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمان فوجیوں کو رو میوں کے زرعے سے نکال لانے میں کامیاب ہو گئے۔ سیدنا خالد بن سعید رضی اللہ عنہ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے۔ بصد مشکل انہیں دوبارہ مسلمانوں کی فوج میں شامل ہونے کی اجازت ملی اور وہ شریک جنگ ہو کر مرتبہ تہادت پر فائز ہو گئے۔ اب ان حالات میں شام پر چڑھائی لے ناگزیر صورت اختیار کرنی فروری ۲۳ھ میں فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فتح شام کے لئے فوجی بھرتی کا اعلان کیا۔ دھڑا دھڑ لوگ بھرتی ہوئے کیلئے مدینہ پہنچنے لگے۔ عراق میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اب اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے مارچ ۲۳ھ میں خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سات سات ہزار کے چار جیوش تیار کئے۔ ادراک کے ہدف متعین کر کے انہیں مناسب ہدایات کے ساتھ مدینہ سے رخصت کیا۔

۱۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایلہ اور عربہ سے گذرتے ہوئے فلسطین پہنچیں۔

۲۔ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو تبوک کے راستے دمشق پہنچنے کا حکم ملا۔

۳۔ سیدنا شریک بن حبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہتے ہوئے اردن کی طرف بڑھنا تھا۔ سیدنا شریک بن حبیل رضی اللہ عنہ کے معرکوں میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑ چکے تھے۔ وہ قاصد کے طور پر مدینہ آئے تو خلیفہ رسول اللہ نے انہیں ایک جیش دے کر شام کی طرف روانہ کر دیا۔

۴۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح کو حکم ملا کہ سیدنا شریک بن حبیل رضی اللہ عنہ کے پیچھے تبوک کے راستے محض کی طرف بڑھیں۔

سیدنا یزید بن ابی سفیان کی پیشقدمی

سب سے پہلے سیدنا یزید بن سیدنا ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چند میل اس جیش کو رخصت کر کے کیلئے مدینہ سے نکلے۔ اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کو مناسب ہدایات دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریق کار تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو اسے مناسب ہدایات فرماتے۔ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ تبوک جانے والی بڑی سڑک پر بڑی تیز رفتاری سے روانہ ہوئے ان کے بعد سیدنا شریک بن حبیل رضی اللہ عنہ کا جیش اور ان کے بعد امین الامت سیدنا ابو عبیدہ کا جیش روانہ ہوا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایلہ کی طرف رخ کیا۔

سیدنا یزید رضی اللہ عنہ وادی عربہ میں اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تبوک میں بیک وقت پہنچے۔ دونوں جیش اکٹھے ہو گئے اور رومی لشکر سے ٹکرائے جو تعداد میں ان کے برابر تھا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو بھگا دیا اور بھاگتے عیسائیوں کا سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کے ایک دستے نے تعاقب جاری رکھا۔ اور انہیں غزہ کے قریب شکست فاش دی۔

سیدنا شریعہ رسول اور سیدنا ابو عبیدہ رض بدستور شمال کی طرف بڑھ رہے تھے کہ سیدنا
یزید رض بھی عقب سے آگراں سے مل گئے۔ مئی کے آغاز میں سیدنا شریعہ رسول اور سیدنا
ابو عبیدہ بصری اور جابہ کے درمیانی علاقے میں پہنچ گئے۔

ان چاروں اسلامی جیوش کی نقل و حرکت اور دشمن سے چھوٹی موٹی جھڑپوں کے واقعات
کے متعلق تاریخی روایات میں کئی قسم کے تضادات کی وجہ سے صحیح صورت حالات کا بیان کرنا
تقریباً تقریباً مشکل ہے۔ المختصر یہ کہ رومی شہنشاہ بہرل اس وقت عظیم لشکر لے کر حص میں
موجود تھا۔ سیدنا خالد بن سعید رض کی شکست کی خبر سن کر وہ بڑا غصہ تھا۔ اس نے اپنے کثیر القوا
فوجی دستوں کو اجنادین کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے چاروں جیوش مقامی
جاسوسوں کے ذریعے ایک مہلوط رابطہ قائم کر چکے تھے۔ انہیں اپنے جاسوسوں کے ذریعے جاتے
کے مقام پر دشمن کے اجتماع کی خبر ملی۔

مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومیوں کی فوج ایک لاکھ سے کم نہیں۔ اب مسلمانوں کے لئے ہر
طرف سے مشکلات امانڈھ کر آ رہی تھیں۔ یا تو وہ سر بکف ایک لاکھ ٹڈی دل سے ٹکر اجاتے
اور یا تیزی سے عرب کی جانب پسا ہو جاتے۔ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب
ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے پسانی کی صورت کو بڑی سختی سے مسترد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ چاروں
جیش سیدنا ابو عبیدہ رض کی قیادت کے نیچے جمع ہو جائیں۔

خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رض نے اپنی خلافت کے مختصر ترین دور میں جس
استقلال، پامردی، جرأت کا ثبوت دیا وہ مورخین کے احاطہ تصور سے بھی ماوراء
ہے مجھے اس مقام پر اپنی زندگی کا ایک اہمٹ واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ ۳۶ھ کے
عید الاضحیٰ کے موقع پر انگلیڈ سے ایک پروفیسر میرے پاس آیا۔ میرے پاس اس
کا قیام دو ہفتے سے زیادہ رہا ایک دن دو دن گفتگو میں نے اس سے پوچھا کہ اسلام
کی صداقت کی سب سے اہم ترین بات تمہیں کون سی نظر آئی ہے۔ اس نے بلا توقف

کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنانا جس دورانِ نبی اور فراست پر مبنی ہے وہ کسی غیر نبی کا کام نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سینکڑوں جلیل القدر شمشیر زن جنگجو اور ہمدرد سپہ سالار موجود تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس امر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانشینی کی طرف راغب کیا وہ صرف فراست نبوت سے ایسا حکم دے سکتے تھے اور آگے چل کر زلمے نے دیکھ لیا کہ چند افراد کے علاوہ سوائے مہاجرین و انصار کے تمام اسلامی صوبے ارتداد کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ اور مزید برآں یہ کہ ایران اور روم کی عظیم سلطنتیں اپنے اپنے طور پر اسلام کے خلاف منصوبوں میں مصروف تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، فراست نبوت کا ایک عظیم شہکار تھے۔ جنہوں نے ایک طرح سے گویا از سر نو صدق اسلام کا پھر پراٹا لیا ہوتے اس دانشمندانہ حربی بصیرت سے مٹھی بھر مسلمانوں سے وہ کام لیا جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

مجھے اس انگریز پروفیسر کے تاریخی کلام سے سخت حیرانی ہوئی کہ ہم مسلمان کہلاتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لہیت، سخاوت، فیاضی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثاری، خدمات، عبادات، ورع، تقویٰ اور رقت قلب جیسے فضائل و مناقب سے واقف ہیں مگر اس انگریز نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے اس پوشیدہ گوشے کی کتنی گہرائی و گیرائی سے نقاب کشائی ہے۔

غرضیکہ شام کے ان حالات میں خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا خالد سیدنا اللہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جو اس وقت عراق کی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے کہ بلا توقف کم سے کم وقت میں چھوٹے سے چھوٹا راستہ اختیار کر کے شام پہنچو انسان شناسی کی انتہا!

نو ہزار فوج کے ہمراہ ایک بے مثال خطرناک ترین سفر

مئی ۶۳۲ء کے آخر میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا۔ آپ نے غطا کھول کر پڑھا۔ مرقوم تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عتیق بن ابو قحافہ رضی کی طرف سے خالد بن ولید رضی کے نام

السلام علیکم! میں تعریف کرتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور صلوات بھیجتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حیرہ سے نصرت ہو کر شام میں اس مقام پہنچو یہاں مسلمانوں کا اجتماع ہے اور جہاں وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہاں تک خطر پڑھنے کے بعد رک گئے انہیں اس بات کا خدشہ محسوس ہوا کہ شاید میرے عہدے میں کمی کر کے مجھے کسی دوسرے قائد کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ شاید عراقی فوجات کی وجہ سے کسی نے میرے خلافت خلیفہ رسول کو اکسایا ہو۔ مگر جب انہوں نے باقی خطر پڑھا تو یہ خدشہ دور ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا۔ میں تمہیں تمام اسلامی افواج کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تمہارے ماتحت ہوں گے۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے ساتھ لے جاؤ عراق کا انتظام مثنیٰ کے حوالے کر دو۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ مگر تمام اصحاب رسول اپنی فوج میں شامل کر لیتے۔ سیدنا مثنیٰ نے کہا فوج کی تقسیم نصف نصف آپ نے صحیح کی مگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے۔ آپ اپنے لشکر میں نصف صحابہؓ کو شامل کریں اور نصف میرے لشکر میں چھوڑ دیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا مثنیٰ کا یہ دعویٰ حق بجانب نظر آیا۔ اور انہوں نے از سر نو لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔

یہ روایت ایک حد تک تو اتار کا درجہ رکھتی ہے کہ مسلمان مجاہدین پر ایک ایسا وقت آئے گا جب دشمنوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہوگی اس حال میں وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ آیا ہمارے لشکر میں کوئی صحابی رسول ہے؟ جب انہیں ہاں میں جواب ملے گا تو یہ کہتے ہوئے بے خطر دشمن سے ٹکرا جائیں گے کہ رسول اللہ کے صحابی رضی کی موجودگی میں ہم انشاء اللہ ضرور فتح سے ہمکنار ہوں گے۔ ان کے بعد ایک ایسا وقت آئے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے کسی صحابی کی زیارت کی ہو؟ تو جب جواب اس بات میں ملے گا تو وہ دشمن پر یہ کہتے ہوئے حملہ آور ہو جائیں گے کہ جس لشکر میں ایسا شخص موجود ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کا شرف صحبت حاصل رہا ہو وہ ناکام نہیں رہ سکتا۔ انہیں کیا معلوم ہے کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی اپنے آپ کو شمار کر رہے ہیں گے جن کا در زبان ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی کی عیب جوتی بلکہ ان کی ذوات قدسیہ پر دشنام طرازی ہوگا۔

ایسی ہی کیفیات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے تھیں کہ انہوں نے تمام صحابہ کرام کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ مگر سیدنا مفتی بھی ایسی ہی قوت ایمانی کے پیکر تھے وہ کس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات قدسیہ کے فیضان سے محروم ہو سکتے تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پوری سرعت سے شام پہنچ کر لشکر اسلام کی قیادت سنبھالتی تھی مگر عراق سے شام پہنچنے کے راستوں سے وہ واقف نہیں تھے۔ آپ نے جنگی مشورت بلائی اور تمام صورت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ اور فرمایا ہم کسی ایسے راستے سے شام میں داخل ہونا چاہتے ہیں کہ کسی مقام پر رومیوں سے ٹھٹھ بھیر نہ ہو۔ اور راستہ بھی مختصر ہو۔ سب نے جواب دیا ہم کسی ایسے راستے سے واقف نہیں۔ اگر کسی راستے سے چند ایک مسافروں کا گزر ممکن بھی ہو تو موتی جون کے مہینوں میں جب صحرا سے گزرے نارین جاگے ایک بڑے لشکر کے ساتھ گزرنا ناممکن ہے آپ کے لشکر میں رافع بن عیمرہ نامی ایک مشہور جنگجو موجود تھے۔ انہوں نے کہا میں ایک ایسے راستے سے واقف ہوں جو مختصر ضرور ہے مگر صحرا کی ایک ایسی پٹی سے گزرنا

پڑتا ہے جو ایک لٹ و دق صحرا سے گزرتا ہے۔ ایک سو بیس میل کا سفر طے کرنے کے بعد ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اور ایک سو بیس میل کا سفر ایک عظیم فوجی لشکر جس میں اونٹ اور گھوڑوں کی لمبی لمبی قطاریں ہو چھ دن سے کم عرصے میں طے نہیں ہو سکتا عراق کا آخری آباد مقام قراق ہے اور صحرا عبور کرنے کے بعد شام کا پہلا آباد مقام سولہ ہے۔ البتہ پانچ دن کے سفر کے بعد پانی کا ایک چشمہ ہے۔ دارکونسل میں شامل تمام میروں نے اس راستہ پر سفر کرنے کے مخالفت کی۔ آج کی کتابی زبان میں یہ باتیں ہم ایک واقعہ کے طور پر پڑھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں مگر عملاً ایسا کرنا ایک انسان کی ہمت، جرأت اور الوالعزمی کا نمٹ نقش ہے۔ جون کا ہیڈ جس میں صحرا تپ کر کہہ نار بن جانا ہو۔ راستہ معدوم ہو اور صرف دلیل راہ پر بھر و سر ہو۔ صحرا کی ریت کی چمک سے آنکھیں کھلتی ہوں سفر کرنے کا ارادہ کر لینا ایک مافوق الفطرت کا راز نام ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ تمام مشکلات مجسم شکل میں موجود تھیں۔ مگر خلیفہ رسول کا حکم کہ بسرعت شام میں مقیم مسلمانوں کی مدد کو پہنچو۔ انہوں نے اراکین مجلس کو مخاطب کر کے نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا ہم اسی راستہ کو اختیار کریں گے۔ سالار لشکر حکم دیتا ہے اور نو ہزار کے لشکر میں سے ایک بھی اس حکم پر اعتراض نہیں کرتا۔ وہ لوگ اطاعت امیر کی عظیم مثال تھے۔ اسی لئے وہ گولے کی طرح عرب و عجم پر پھیل گئے۔

تصدقات اور تحیلات کی دنیا میں فردوسی کی تخلیق رسم و اسفندیار کے ہفتخوان دیو مالائی دنیا میں کرشن کا سد رشن پیکر اور رام کے لنکا پر حملے کے وقت ہنومان نامی بندر کا سخیونی بوٹی والا پہاڑ ہمالہ سے اٹھا کر لنکا پہنچا بڑی ہوشربا داستانیں ہیں ان داستانوں کو سن کر مسلمان کہاں خاموش رہ سکتے تھے ان کے ایک گروہ نے بجا والا نوار قسم کی کتب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پگھوڑے میں اتنے عظیم اژدہا کے بیڑے پھرتے ہوئے دکھایا جسے بصد مشکل دو صد آدمیوں نے اٹھا کر ماہر چھینکا اور آپس کی ذات اقدس سے اس قسم کی داستانیں منسوب کیں کہ آپس نے ایک کتوں میں داخل ہو کر کسی لاکھ جنوں کو قتل کیا۔ خوش عقیدگی کی بنا پر ایسی داستانوں

کی تحقیق سے کسی ایک گروہ کی قلبی مسرت کا سامان ہم پہنچنا الگ بات ہے مگر عملی دنیا میں کسی نہ ہونے والے کام کو سزا انجام دینا الگ بات ہے۔

واقعات ہیں سیدنا خالد سیف اللہؓ کے سفر از عراق تا شام کے بظاہر یہ ایک صحرائی سفر ہے۔ مگر توہنہ راکا مسلح لشکر لے کر اس صحرا کے عبور کے لئے چل نکلنا اور وہ بھی جون کے گرم ترین ایام میں الامان و اطمینان۔ یہ ان مسلمانوں کے عزم و استقلال، صبر و استقامت، ہمت و جرات اور تہور و شجاعت کی لازوال داستان ہے۔

اگلے روز اس سفر کا آغاز ہونے والا تھا کہ سیدنا رافع عجیب کشمکش کی حالت میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور کہا یا امیر! آپ اتنی بڑی فوج کو لے کر صحرا میں سفر نہیں کر سکتے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا رافع! تیرا بُرا ہوا اگر مجھے کسی دوسرے راستے کا علم ہوتا تو میں ضرور اسے اختیار کرتا۔ تمہیں معلوم نہیں شام میں مسلمان فوج کن مشکلات میں گھری ہوئی ہے اب تم ضرور میرے حکم کی تعمیل کرو آپٹے کا نام لیکر قراقرظ کے مقام سے صحرا میں داخل ہو گئے پہلے روز ہی سورج کی تپش نے صحرا کو کرہ نار بنا دیا۔ لوگ بگولے، چمکتی ہوئی ریت نے دماغ اور آنکھوں پر شدید اثر کیا۔ کوئی ایک دوسرے سے بات نہیں کرتا تھا۔ تمام لشکر صرف پانی اور اس جہنم دار میں پیاسے مرجلنے کی ہولناکیوں کے تصور میں گم تھا۔ وہ یہ سوچ کر کانپ کانپ جلتے تھے کہ اگر خدا نخواستہ سیدنا رافع رہنما بھول گئے یا ریت کی چمک سے اپنی آنکھوں سے محذور ہو گئے تو کیا ہوگا۔ رات آئی اور سپاہ نے حسبِ حسب معمول پڑاؤ کیا۔ مگر آنکھیں نیند سے خالی تھیں اور عجب اذیت کے عالم میں رات بسر ہوئی دوسرا تمام دن سورج کی آتش فشانی اذیت ہی ہوئی ریت پر سفر جاری رہا۔ رات آئی مگر پہلی رات سے بھی ہولناک۔ اکثر سپاہیوں کے مشکیزے پانی سے خالی ہو گئے تھے اور ان کی زبانیں خشک ہو کر چمڑ بن گئی تھیں یا سوخ گئی تھیں اب ان سب کی زبانوں پر حسبنا اللہ نعم الوکیل کے مقدس کلمات تھے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس ہولناک سفر سے پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی نے ہزاروں اونٹوں کو پیٹ بھر کر پانی پلایا تھا اور ان کے منہ باندھ دیتے تھے مگر یہ سب خرافات داستانیں ہیں۔ تجربۂ اذنط کے پیٹ میں پانی کا ذخیرہ ہونا غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اونٹوں کو پانی پلا کر ساتھ رکھنے کی نسبت ان پر پانی کی پکھالین لا کر ملنا آسان کام ہے۔ اسی قسم کی دہری روایات سلطان محمود غزنوی کے سومات پر حملہ کے وقت چولستان اور صحرائے راجپوتانہ سے گزرنے کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ بعض مورخین کی دماغی اختراع ہیں۔

اب تیسری شب کی آمد تھی یہ شب پہلی دو راتوں کی نسبت زیادہ بے چینی، اضطراب اور واہمہ لٹے ہوتے نازل ہوئی۔ ہر شخص کے دل میں رہ رہ کر مختلف قسم کے خیالات آتے تھے اگر رافع راستہ بھول گئے تو۔۔۔ اگر رافع چشمہ کے مقام سے آگے بڑھ گئے تو۔۔۔ اگر چشمے تک پہنچنے سے پہلے حواس کھو بیٹھے تو کیا ہوگا۔ یہ بات بھی ختم ہو گئی اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے فریضہ صبح کی ادائیگی کے بعد قافلہ چل نکلا یہ چوتھا روز تھا۔ مسلمان اپنے بچے کچے پانی سے ہمراہیوں کے ہونٹ ترک کر رہے تھے۔ قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔ پاؤں گھسٹ رہے ہیں۔ مگر زبانوں پر تسبیح و تحمید کے کلمات جاری ہیں۔ اللہ اللہ کر کے چوتھا دن بھی ختم ہوا اور چوتھی رات بے سوسمانی گھبراہٹ اور پاس و ناامیدی کے دیولے آنازل ہوئی آج انسان کے تخیل کی پرواز بھی ان سر بلند قانلوں اور مجاہدوں کی سرفروشی کے جذبات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ لیجئے اب پانچویں صبح طلوع ہو رہی ہے۔ اور سیدنا رافع رضی کے کہنے کے مطابق چشمہ طے کی امید ہے مگر یہ دوسرے اور واہمے بدستور دامنگیر ہیں کہ اس حدنگاہ سے پیرے دور تک پھیلے ہوئے آتش فشاں صحرائیں چشمے کا نشان بھی مل سکے گا یا نہیں۔ اب ستم بر بالائے ستم یہ کہ اکثر مجاہدین کی آنکھیں صحرائی چمکتی ہوتی ریت کی وجہ سے دیکھنے کی طاقت سے محروم ہوتی جا رہی ہیں اور سب سے بڑھ کر سیدنا رافع کی آنکھوں پر حملہ ہوا ہے۔ اور وہ دیکھنے، قوت سے محروم

ہو چکے ہیں جس جس کے کان میں سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کی معذوری کا ذکر پہنچا وہ اپنے مقام پر ٹھٹھک کر رہ گیا۔ مگر رحیم و کریم رب کی رحمت جوش میں آئی۔ اور سیدنا رافع نے چلا کر کہا کہ یہاں کہیں اس قسم کے دو ٹیپے تلاش کرو جن کی شکلیں عورتوں کے پستانوں کی طرح ہیں مجاہد ٹیلوں کی تلاش میں بھر گئے اور آخر ٹیپے مل گئے۔ سیدنا رافع نے کہا ان کے درمیان میں ایک بھاڑی کو تلاش کرو۔ مگر بسیار کوشش کے باوجود بھاڑی تو نہ ملی البتہ کسی پرانی بھاڑی کا ایک ٹھنڈا ملا آپ نے فرمایا اس کے نیچے زمین کھودو۔ اللہ کی شان کہ چند سیلے مارتے ہی پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مجاہدوں کی زبان سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ پیاسوں نے پانی پیا۔ جانوروں کو پلایا اور بعض مجاہد پانی کی پکھالیں بھر کر پیچھے کی طرف بھاگے تاکہ پیاس سے نڈھال پیچھے رہ جانے والوں کو پانی پلا تیں۔ اس کے بعد صرف ایک دن کا سفر باقی رہ گیا تھا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے سپہ سالار! آج سے تیس سال پہلے میں اپنے والد کے ہمراہ اس راستے اس لقمہ و دوق صحرا سے گزرا تھا۔ اللہ کا شکر کہ میرے حافظے نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا ساتھ دیا اللہ کی شان کہ پورا لشکر صحیح سلامت صحرا سے بچ نکلا۔ اب ان مجاہدین اسلام کی شان ملاحظہ ہو جن پر پانچ روزہ سفر کی صعوبات نے کسی بہت بڑی جنگ سے بڑھ کر مکمل تباہی کے کنارے پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے ایک دن آرام کرنا بھی اپنے اوپر حرام سمجھا۔ بلکہ اپنے پھروں سے بھی آرام کرنے کی ضرورت کا احساس نہ ہونے دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگایا۔ مجاہدین اسلام اپنے سالار کو دیکھ کر تازہ دم ہو گئے۔ اور گزشتہ خطرناک سفر کی تمام تلخ یادیں محو ہو گئیں۔

دوسرے روز سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے میلہ کذاب کی زرہ دربر کر کے ہم شام کا آغاز کیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ایک سرخ ٹوپی پہننے رہتے تھے۔ جس میں

چند سیاہ دھاریاں نظر آتی تھیں آپ کی نظر میں یہ تمام ہتھیاروں سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی بلکہ آپ اس ٹوپی کو اپنی فتح کا نشان سمجھتے تھے۔ اس ٹوپی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موتے مبارک سٹے ہوتے تھے۔ اس روز آپ نے بڑے اہتمام سے اس ٹوپی پر سرخ عمامہ باندھا۔ اور اپنے ہاتھ میں وہ سیاہ علم لیا جو عقاب کے نام سے مشہور تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ آپ کے ہمراہ نو ہزار تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لشکر تھا۔ جن میں آپ کے فرزند سیدنا عبدالرحمن خلیفہ رسول م سیدنا صدیق اکبر کے بیٹے سیدنا عبدالرحمن، سیدنا رافع بن عمیر رضی اللہ عنہما جو گذشتہ خط نامک صحرائی سفر میں دلیل راہ تھے سیدنا تقی بن عمرو رضی اللہ عنہما جو ایک پورے لشکر کے ہم پلہ تھا۔ سیدنا مزار بن الازدر رضی اللہ عنہما اور جنگی مہارت میں بے مثل تھے اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی شامل تھے۔ سہ پہر کے قریب یہ لشکر سوی کے قریب پہنچ گیا۔ سوی شام کی پہلی سرحدی بستی تھی۔ اس بستی کا مضافاتی علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ جو بھیڑوں کے ریوڑ اور مویشیوں کے گلوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ کے حکم سے تمام جانور آپ کے لشکر نے جمع کر لئے۔

ارک کی فتح | اگلے روز مسلمانوں کا لشکر ارک پہنچا۔ وہاں ایک معمر عالم رہتا تھا جو اپنی دوراندیشی اور عقلمندی کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ جب اسے مسلمانوں

کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنے لوگوں سے دریافت کیا۔ کیا اس فوج کا علم سیاہ رنگ کا ہے؟ کیا اس فوج کا سالار ایک دراز قد گھٹی داڑھی اور چوڑے شانوں والا آدمی ہے جس کے چہرے پر چند چھچک کے داغ بھی ہیں جب غیروں نے ان سب باتوں کی تصدیق کی تو اس نے کہا ان سے ذرا سنبھل کر جنگ کرنا چنانچہ محافظ فوج کے رومی سردار نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ شرائط پر صلح کر لی۔

سخنہ اور قدم | سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تین دستے ترتیب دیتے ایک دستہ سخنہ کی طرف اور دوسرا قدم کی طرف بھیجا۔ وہاں کے

باشعدوں نے خندہ پیشانی سے مسلمانوں کا استقبال کیا اور ان کی تمام شرائط تسلیم کر لیں۔

تدمر | تیسرے دن ابو عبیدہ الجراح کی طرف بھیجا اور پیغام بھیجا کہ میرے آنے تک مزید کوئی کارروائی نہ کریں۔ آپ خود تدمر (پلمیرا) کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ان لوگوں نے بھی جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اور وہاں کے حاکم نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک بہترین گھوڑا تحفہ دیا۔

قریتین | وہاں کے لوگوں نے کچھ مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

حوارین | اگلا پڑاؤ حوارین تھا۔ وہاں بھی کچھ رکاوٹ پیدا ہوئی مگر پہلی بھڑپ میں ہی ختم ہو گئی بے شمار مویشی مسلمانوں کو ملے۔

اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک طویل درہ عبور کرنا پڑا جو آج کل الشنیہ کے نام سے مشہور ہے وہاں نے اپنے جھنڈا گاڑا اور گھنٹہ بھر آرام کیا۔

مرج راہط | الشنیہ سے آگے بڑھے غدر سے ہوتے ہوئے مرج راہط کے مقام پر پہنچے یہ وہی تاریخی مقام ہے جہاں بعد میں عالم اسلام نے متفقہ طور پر امیر المؤمنین امیر وان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی اس وقت اس مقام پر عیسائی اپنے کسی فریبی تموار کے جشن میں لگن تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر تو جوں ہی وہاں پہنچی۔ جشن میں شامل تمام لوگ فوجی صورت میں ہتھیار ہو گئے۔ مگر پہلے حملے میں ہی تتر بتر ہو گئے۔

غوطہ | اگلی صبح آپ نے ایک دستے کو غوطہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی صلح کی پیشکش کی جو قبول کر لی گئی۔

امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پہلے شام میں مسلمان فوجوں کے کانڈرائیجف تھے۔ عمر چھاپس پچپن سال، قد لمبا، جسم دبلا پیلا اور چمکدار، قدرے خمیدہ چہرے پر وہاٹ اور شرانت کانور، آنکھوں میں فہم و فراست کی جگہ گاہٹ مختصر سی دائری خضاب سے لگیں علم و حلم کا پیکر اور دانتوں میں خلا یہ تھے سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح شام کی تمام جنگوں میں وہی زرد پرچم آپ کے ہاتھ میں رہا جو غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے۔

ادھر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ راستے کی دشواریوں سے نمٹتے آگے بڑھ رہے تھے اور ادھر سیدنا ابو عبیدہ رنہ شام میں اپنے قدم مضبوط کر رہے تھے۔ آپ کے پاس تین حبش تھے۔ سیدنا زید بن سیدنا ابی سفیان رنہ کا حبش۔ سیدنا شریبل بن حسنہ رنہ کا حبش اور ان کا اپنا حبش۔ حوران پر قبضہ کر چکے تھے اور اب بصریٰ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس بصریٰ کا عراق کے بصرہ سے کوئی تعلق نہیں۔

بصریٰ کی فتح | یہ بصریٰ حکومتِ غسان کا پایہ تخت تھا۔ یہاں عیسائی عربوں اور رومیوں کی ایک بھاری فوج ہر وقت موجود رہتی تھی۔ سیدنا ابو عبیدہؓ کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بڑھے چلے آ رہے ہیں اور انہیں ان کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا تو انہوں نے بصریٰ پر فوراً قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سیدنا شریبلؓ کو چار ہزار کا حبش دے کر بصریٰ فتح کرنے کیلئے بھیجا۔ بصریٰ کی محافظ فوج کی تعداد اس وقت بارہ ہزار تھی وہ سب قلعہ بند ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ مسلمانوں کا ہر اول دستہ ہے مگر دو روز تک جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو ان کی فوج قلعہ سے نکل آئی اور دونوں فوجیں آمنے سامنے صف آرا ہو گئیں رومی سپہ سالار اور سیدنا شریبلؓ

کے درمیان مذاکرات شروع ہوتے تو سیدنا شہیدِ حبیب رضی اللہ عنہ، جزیرہ یا جنگ کی شرائط پیش کیں۔ مگر رومیوں نے پہلی دو شرطوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ رومیوں کی فوج تین گنا زیادہ تھی۔ دوپہر تک مسلمان جم کر بڑھتے رہے مگر آخر ان میں کمزوری کے آثار نظر آنے لگے۔ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ سے کوئی ایک میل کے فاصلے تک پہنچ چکے تھے انہوں نے جس طرف جنگ کا شور و غوغا سنا اس طرف بڑھے اور فوری طور پر مہینہ کی قیادت سیدنا رافع بن عمر رضی اللہ عنہ کی قیادت سیدنا مزہب بن الازور رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور قلب میں تھوڑی سپاہ اڑ کے طور پر رکھ کر اس کی قیادت سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کے سپہ سالار کو شکست دی تو وہ بھاگ نکلا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خود جنگ میں شامل ہو گئے سیدنا ظہیر بن الازور رضی اللہ عنہ نے گرمی کی وجہ سے آزاد بند کے علاوہ تمام کپڑے اتار پھینکے اور بسیوں کو وصلِ بچم کیا۔ اس نیم برہنہ مجاہد اور غازی کی داستانیں ہفتہ بھر میں تمام شام میں پھیل گئیں۔ رومی ہلتے ہلتے قلعہ میں پہنچ گئے۔

دو عظیم انسانوں کی ملاقات | سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ محاصرہ کی ہدایات دینے کیلئے پیچھے پلٹے تو اچانک ان کی

نظر اس رجلِ عظیم پر پڑی جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے ائین الامت کا خطاب مرحمت ہو چکا تھا۔ جو شام کی فتوحات میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور عظمت حاصل کرنے والا تھا۔ وہ عالم اسلام میں اگرچہ ابو عبیدہ بن الجراح کے نام سے مشہور ہیں مگر ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔

نئے سپہ سالار نے جب پرانے سپہ سالار کو دیکھا تو انہیں کچھ تشویش ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ عظیم انسان اپنی غیر معمولی پرہیزگاری، دینداری،

تقدس اور حسن اخلاق کی وجہ سے مدینہ بھر میں ایک خاص مقام رکھتا تھا اور سیدنا ابو عبیدہ جانتے تھے کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنی بے پناہ خوبیوں کی وجہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر تھے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسکرتے جوتے آگے بڑھے چونکہ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پاسبانہ کھڑے تھے اس لئے سیدنا ابو عبیدہ گھوڑے سے اتارنے لگے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ اور آگے بڑھ کر ان کے پاس پہنچ کر ان سے مصافحہ کیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مختصر سی گفتگو کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ کی سالاری میں ان کے نائب کے طور پر کام کرنے پر اظہارِ نیت فرمادیا گیا۔ بصری کے محصورین نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ یہ واقعہ وسط جولائی ۶۳۲ء مطابق جمادی الاول ۳ھ کا ہے۔ بصری شام کا پہلا شہر تھا جو مسلمانوں نے فتح کیا۔ بصری کی ابتدائی دوروزہ جنگ میں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے۔ بصری کی فتح کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہاں سے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ اور لگتے جھڑپوں میں جو مال غنیمت ملا تھا اس کا پانچواں حصہ خلیفہ رسول کی خدمت میں بھیجا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے سیدنا شریحیل رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ وہ اجنادین کے مقام پر دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ انہیں ایک جاسوس نے آکر خبر دی کہ اجنادین کے مقام پر توڑے ہزار دشمن کا لشکر جمع ہے۔ اس وقت سیدنا یزید رضی اللہ عنہ دریائے یرموک کے جنوب میں تھے، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عرب میں تھے، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا شریحیل کے کچھ دستے خوران کے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے تمام سپہ سالاروں کو لکھا کہ اپنے اپنے جیوش لے کر بلا توقف اجنادین پہنچ جائیں۔ اس مقام پر اسلام اور عیسائیت کے درمیان سب سے بڑی جنگ ہونے والی تھی۔

جنگ اجنادین

اس وقت تک اسلامی جیوش کی کوئی منظم صورت نہ تھی۔ لباس مختلف، اسلحہ مختلف، نقل و حرکت قافلوں کے انداز میں البتہ میدان جنگ میں وہ نبیان مرموص کی صورت میں ڈھل جاتے تھے۔ کوئی بھی مسلمان فوج میں بھرتی ہو سکتا تھا۔ ان کی سپاہ کے طبوسات میں غنیمت میں حاصل کی ہوئی رومی اور ایرانی قبائیں اور مختلف انداز کے اسلحہ تھے۔ ان کے جیوش کے مستقل عہدیدار نہ تھے۔ اور نہ ہی کوئی مخصوص نشان قبائل کے بڑے بڑے سردار عام سپاہیوں کی طرح لٹتے تھے اور معمولی قسم کے سپاہی جنہیں کسی جنگ کے وقت کسی دستہ کا کمانڈر مقرر کیا جاتا تھا اس کے ماتحت نہایت جانفشانی سے ہل من مبارز کاغزو لگاتے ہوتے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے تھے۔ ان کے مقابلے میں رومیوں کی فوج باقاعدہ پلاٹون، کمپنیوں اور رجمنٹوں کی صورت میں منظم تھی۔ ان کے عہدیدار مستقل تھے۔ اور ان کی نقل و حرکت ایک تنظیمی انداز لیتے ہوتے ہوتی تھی۔

ضرورت کے وقت مسلمان سپہ سالار اپنے سواروں کو ایک رسالے کی صورت میں ترتیب دیتا۔ سلسلہ مواصلات اور عقب سے روشن اور رسد کی ہم سانی کا کوئی مستقل انتظام نہیں تھا اگر کسی موقع پر رسد تم ہو جاتی تو کھجوروں اور ستوں پر گزارہ کیا جاتا مگر رومیوں کو یہ کام سہولتیں حاصل تھیں۔

البتہ اسلامی لشکر جس طرف حرکت کرتا آگے آگے ہر اول دستہ ہوتا۔ جو پیش آمدہ حالات سے فوجی سپہ سالار کو باخبر رکھتا۔ اور ضرورت کے وقت وہی ہر اول دستہ دشمن سے ٹکر لینے سے بھی نہ ہچکچاتا۔ اس صورت میں مسلمان فوج نے بصری سے کوچ کیا۔

باوجود اتنی تفحص کے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس لشکر نے کون سا راستہ اختیار کیا مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیرہ مردار کے شمالی علاقہ سے ان کا گزر ہوا۔ یہ وشم کے قریب سے

پسپ پاپ یہ لشکر گزر گیا چونکہ وہاں ردیوں کی ایک بہت بڑی فوج موجود تھی۔
۲۴ جولائی ۱۳۳۱ء کو یہ لشکر اپنے ہدف پر یعنی اجنادین پہنچ گیا۔ دوسرے روز سیدنا عمر دین
العاص رضی اللہ عنہ بھی دادی عرب سے اپنا جیش لے کر پہنچ گئے۔ اس مقام پر مسلمان فوج
کی تعداد تیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس قدر فوج اس سے پہلے کسی مقام پر جمع نہیں ہوتی
تھی۔ اسلامی فوج کے پڑاؤ سے ردیوں کا فوجی پڑاؤ صرف ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ ردیوں کے
پاس ہزاروں قسم کی گاڑیاں تھیں، انہیں نقل و حرکت میں کافی وقت لگتا تھا۔ ردیوں
کا تمام لشکر و روانہ حاکم محص کی زیر قیادت جمع ہو گیا۔ جس کی تعداد نوے ہزار بیان کی جاتی
ہے۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے جس قدر جنگیں لڑیں۔ انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا
تھا کہ خدا نخواستہ کوئی افساد آن پڑے تو صحرا میں پناہ لے سکیں۔ مگر اجنادین ایک سرسبز و شاداب
علاقے کے درمیان واقع تھا معلوم ہوتا ہے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کی
قلت اور دشمن کی فوج کی کثرت کے تصور سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ
ایمان تھا کہ ہم ہر صورت میں فتح یاب ہوں گے۔ مسلمانوں نے جب اپنے مقابلے میں ردیوں کی اس
قدر فوج دیکھی تو ان میں قدرے اضطراب پیدا ہوا۔ *محمد بن خالد بن خالد* نے سب سے مخاطب کر کے کہا
مسلمانو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم نے اس سے پہلے ایسی فوج کبھی نہیں
دیکھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں انہیں شکست دی تو وہ اس کے بعد
کبھی تمہارے مقابلے پر نہیں آئیں گے۔ اپنے دین کی حفاظت کے لئے لڑو
اور ہرگز دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا۔ ورنہ جہنم کی آگ میں جلو گے۔۔۔ میرے حکم کے بغیر
حملہ نہ کرنا۔“

ادھر روانہ نے جنگی مشاورت طلب کی اور لڑائی کے متعلق نئے نئے انداز کے فیصلے کئے۔
سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کی فوج کا جائزہ لینے کے لئے چند رضا کا طلب
کئے۔ سیدنا ناصر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ سیدنا ناصر رضی اللہ عنہ سر سے کمر تک برسہ

ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے آپٹ ڈمن کے قریب ایک ٹیلے تک پہنچنے پاتے تھے کہ رومیوں کے تیس سواروں کے گھیرے میں آگئے۔ مگر انہوں نے نہایت چابکدستی سے گھیرا توڑا اور پیچھے کھسکنے لگے۔ رومی ان کے پیچھے پیچھے بڑھتے آرہے تھے۔ جب سیدنا ضرارؓ نے دیکھا کہ یہ رومی اپنے فوجی پٹاؤ سے کافی دور آگئے ہیں تو پلٹ کر ان پر ایسا حملہ کیا کہ تیس میں سے انیس کو واصل بچتم کر دیا۔ باقی گیارہ بھاگ نکلے۔ اور تمام رومی لشکر میں تمام رات اس خوفناک مرد بڑبڑ کی داستانیں بیان ہوتی رہیں۔ آپٹ اپنے لشکر میں پہنچے تو مسلمانوں میں جوش و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تمہیں صرف دریافت حالات کے لئے بھیجا تھا۔

نائب رومی سپہ سالار بقتلار نے ایک عرب جاسوس کو مسلمانوں کے کیمپ میں جاسوسی کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس پہنچ کر بقتلار کو بتایا کہ۔

مسلمان رات کو راہب ہوتے ہیں اور دن کو جنگجو اگر ان کے حکمران کا بیٹا چوری کرے تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیں۔ اگر زنا کرے تو اسے بھی سنگسار کر دیں۔“

بقتلار نے یہ سن کر کہا ایسی قوم سے جنگ کرنے سے زمین میں دھنس جانا بہتر ہے۔ ۳۰ جولائی ۶۳۲ء مسلمان غازیہ سے فارغ ہو کر اپنے سپہ سالار کے حکم کے مطابق میدان جنگ میں صف آرا ہو گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پانچ میل لمبے محاذ پر لشکر کو پھیلا دیا فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر کے قلب کو سپہ سالار معاً ذین جبل رضی اللہ عنہ، میسرہ کو سیدنا سعید بن عامرؓ اور یمینہ کو خلیفہ رسولؐ کے پسر سیدنا عبدالرحمنؓ کی قیادت میں دیا۔

میسرہ کے محافظ دستے کے سالار سیدنا شریصل رضی اللہ عنہ تھے۔ چارہنڈ سپاہی سیدنا زینبؓ نے سیدنا ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قلب کے عقب میں بوقت ضرورت استعمال اور پٹاؤ کی حفاظت کے لئے محفوظ رکھی۔

رومیوں کا لشکر بھی پانچ میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا تھا مگر ان کے لشکر کی صفیں مسلمان

لشکر سے تین گنا زیادہ تھیں۔ جن کے میاں رہب بڑی بڑی صلیبیں اٹھاتے اپنی فوج کے دلوں میں جوش پیدا کر رہے تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پورے محاذ کا ایک چکر لگایا۔ اور ہر جیش کو مناسب ہدایات دیں۔ آخر میں پٹاؤ میں مقیم خواتین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ہمہ وقت اپنے دفاع کے لئے تیار رہیں۔ تاکہ اگر رومی مسلمانوں کی صفیں چیر کر آپ تک پہنچ جائیں تو آپ اپنا دفاع کر سکیں۔

فریقین نے صف بندی میں تقریباً دو گھنٹے صرف کئے۔ سب سے اول رومی لشکر سے ایک بوڑھا اسقف آگے بڑھا اور فصیح عربی زبان میں گویا ہوا میں تمہارے سردار سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ تو اسقف نے کہا میرا آقا اور دان تمہارے ساتھ فیاضی سے پیش آنا چاہتا ہے اگر تم واپس جانا چاہو تو ہر سپاہی کو ایک دینار ایک قبا اور ایک عمامہ دیا جائے گا اور تمہیں سو دینار سونو قبا تیں اور سو عمامے۔ ورنہ تمہیں معلوم ہے کہ ایرانی ہم سے لمحجے تو ان کا کتنا برا ہتھیار تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت مناسبت سے بوڑھے اسقف کی یہ لمن ترانیاں سنیں اور اپنی وہی تین شرائط پیش کیں۔ اسلام، جہیز یا جنگ اسقف نے واپس جا کر وردن کو اسلامی سپہ سالار کا پیغام پہنچایا تو اس نے غصے میں آ کر کہا میں ان مسلمانوں کو ایک ہی قیامت خیز حملے میں تباہ کر دوں گا چنانچہ دوپہر سے کچھ قبل رومی تیراندازوں نے جنگ شروع کر دی۔

سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جوابی کارروائی کرنا چاہی مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ ابتدائی کارروائی رومیوں کے حق میں رہی۔ آخر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو جوابی کارروائی کی اجازت ملی۔ اس روز آپ نے اپنے معمول کے خلاف زرہ اور خود پہن رکھے تھے مگر جب رومی آگے بڑھے تو آپ نے سب کچھ اتار کر پھینک دیا چنانچہ رومیوں کے لشکر سے ”برہنہ مرد کارزار“ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پہلے پہلے میں ہی آپ نے عمان اور طبریک کے حاکموں

اور کئی دوسرے رومیوں کو قتل کر دیا۔ پھر دس رومی پہلوان آگے بڑھے تو سیدنا خالد سیف اللہؓ نے دس ہانبا زول کو ساتھ لے کر ان کا راستہ روک لیا۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ اب ٹولوں میں رومی آگے بڑھتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ دوپہر ڈھلتے ہی مسلمان فوج اپنے سپہ سالار کے حکم سے رومیوں پر ٹوٹ پڑی۔ سپہ پر ختم ہوتے جنگ رگ گئی۔ بے حساب رومی قتل ہوئے۔

رات کو وردان نے جنگی مجلس طلب کی۔ وہ گھبرا ہوا تھا کیونکہ ہزاروں رومی قتل ہو چکے تھے۔ اور صرف چند مسلمان شہید ہوتے تھے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اگلے روز مسلمان سپہ سالار کو صلح کے لئے بلایا جائے جب وہ قریب آتے تو کین گاہ میں چھپے ہوئے رومی نکل کر اسے قتل کر دیں چنانچہ داؤد نامی ایک عیسائی کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا کہ صبح دو دنوں سپہ سالار تمنا گفتگو کریں۔ داؤد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اپنے سپہ سالار کا پیغام پہنچایا۔ مگر اپنے لئے جواب دیا۔ اسلام، جزیہ یا جنگ کے بغیر صلح کی اور کوئی صورت نہیں ڈوڑونے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے تیرور دیکھے تو کہنے لگا۔ آپ مجھے اور میرے کہنے کو امان دیں۔ تو میں حقیقت بیان کر دوں۔ اجازت ملنے پر اس نے وردان کی تمام سکیم بیان کر دی داؤد نے واپس جا کر وردان کو اصل بات نہ بتائی البتہ یہ کہا کہ آپ کے کہنے کے مطابق مسلمان سپہ سالار آپ سے تنہائی میں بات کرنے کے لئے تیار ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دس مسلمان فوجیوں کو مناسب ہدایات دے کر مقررہ مقام پر پہنچے۔ وردان شامانہ کر وفر کے ساتھ جواہرات سے آراستہ بکتر اور تلوار پہنے آگے بڑھا۔ اور اسلامی فوج کے سپہ سالار پر رعب گانٹھنے لگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے درشت اور جارحانہ انداز سے جواب دیا اور کہا او عیسائی کتے کیا بکواس کر رہا ہے۔ وردان اپنی سکیم کے مطابق تلوار چھینک کر آپ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ دس رومی پہلوان اس کی ہدایت کے مطابق گھات تک نکل آئے۔ مگر ان کا سالار وہی نیم برہنہ شخص تھا۔

دس سال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گھات میں چھپے دس رومیوں کو قتل کر کے ان کا لباس اپنے

دس آدمیوں کو پناہ دیا تھا۔ اب سیدنا ضرارؓ، وردان کے سر پر تھے وردان نے گھگھیا کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو کہا تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کرو میں اس کے ہاتھ سے قتل نہیں ہونا چاہتا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور انہوں نے وردان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ وردان کے قتل کے بعد دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ جب رومیوں پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی تو ہدایت کے مطابق سیدنا زبیر بن سیدنا ابی سفیان رضی اللہ عنہم اپنا چار ہزار کا لشکر لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے مسلمان سپاہ کی ایک ٹولی رومیوں کے قلب میں پہنچ گئی اور قبقلار کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر رومی بھاگ نکلے۔ کچھ رومی یا فانی طرف کچھ غزہ کی طرف اور کچھ یرشلم کی طرف بھاگے۔ رومی جگڑوں کا تعاقب اور قتل غروب آفتاب تک جاری رہا۔

یہ ایک عظیم اور کامل فتح تھی۔ جنگ بھر پور اور زور دار ہوتی تھی۔ جنگ اجنادین نے شام کی تخریب کا راستہ کھول دیا۔ یہ درست ہے کہ جنگ اجنادین میں فتح حاصل کرنے سے مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی مگر ابھی شام اور فلسطین کے شہروں میں رومیوں کے بڑے بڑے لشکر موجود تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے فتح سے تیسرے روز کوہ خلیفہ رسولؐ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہوئے بتایا مسلمان صرف ۲۵۰ شہید ہوتے ہیں مگر رومی پچاس ہزار قتل ہوتے ہیں۔ جن میں چوٹی کے سالار اور عمدیلار بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس فتح کی خوشی میں اللہ اکبر کے نعروں سے فضائیں گونج اٹھیں۔ جہاد شام میں شامل ہونے کے لئے مزید رضا کار مدینہ پہنچنے شروع ہوئے۔ ان رضا کاروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ شام پہنچ کر وہ اپنے بیٹے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حبش میں شامل ہو گئے۔ خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ نے رضا کاروں کے ذریعے پیغام بھجوایا کہ وہ دمشق کا محاصرہ جاری رکھیں اور اس کی فتح کے بعد حص

اور انطاکیہ پر حملہ کریں۔

مہر قل خود محمد میں مقیم تھا۔ اجنادین کی شکست کی خبر سن کر وہ بلبلا اٹھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اب دمشق کی طرف بڑھے راستہ میں فحل کی مشہور چھاؤنی تھی۔ اپنے بھائی سیدنا ابوالاعور رضی اللہ عنہ کو فحل پر نظر رکھنے کا حکم دیا۔ اور خود دریائے بیسوک کے کنارے یا قوصہ پہنچ گئے۔ یا قوصہ میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ پھر دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔

جنگ مرج الصفر

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جیسا رومیوں کو معلوم ہوا کہ انہیں اب دمشق پہنچنے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تو انہوں نے نہایت دور اندیشی سے ان کو راستہ میں ہی روکنے کے لئے دمشق سے بارہ میل کے فاصلہ پر مرج الصفر کے مقام پر اپنی فوج کو جمع کیا۔ ۱۹ اگست ۳۲۱ء مطابق ۱۹ جمادی الآخر ۳۱۷ھ کو یہ جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں انفرادی پُرکئی بھڑپیں ہوتیں۔ رومیوں کے لشکر میں کئی نام و در جنگجو تھے۔ پہلی بھڑپ اس طرح شروع ہوئی کہ چند رومی جنگجو اپنی صفوں سے آگے نکل کر مبارزت طلب ہوئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ضرار بن، سیدنا شریح بن، سیدنا عبد الرحمن بن خلیفہ رسول اور چند دیگر مجاہدین کو ان سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ ہر مسلمان مجاہد نے اپنے مقابل رومی جنگجو کو قتل کر دیا۔ نیم برہنہ مجاہد کبیر سیدنا ضرار بن کئی رومیوں کو ہلاک کیا۔ اب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو واپسی کا حکم دیا اور خود آگے بڑھ کر مبارزت طلب کی۔ رومی لشکر میں کلوس اور عزازیر دونوں نامی گرامی سالار تھے۔ اور لڑائی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مگر دونوں کے درمیان کچھ رقیبانہ ہشمت تھی۔ عزازیر کے طعنوں سے مشتعل ہو کر کلوس آگے بڑھا۔ کلوس نے بڑے ماہرانہ انداز میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا نیزے اور تلوار کے

بعد کشتی تک نوبت پہنچی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کلوں کو پھیل کر گرفتار کر لیا۔ عزازیر کلوں کی گرفتاری سے دل میں بڑا خوشی ہوئی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا میں شام کا مرد میدان ہوں۔ میں ایرانیوں کا قاتل ہوں۔ میں ترکی عساکر کو نیست و نابود کرنے والا ہوں میں ملک الموت کا ہم نام عزرائیل ہوں۔ اس نے قریب پہنچ کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کلوں کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے۔ اگر تم اسے قتل کر کے اس کا سر مجھے دے دو تو میں اس کے بدلے میں تمہیں ایک ہزار دینار زرِ رفعت کی دس قبائیں اور پانچ گھوڑے نذر کروں گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا یہ تو کلوں کے سر کی قیمت ہوتی تم اپنے سر کی کیا قیمت دو گے۔ عزازیر یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوا۔ عزازیر کی جنگی مہارت اور لڑائی کے داؤ پیچ نے آپ کو حیران کر دیا اس نے اچانک رخ بدلا اور جھانگنے کے انداز میں، میدان کے چکر کاٹنے لگا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے اوردو آگے آگے۔ اب آپ نے عسوس کیا کہ میرا گھوڑا خشک گیا ہے اور عزازیر کا گھوڑا ابھی تازہ دم نظر آتا ہے۔ مورخین نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اور عزازیر کی گفتگو بڑے دلچسپ انداز میں قلمبند کی ہے۔ عزازیر ایک لسان، حاضر جواب اور شگفتہ مزاج انسان تھا جب اس نے مسلمان سالار اعظم کے گھوڑے میں تھکاوٹ کے آثار دیکھے تو اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور کہنے لگا میرے عرب بھائی یہ مت سمجھ کہ میں ڈر کر بھاگا تھا۔ دراصل میں تم پر کرم کر رہا ہوں میں عزرائیل ہوں میں روحوں کو قبض کرنے والا ہوں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑا چھوڑ دیا۔ عزازیر یہ دیکھ کر ان پر جھپٹا مگر آپ نے نہایت پھرتی سے اس کا وار بچا کر اس کے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں کاٹ دیں۔ عزازیر اپنے گھوڑے کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا۔ اپنے نہایت چابکدستی سے اسے گرفتار کر لیا۔ عزازیر کی گرفتاری پر رومی فرخون نے اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ عین اس وقت امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے جیوش لے کر پہنچ گئے۔ گھنٹہ بھر کی شدید جنگ کے بعد رومی ہزاروں

لاشیں چھوڑ کر دمشق کی طرف بھاگ نکلے۔

دمشق

دمشق کو اس زمانہ میں جنت شام کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہی مقام خلفائے بنو امیہ کا دار الخلافہ بنا۔ جہاں بیٹھ کر خلفائے بنو امیہ نے چار دہائیوں کا عالم میں اسلام کے پھر برے اڑائے۔ دنیا بھر کی ہر چیز یہاں بافراط میسر تھی۔ یہاں دولت تھی۔ تہذیب تھی۔ ثقافت تھی عبادت گاہیں تھیں، فوج تھی۔ اور تہذیب کا گہوارہ تھا۔ شہر کا مرکزی حصہ گیارہ میٹر فصیل کے اندر واقع تھا۔ فصیل شہر کے باہر مصنافات اپنی سرسبزی و شادابی میں اپنا مخصوص مقام رکھتے تھے۔ شہر کے فصیل طولاً ایک میل اور عرضاً نصف میل تھی اس میں داخل ہونے کے لئے چھ دروازے تھے۔ باب شرق، باب توما، باب جابہ، باب فوادیس۔ باب کیسان اور باب صغیر، شمالی فصیل کے ساتھ ایک معمولی سا دریا بہتا تھا۔ دمشق میں ہر قتل کا داماد توما فوجی سپہ سالار تھا۔ وہ ایک بے نظیر شجاع فوجی قیادت میں ماہر، ذہانت اور علم و فضل کا پیکر ایک مخلص عیسائی تھا اس کا نائب ہر بیس نامی ایک عیسائی جانا تھا۔ دمشق کی محافظ فوج کا سالار عزادیر تھا۔ جو مسلمانوں کے محاصرے سے پہلے ہی دوسرے سالار کولیس کے ہمراہ مرج الصفر کے مقام پر گرفتار ہو چکا تھا۔

ہر قتل کو جنادین میں رومیوں کی شکست نے چونکا کر دیا تھا۔ اب اس نے انطاکیہ کو اپنا مرکزی مقام بنا کر دمشق کے دفاع پر پوری توجہ منطقت کر دی تھی اس نے انطاکیہ سے پانچ ہزار کا لشکر کلاس کی قیادت میں دمشق روانہ کیا تھا۔ کلاس کی گرفتاری کا ذکر سابقہ سطور میں گزر چکا ہے تو مانے بڑی دوز اندیشی سے دمشق میں سامان رسد جنگی اسلحہ اور فوجوں کے جمع کرنے کا انتظام کیا۔

اسلامی لشکر میں فوجی نوعیت کی پہلی تنظیم

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ روہیوں سے جنگیں لڑ کر اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب ان کی طرز پر اسلامی لشکر کو متعدد چھوٹے چھوٹے جیشوں میں تقسیم کر کے انہیں چند بڑے جیوش کی شکل دی جاتے۔ اور وہ فوجی جیوش سپہ سالار اعلیٰ کے مقرر کردہ جیوش کمانڈروں کے حکم کے پابند ہوں۔ اس سے پہلے صرف لڑائی کے وقت ایسی صورت اختیار کی جاتی تھی۔ مگر اب یہ حکم ہر وقت کے لئے لازمی تھا۔ رسد کی فراہمی، خبروں کے پہنچانے کا انتظام، مخبری جاسوسی، رسالوں کے جیش الگ الگ شعبوں میں تقسیم کئے دور حاضر میں تمدن ترین فوجوں کی تقسیم کی بنیاد کا سہرا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے۔ خفیہ خبر رسانی کا اس فار اعلیٰ انتظام کیا کہ انہیں براہ راست لڑنے کی خبریں پہنچی رہتی تھیں۔ مرج الصفر کی فتح کے بعد اسلامی لشکر دمشق کے مضافات میں پہنچ گیا۔ ۱۹ جمادی الثانی کو مرج الصفر کی جنگ لڑی گئی اور ۲ جمادی الثانی کو مسلمانوں نے دمشق کو گھیرے میں لے لیا۔ دمشق میں اس وقت ۱۵-۱۶ ہزار مستقل رومی فوج تھی۔ اور شہر کی آبادی میں مضافات سے بھاگ کر پناہ لینے والوں کی تعداد کا اندازہ نہیں مسلمان لشکر کی تعداد فتوحات شام کی ابتداء میں اٹھارہ ہزار تھی۔ مگر متعدد جنگوں میں ان کے سینکڑوں سے متجاوز مجاہد شہید ہو چکے تھے۔ بے شمار زخمی تھے۔ ان میں سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستہ نفل کے مقام پر متعین کر رکھا تھا۔ ایک متحرک دستہ روہیوں کے امدادی دستوں کی مزاحمت کے لئے مامور کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنا فوجی مرکز ایک خانقاہ میں قائم کیا۔ اور خانقاہ کے راہبوں نے مسلمان زخمیوں کی تیمارداری کے فرائض بخوشی ادا کئے۔ عراق سے صحرائی سفر کے وقت مسلمان فوجیوں نے اپنی خواتین کو مدینہ بھیجا تھا۔ مگر جب وہ شام میں پہنچے تو کئی فوجیوں کی عورتیں لشکر میں پہنچ گئیں حالات نہایت محذور تھے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت وہ نہ

تو خود آرام کرتے تھے نہ کسی کو آرام کرنے دیتے تھے۔ مدینہ سے آنے والی خواتین کے ہمراہ ہزاروں رضا کار بھی پہنچ چکے تھے۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ امدان کی زوجہ سیدہ ہندہ کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے نخل کے دستے اور متحرک دستے کے علاوہ باقی لشکر کو چھ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر جیش میں چار ہزار سے پانچ ہزار تک مجاہد تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان فوجیوں کی تعداد مجموعی طور پر تیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ہر جیش پر ایک مستقل سالار مقرر کر کے انہیں شہر کے مختلف دروازوں پر متعین کیا۔

باب جاہلیہ - امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی

باب توہاب - سیدنا شریحیل رضی

باب فرادین - سیدنا عمرو بن العاص جو آگے چل کر فاتح مصر ہوئے۔

باب کیسان اور باب صغیر - سیدنا زید بن سیدنا ابی سفیان رضی

سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو دو ہزار سواروں کا متحرک دستہ کر حکم دیا کہ وہ ہر وقت گشت کر کے دیکھ بھال کرتے رہیں اور اگر کسی دغا دے سے رومی نکل کر کسی اسلامی جیش پر حملہ کریں تو ان کی مدد کریں۔ رومی فوجیوں کے فرار کے تمام راستے بند کر دیتے۔ مگر یہ ہدایت بھی کی کہ اگر شہری لوگ کہیں جانا چاہیں تو رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

محاصرے سے دوسرے دن غزیر اور کلوس کو بیڑیوں میں جکڑ کر فصیل کے سامنے لایا گیا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ فصیل پر گشت کرنے والے رومیوں کے سامنے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے ان کی گردنیں مار دیں۔ محاصرے کو تین ہفتے گزر گئے مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ ہر قتل نے بارہ ہزار ہر مشتمل سپاہ

کو سلمان رسد دے کر دمشق روانہ کیا۔

بیت لہیا کی جنگ

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جب ہرقل کی ملک کے متعلق ان کے مخبروں نے بتایا تو آپ نے پانچ ہزار سواروں کا جیش برہنہ مرد کارزار یعنی سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیت لہیا کی طرف بھیجا۔ اور جلد بازی سے احتراز کرنے کی ہدایت کی۔ مگر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اور احتیاط بالکل متضاد چیزیں تھیں۔ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کو بطور نائب سالار ان کے ہمراہ بھیجا۔ بیت لہیا کے مقام پر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کے پانچ ہزار لشکر ہرقل کی بارہ ہزار منظم فوج سے بھڑ گئے۔ نیم برہنہ مرد کارزار نے تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھ دیا اور دشمن کی فوج میں دو رتاک اندر چلے گئے۔ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کا دایاں بازو دشمنوں کے تیر سے بڑی طرح زخمی ہو گیا۔ رومیوں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور انہیں گرفتار کر کے اپنے لشکر کے عقب میں بھیج دیا۔ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے انہیں دشمن کے جنگل سے آزاد کرانے کے لئے بڑی شدت سے کئی حملے کئے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ وقت بڑا نازک تھا۔ اگر وہ سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کی طرف کمک بھیجتے ہیں تو رومی دمشق کا محاصرہ کسی وقت بھی توڑ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور اگر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کو کمک نہیں پہنچتی تو رومی لشکر سیدنا رافع رضی اللہ عنہ کے لشکر کو نہر میت دے کر دمشق پہنچ سکتا ہے۔ آخر آپ نے بڑی دوامدیشی سے خود بیت لہیا پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس طریقہ سے کہ دمشق کے محصورین کو ان کی غیر حاضری کا علم نہ ہو سکے۔

تاریخ اسلامی کا زندہ جاوید کردار اور ایک اہم نقش

دشمن میں فوج کی قیادت امین الامت سیدنا ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کر کے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ آدھی رات کے قریب اپنے چار ہزار آدمودہ کار ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بیت لہیا کی طرف روانہ ہوتے۔ اور صبح کے آثار نمودار تھے ہی میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دشمنوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے جیش کے عقب سے سیاہ کپڑوں میں ملبوس پھر برے بدن کا ایک نوجوان چار اینٹہ پہنے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں نیزہ لئے دشمن کے سامنے کی صف پر پھپھٹا۔ سوار کی صورت آنکھیں نظر آتی تھیں۔ یہ سوار گھوم گھوم کر نہایت غضب ناک انداز میں دشمنوں پر پھپھٹا رہا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا نقاب پوش رومی لشکر کے کسی ایک مقام کو نشانہ بنا رہا ہے اور ایک دور دمیوں کو ہلاک کر کے گھوڑے کو پیچھے گھماتا ہے اور پھر دوسرا حملہ کرتا ہے۔ چند رومی اسے گھیرے میں لینے کے لئے آگے بڑھے مگر جو اس کے سامنے آیا ڈھیر ہو گیا۔ جب مسلمانوں کی پوری فوج نے رومیوں پر حملہ کیا اس وقت بھی اس نوجوان نے اپنی انفرادی جنگ جاری رکھی۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان کے قریب پہنچ کر کہا اے جاننازا تو کون ہے اور اپنا نام بتانا کہ ہم تیری مناسب قدر و منزلت کر سکیں۔ مگر نقاب پوش سوار ان کے قریب سے کتر کتر بھل گیا اور دومیوں پر ایک بار پھر لپکا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس سوار کے قریب ایک بار پھر پہنچے اور کہا تم اپنی قدر ہمارے دلوں میں بٹھانے کیلئے بہت کچھ کر چکے ہو۔ بتاؤ تم کون ہو؟ نقاب پوش نے گھوم کر جب سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا تو آپ بصد مشکل اپنے آپ پر قابو رکھ سکے وہ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ اس نے کہا یا امیر! میں محض حیا کی وجہ سے آپ سے منہ پھیر لیتی رہی۔ میں نولہ بنت الاذدر ہوں اور ضرارہ کی بہن میرا بھائی گرفتار ہو گیا ہے میں

جب تک اسے دشمن کی قید سے آزاد نہیں کرالوں گی لڑنے سے ہاتھ نہیں روک سکتی۔
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے اختیار نکلا الاذور کتنا خوش نصیب
 ہے جس کے گھر ضرار رحمہ اور خولہ رحمہ جیسی اولاد پیدا ہوئی۔ لڑائی دوپہر کے قریب رومی فوج
 کی شکست کی صورت میں اختتام پذیر ہوئی۔ مگر سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ معلوم نہ ہوا
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کو حکم دیا کہ رومی فوج کے عقب کی طرف
 بڑھو۔ جب مسلمانوں کا دستہ تیز رفتاری سے آگے بڑھا تو انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کا ایک
 دستہ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر پابندھے بھاگا جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ
 کر ان پر حملہ کر دیا اور سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو ان کی ترلاست سے چھڑالائے سیدہ خولہ رحمہ
 بھی مسلمانوں کے اس دستے میں شامل تھیں۔ جوں ہی انہوں نے بھائی کو دیکھا بھاگ کر اس
 سے لپٹ گئیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سحر بن الاسود کی قیادت میں ایک حبش
 کو جھگڑوں کے تعاقب میں بھیجا اور خود دمشق واپس پہنچ گئے۔

تسخیر دمشق

رومیوں کی امدادی فوج کی شکست کی خبر دمشق پہنچی تو وہاں سراسیمگی پھیل گئی انہیں
 اب مزید کسی ملک کی کوئی امید نہ رہی ہر طرف سے ناامیدی کے بادل امانڈ کر چھا رہے تھے
 چنانچہ ممتاز شہریوں کا ایک وفد روم کے پاس پہنچا اور کہا کہ مسلمان سپہ سالار سے صلح کی گفتگو
 کی جلتے۔ مگر وہ نہ مانا ستمبر ۶۳۷ء کے تیسرے ہفتے تو انے ایک دروازے سے باہر نکل کر مسلمانوں
 پر حملہ کر دیا۔ اس دروازے پر سیدنا شریح بن جبلیہ کا لشکر تھا۔ متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ جن میں
 سیدنا ابان بن سعید رحمہ بھی تھے۔ ان کی شادی ہوتے ابھی چند دن ہی ہوتے تھے۔ ان کی زہر
 ایک اور بہادر خاتون

ایک جانباز تیرانما ز خاتون تھیں۔

اس فوجوان بہادر بیوہ خاتون نے دشمن کے ایک اسقف کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا جو ایک بہت بڑی صلیب اٹھاتے اپنے لشکر کو جنگ کے لئے ابھار رہا تھا۔ تاہم رومیوں کا پلہ بھاری رہا۔ تو ما بڑھ بڑھ کر حملہ کرتا تھا۔ تو ما مسلمان سالار سیدنا شہر جیل رنہ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اسی بیوہ خاتون نے تاک کر اس کی آنکھ میں تیر مارا۔ وہ تیر کھلتے ہی گر پڑا۔ اس کی فوج نے اسے اٹھایا اور بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئی۔ اس روز اس بہادر خاتون کی تیر اندازی سے بے حساب رومی مارے گئے۔ تو ما کی آنکھ سے تیر نہ نکل سکا اور اسے کاٹ دیا گیا۔ اس نے اسی رات دوبارہ حملے کا حکم دیا۔ سیدنا شہر جیل رنہ کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی۔ ان کی مدد کے لئے نیم برہمنہ مرد کا دراز سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ تو ما نے حکم دیا کہ تمام دروازوں سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ سیدنا شہر جیل رنہ کے مقابل رومیوں کو سیدنا ضرار رنہ پسا کرنے کے بعد سیدنا بزیڈ بن سیدنا ابی سفیان رنہ کی لگب کو پہنچ گئے۔ اور وہاں سے بھی رومیوں کو بھگا دیا رومی جس طرح قلعہ سے باہر آچکے تھے۔ اسی طرح بھاگ کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ مگر اپنے پیچھے ہزاروں لاشیں چھوڑ گئے۔ سیدنا شہر جیل رنہ کے ہاتھوں رومی گھیرے میں آگئے۔ تو ما نے بڑی جواغردی کا مظاہرہ کیا مگر آخر بھاگ کر جان بچاتی رومی دمشق میں از سر نو صورت حال پر غور کرنے لگے۔

ایک عاشق تا مراد کی وارفتہ مزاجی

ایک یونانی عیسائی یونس ابن مرقس کی ایک یونانی دوستیہ سے شادی ہوتی تھی جسے وہ والمانہ انداز میں چاہتا تھا مگر مسلمانوں کے حملے کی وجہ سے رخصتی معرض التوا کی نذر ہو چکی تھی۔ اس کی تمام منت خوشامد بیکار ہو گئی تو وہ اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنا کر سیدنا خالد سیف اللہ رنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اگر آپ میری زوجہ میرے حوالے کر دیں تو میں آپ کو قلعہ میں داخل ہونے کا تھیہ راستہ بتاتا ہوں۔ آپ کو اس کی بات میں صداقت نظر آتی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان

ہو گیا۔ اور حسب وعدہ آپ کو شہر میں داخل ہونے کا طریقہ بتایا۔ آپ قلعہ کے ایک ایسے مقام سے جہاں رومی فوج کی تعداد کم تھی۔ کندیں لگا کر سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ اور بن عریضہ فیصل پر پہنچ گئے۔ چند اور جانباز بھی فیصل پر پڑھ گئے اور سب نے لڑتے بھڑتے باب الشریق کھول دیا۔ اس ہنگامہ میں رومی فوج مقابلہ پر پہنچ گئی۔ تو مانے یہ صورت حال دیکھی کہ اگر قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا تو جہاں بچانی مشکل ہو جائیں گی وہ دوسرے دروازے کی طرف لپکا جس کے باہر امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جیش تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر صلح کی شرائط طے کیں اور قلعہ کا دروازہ کھول کر انہیں ہمراہ لے کر شہر میں پہنچ گیا ایک طرف سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بزور شمشیر نصف شہر فتح کر چکے تھے اور دوسری طرف باب جابیہ سے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ عیسائیوں کے جلو میں آگے بڑھ رہے تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے کی کاروائی کا کوئی علم نہ تھا۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو ایک عجیب منظر پیش آیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نصف شہر بزور شمشیر فتح کیا ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت ایک دستے کے سالار تھے۔ ان دونوں عظیم ہستیوں کی اس وقت کی گفتگو کو اکثر مورخین نے قلمبند کیا ہے۔ امین الامت سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بظاہر ایک ماتحت سالار تھے مگر ان کے پاس ایک ایسی طاقت تھی جس کا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا۔ اور سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے محل عالی حوصلگی، وسیع مشربی اور بردباری کی وجہ سے ایسے نازک وقت میں اپنی پوزیشن کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اللہ اللہ وہ کس قدر بلند ترین کردار کے حامل لوگ تھے۔ انہوں نے نہایت عالی حوصلگی سے سیدنا خالد سیف اللہ کے غصے کو برداشت کیا۔

باقی تین حیووش کے سالار بھی موقع پر پہنچ گئے۔ تو نہایت بے چینی سے دو مسلمان سالاروں کی باتیں سن رہا تھا۔ بظاہر تمام اختیارات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ حقیقت میں اصل اختیارات اب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے

بہر حال صلح نامہ لکھا گیا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط پیش کی کہ رومی شہر چھوڑ دیں مگر زبور راہ کے علاوہ یہ کچھ بھی اپنے ہمراہ نہیں لے جا سکیں گے۔ سیدنا ابو عبیدہ نے فرمایا میرا ان سے جو معاہدہ ہوا ہے اس میں یہ بات شامل ہے کہ رومی اپنا تمام ساز و سامان لے جا سکتے ہیں۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طبیعت پر جبر کر کے یہ شرط بھی تسلیم کر لی۔ شرح بجز یہ ایک دینار فی کس مقرر ہوتی اور یہ وعدہ ہوا کہ تین دن کے اندر یہ لوگ شہر خالی کر کے جہاں جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ مگر تین روز کے بعد مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ جو بھی رومی سامنے آیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ شہر خالی ہوتا رہا۔ مال و اسباب سے لدی کا طریقہ شہر سے نکلتی رہیں۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ مال و اسباب کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر افسوس کرتے رہے۔ ہر قتل کی بیٹی تو ماکی بیوی بھی اس قافلے میں شامل تھی۔ اور اس دار فتنہ مزاج عاشق کی محبوبہ بھی قافلے کے ہمراہ جا رہی تھی۔ اچانک سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عقب میں ایک سسکی کی آواز سنی گھوم کر دیکھا تو یونس تھا۔ آپ نے فرمایا یونس! اب تمہارا معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

جنگ مرج الدیم سباج | مگر یونس نے جواب دیا یا امیر! میں ایک مختصر سے راستے کو جانتا ہوں۔ اگر آپ تین دن بعد بھی یہاں سے نکلیں گے تو میں ایک

دن میں آپ کو قافلے تک پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ہلکا سا کاناور پھیل گیا۔ آپ یونس کی رہبری میں چوتھے روز دمشق سے روانہ ہوئے اور قافلے کو راستے میں جالیا۔ ان کے ساتھ سیدنا ضرارہ، سیدنا رافعہ اور سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہم مسلمانوں کے اس تیز رفتار رسلے نے انطاکیہ سے تھوڑی دور درمیوں کو جالیا مسلمانوں کے حملے کا اس وقت علم ہوا جب نیم برہنہ مرد کارزار اپنے ایک ہزار جنگ آزمودہ سواروں سے ان پر ٹوٹ پڑا۔ نصف گھنٹے بعد سیدنا رافعہ بھی ایک ہزار سوار لے کر پہنچ گئے۔ اور آدھے گھنٹے بعد سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی لڑائی میں شامل ہو گئے۔ رومی باوجود کثرت لشکر

کے مسلمانوں کے حملے کے اس طریق کار سے گہرا اٹھے۔ مغرب کے قریب ان کے کانوں میں

انا فارس الصمدیر

انا خالد بن الولید

کے مشہور جزیر کی آواز پہنچی تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ تو ما اور ہر بیس آپس کے ہاتھوں قتل ہوتے۔ رومی ہزاروں قتل ہوتے ہزاروں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یونس نے اپنی محبوبہ کو ڈھونڈ نکالا۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے چشم زدن میں اپنی نعل سے خمیر نکال کر اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس کے صدمے کا علم ہو تو انہوں نے قیدی عورتوں میں ایک خوبصورت ترین عورت جو جواہرات سے لدی ہوئی نظر آتی تھی یونس کے حوالے کی مگر یونس نے اسے دیکھا تو اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ ہر قل کی بیٹی اور تو ما کی بیوہ تھی۔ اس نے کہا یا امیرا میں اب تمام زندگی کسی عورت کو اپنی شریک حیات نہیں بناؤں گا۔ مسلمانوں کا لشکر بے حساب مال غنیمت سے لدی چھندا واپس ہوا۔ وہ ابھی اپنے مستقر پر پہنچے ہی تھے کہ ہر قل کا سفیر پہنچ گیا اور اس نے ہر قل کی طرف سے کہا میری بیٹی کو آزاد کر دیجئے اور جس قدر فدویہ مطلوب ہو حاضر کرنے کو تیار ہوں۔ اور اگر بخشش کے طور پر اٹھے آزاد کر دیں تو یہ امر آپ کی شرافت کے شایان شان ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جس طرح ایک مرد کا راز رکھے اسی طرح ان میں بخشش و عطا اور قیاضی کے اوصاف بھی بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ نے ہر قل کی بیٹی کو بغیر فدیے لے آزاد کرنے کا حکم دیا۔

یونس کی دلجوئی کی آپ نے بڑی کوشش کی مگر اس نے مجبور رہنے کا پختہ عزم کر لیا تھا آخر وہ عزم و استقلال کا پیکر دو سال بعد جنگ یرموک میں شہید ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ سلمہ انتظامی امور سے فارغ ہو کر تفصیلی حالات سے مطلع کرنے کیلئے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر کی خدمت میں قاصد بھیجا۔ یہ خط ۲ شعبان ۳۱ھ کو لکھا گیا۔

اپنے اپنے مقام پر تین بلند کردار انسان

سیدنا عمر فاروق اعظمؓ، شہکار رسالت ہیں، مراد محمد ہیں، فاتح عرب و عجم ہیں۔ لسان رسالت مآب سے لوکان نبی بعدی لکان عمر میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا ماس تمہ سرمدی سے مفتخر ہیں کہ جس راستے ایک بار عمر نہ گزر گیا قیامت تک اس راستے شیطان نہیں گزرے گا۔ سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ الامت ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس وجہ سے الاثرم کہلاتے ہیں کہ غزوہ اُحُد کے موقع پر آپؐ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مقدس سے زہ کی پھنسی ہوئی کڑیاں اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالتے ہیں اور سامنے کے دو دانت شدید ہوجاتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساران مبارک سے چہرہ مس ہوتا ہے کیا معلوم وہ لمحات مقدس کس قدر روح افزا تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہی کافی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خطاب عطا فرماتے ہیں اس بھری دنیا میں اس خطاب کے عشر عشر کی سعادت بھی کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ اور نہ قیامت تک ہو سکے گی۔

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی سے عالم بقا کو تشریف لے جاتے ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عالم اسلام کی سربراہی کے فرائض سنبھالتے ہیں۔ ۲۲-۲۳ جمادی الثانی ۱۱ھ کی درمیانی شب آپ واصل بحق ہوتے ہیں۔ مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن اسی مختصر سی مدت میں دو لڑائیاں آپ نے شروع خلافت میں خود لڑیں اور باقی تمام فتوحات کا سہرا سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاں عرصہ میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے طلحہ اسد مالک، بن نویرہ، نعیم بن مالک، عظم بن غبیبہ، مسیلہ کذاب، ام زبل، سبحاح جیسے مرتدین کا قلع قمع کیا۔ اور جنگ ذات السلاسل، جنگ قارن، جنگ ولجہ، جنگ لیس، جنگ حیرہ، جنگ انبار، جنگ عین التمر، جنگ دوامۃ الجندل، جنگ حیدر، جنگ مضع، جنگ فراص

جنگ دمشق وغیرہ میں شاندار فتوحات سے عالم اسلام سر بلندی سے ہمکنار کیا۔ ۲ شعبان ۱۳ھ کو جنگ مرج الدیباج میں فتح کے بعد آپ نے خلیفہ اسلام کو خط لکھا لیکن اس سے پہلے عین فتح دمشق کے موقع پر سیدنا ابو عبیدہ الجراح کو آپ کی معطلی کا پیغام پہنچ چکا تھا مگر اس بلند کردار انسان نے اس نازک وقت میں جب ہر دو عظیم انسان دمشق کے وسطی چوک میں ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے صبر، تحمل، بروہاری اور جذبہ ہمت اسلام کی داد کوئی کہاں تک دے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی پے درپے فتوحات تمام عالم اسلام میں ایک فتح کا نشان بن گئیں۔ رضا کار بھاگ کر ان کے لشکر میں پہنچتے اور یہ تصویر یقین کی حد تک ان کے دلوں میں پختہ ہو گیا کہ یہ تمام فتوحات سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی مرہون منت ہیں۔ ۲۳ جمادی الثانی۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے تمام فتوحات کا سبب صرف سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو سمجھ لیا ہے اور اسلام کے لئے یہ شخصیت پرستی کسی وقت کسی قسم کے فتنہ کا سبب بن سکتی ہے تو آپ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے ہی سہنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے سیدنا ابو عبیدہ الجراح کو اسلامی لشکر کا کمانڈر نامیعت بنانے کا حکم صادر فرمایا جو عین فتح دمشق کے وقت سیدنا ابو عبیدہ الجراح کو پہنچا۔

سیدنا ابو عبیدہ الجراح نے فتح دمشق کے بعد مرج الدیباج کی جنگ تک قطعاً کسی سے اس کا ذکر نہ کیا وہ صرف اسلام کی سر بلندی کے خواہاں تھے۔ وہ ہر قسم کے عہدہ کی خواہش سے مستغنی تھے۔ مرج الدیباج کی فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو الگ لے جا کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط پڑھنے کے لئے دیا۔ خط کا مقہوم بالکل واضح تھا کہ وہ اپنے عہدے سے برطرف کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان کی جگہ سیدنا ابو عبیدہ الجراح

کو اسلامی لشکر کا کمانڈر مقرر کیا گیا ہے۔

خط پر مرقوم تاریخ دیکھنے سے انہیں معلوم ہوا کہ یہ خط مہینہ بھر پہلے کا آیا ہوا ہے چنانچہ انہوں نے سیدنا ابو عبیدہ الجراح سے پوچھا آپ نے مہینہ بھر یہ خبر کیوں چھپاتے رکھی۔ انہوں نے جواب دیا میں اس وقت تمہارے اقتدار میں کسی کمی کو پسند نہیں کر سکتا تھا جب تک دشمن سے برسرو پیکار تھے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان سے زہت ہو کر سر جھکاتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ انہیں اس روز بڑی شدت اپنے دشمن، اپنے دوست اپنے ملہن سیدنا ابوبکر صدیقؓ یاد آئے۔

۳ شعبان ۳ھ تمام لشکر اسلام کو جمع کر کے اس تبدیلی سے آگاہ کیا گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ صرف تلوار کے دھنی ہی نہ تھے بلکہ وسعت نظری، عالی ظرفی اور بلند حوصلگی میں بھی نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے بلا تردد کہا اگر سیدنا ابوبکر صدیقؓ وفات پا گئے ہیں اور ان کی جگہ اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں تو میں اب ان کا بھی اسی طرح فرمانبردار ہوں جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمانبردار تھا۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ میری طرف سے ذرہ بھر شکر رنجی کا اظہار بھی اسلامی فوج میں انتشار کا سبب بن سکتا ہے وہ ایک سچے سپاہی اور مخلص مسلمان کی طرح اسی لشکر میں ایک عام سپاہی کی طرح کام کرنے کو تیار ہو گئے جس لشکر کے وہ کمانڈر انچیف تھے۔ عموماً ہوتا ہے کہ اگر کسی سالار کے مرتبہ میں کمی کی جاتی ہے تو اسے یا تو اس مقام سے تبدیل کر دیا جاتا ہے یا وہ خود ہی فارغ ہو کر الگ ہو جاتا ہے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سب فروعی باتیں تھیں وہ جس طرح بحیثیت ایک سالار کے اسلامی خدمات انجام دیتے چلے آئے اسی طرح بطور ایک سپاہی کے کام کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

چوتھا دور

یہاں سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ آج تک تاریخ عالم اس قسم کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکی کہ کسی فوج کا سالانہ اعلیٰ اسی فوج میں بحیثیت ایک سپاہی کے کام کرنے کو تیار ہوا ہو۔ آپ کا یہ ایک عظیم ایثار و وسعت قلبی کا مظاہرہ اور بلند اخلاق کا نمونہ ہی نہ تھا بلکہ تاریخ کے درقِ اول سے درقِ آخر تک یعنی ابتداءً تا فریضہ سے تا قیامت ایک امنٹ نقش ہے۔

جنگ ابوالقدس

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو فوج کی قیادت سنبھالنے ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا تھا کہ ایک عیسائی عرب نے مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے سپہ سالار کو اطلاع دی کہ ابوالقدس کے مقام پر ایک عظیم میلہ منعقد ہونے والا ہے۔ ابوالقدس جو آج کل ابلہ کے نام سے مشہور ہے۔ دمشق سے چالیس میل دور ہے۔ وہاں سے بہت سا مال غنیمت ملنے کا امکان ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پاس بیٹھے ہوئے مسلمانوں سے کہا کون ابوالقدس کے مقام پر چھاپہ مارنے کے لئے تیار ہے۔ سیدنا عبداللہ بن سیدنا جعفر طیار جن کی ابھی میں بھیگ رہی تھیں۔ اور جو کچھ کر گزرنے کی خواہش لے کر چند دن پہلے مدینہ سے یہاں پہنچے تھے اپنی خدمات پیش کیے۔

”یہ وہی عبداللہ بن جعفر طیار ہیں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد سیدہ زینبؓ کے شوہر اور حضرات حسنینؓ کے بہنوئی تھے۔ سیدنا حسینؓ جب مکہ سے عازم کوفہ ہوئے تو اپنے لئے انہیں روکا اور آپ کی زوجہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ

روانہ ہونے سے درکریں۔ تو آپ نے اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے لے انہیں
طلاق دے دی“

سیدنا عبداللہ پانچ سو سواروں کا دستہ لے کر القریں کی طرف بڑھے۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ
بھی اس دستے میں شامل تھے۔ نوجوان سالار نے جوانی کے جوش میں اور لوڑھے صحابی نے
مہول شہادت کے جوش میں پانچ ہزار رومی فوج پر حملہ کر دیا جو میلے کی حفاظت کے لئے وہاں
موجود تھی۔ پانچ ہزار رومیوں کے تربیت یافتہ لشکر نے پانصد مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا
ایک مسلمان کسی طرح سے بھاگ نکلا۔ اور اس نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا
سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کیفیت سنی تو گھبرا اٹھے۔ ان کی سالاری میں لڑی جانے
والی یہ پہلی جنگ تھی۔ اور اس طرح ناکامی کی شرمندگی ان کے لئے ایک روح فرسا صدمہ تھا۔
چنانچہ ان کی زبان پر بے ساختہ خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا۔ اور اس جانا زبردستِ عظیم
نے اپنے نئے سالار کے حکم کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔

چنانچہ آپ اپنے مقررہ سالے کو لے کر بجلی کے کونرے کی طرح لپکتے ہوئے سیدنا حضرت رضی
ہمراہی میں ابو القریں پہنچ گئے۔ پھر جو ہونا تھا ہوا۔ رومی بھاگ نکلے۔ اور مسلمانوں کو شاندار فتح
حاصل ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں بہت سے زخم آئے مگر ان کے
لئے اس قسم کے زخم کوئی معنی نہیں رکھتے تھے۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام صورت حال سے خلیفہ اسلام سیدنا فاروق اعظم رضی
کو مطلع کیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی پہلی جنگ تھی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ میں
بیٹھے ہوئے فوجی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مقامات کاتعین، میسرہ اور مینہ کی قیادت، ہراول
اور جاسوسی کے متعلق تمام ہدایات خود جاری کرتے۔ اور اس قسم کے جاسوس مقرر کئے جو اپنے لشکریوں
کے متعلق ہر قسم کی اطلاعات انہیں ہم پہنچاتے۔

اب انہوں نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین، سیدنا زید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ

دمشق سیدنا شہر جمیل رنہ کو اردن کے علاقے سوینیہ۔ محص فتح ہو جانے کے بعد سیدنا ابو عبیدہؓ کو محص سنبھالنا تھا۔ کل افواج کو مل کر جب کوئی کاروائی کرنی ہوتی تھی تو سالارِ اعلیٰ کے فرائض سیدنا ابو عبیدہ رنہ کو سنبھالنے ہوتے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رنہ کو کوئی عہدہ نہ دیا گیا انہیں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت کام کرنا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بے پناہ قوتوں کے ساتھ نئے سپہ سالارِ اعلیٰ کی حماقت و اعانت میں کوئی کسر روانہ نہ کی۔

جنگِ نخل جسے ذاتِ الروغمہ یعنی کیمچر کی جنگ کہا جاتا ہے

ابوالقدس کے واقعے نے ہر قتل کو بھنبھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ اپنے وقت کا حکمران ہی نہیں بلکہ ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا۔ اب وہ امید کی آخری کرن تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھنے پر تامل ہوا تھا۔ اس نے فوری طور پر شمالی شام، جزیرہ اور یورپ کے تازہ دم امدادی جیوش سے اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ مرج الدیباج کے بچے کچھے لشکری بھی اس کی فوج میں آکر شامل ہو گئے۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ انطاکیہ میں اور دوسرا حصہ شام اور فلسطین کی بندرگاہوں پر جمع کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ دو بدو و تصادم سے بھی بچنا چاہتا تھا اور اس کی یہ چال تھی کہ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اسلامی جیوش ایک دوسرے سے رابطہ قائم نہ کر سکیں نخل کے مقام پر پہلے ہی رومیوں کا ایک محافظ دستہ موجود تھا جسے سیدنا ابوالاعور کی قیادت میں لڑنے والے مسلمان فوجیوں نے الجھار کھا تھا۔ مسلمانوں کو مقامی جاسوسوں کے ذریعے امدادی دستوں کی نقل و حرکت کی اطلاعیں مل رہی تھیں۔ رومی فوج کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ جس کی قیادت مشہور رومی سپہ سالار سقلار کر رہا تھا۔ یہ لشکر مشرق کی طرف بڑھ کر مسلمانوں کے مختلف جیوش کے درمیان حائل ہونا چاہتا تھا سیدنا ابو عبیدہ رنہ نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ فیصلہ ہوا کہ پانچ جیوش میں اسلامی لشکر کو تقسیم کر کے مختلف محاذات پر متعین کیا جائے۔ مسلمانوں کی فوج کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔ سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رنہ دمشق کے حاکم تھے۔ سیدنا شہر جمیل رنہ اردن کے حکمران تھے

اور انہی کی عملداری میں نفل بھی تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلامی فوج کی قیادت سپرد کی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی لشکر میں ہر اول کے دستے کے سردار تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر سن کر دیاتے اُردن کا پانی روک کر نیشی علاقے میں پھوڑ دیا اس زیر آب رقبے میں چند خشک راستے بھی تھے مگر مسلمان ان سے واقف تھے یہ زیر آب رقبہ دیکھ کر مسلمان ششدر رہ گئے۔ سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے شمال مغرب کے رخ میں اپنے لشکر کو صفت آرا کیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاصؓ کو مہینہ اور میسرہ کی قیادت سونپی۔ نیم برہنہ مرد کار نثار سیدنا ضرار اسلامی رسلے کے سردار مقرر ہوئے۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پیش قدمی کے لئے سب سے آگے متعین کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ کچھ ہی آگے بڑھے کہ ان کا تمام ہر اول دستہ کچھڑ میں پھنس گیا۔ بصد مشکل واپس ہو کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں پہنچے۔

رومی فوج کے سالار سقلار نے سوچا کہ مسلمان اب یہ سمجھ کر کہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھڑ کی پٹی ہے اور وہ اس وجہ سے بے خبر ہوں گے ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، ۲۷ ذی قعد ۳۱ھ کو رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مگر سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ تمام رات اور تمام دن لڑائی جاری رہی۔ سقلار مارا گیا۔ اب دوسری رات آگئی رومی دل چھوڑ کر بھاگ نکلے سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے محفوظ کو تعاقب کا حکم دیا۔ رومیوں نے کچھڑ کی جو سیکم مسلمانوں کے خلاف بنائی تھی۔ اس نے انہیں جہلگئے نہ دیا۔ تقریباً دس ہزار رومی مارے گئے کچھ بیسیان پہنچ گئے اور باقی مختلف اطراف میں منتشر ہو گئے۔

جنگ بیسیان اور فتح طبرہ وغیرہ

سیدنا عمرو بن العاصؓ نے آگے بڑھ کر قلعہ بیسیان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بیسیان نے جزیرہ کا وعہ کر کے صلح کر لی۔ سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے طبرہ پر قبضہ کر لیا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے تمام حالات سے سیدنا عمر فاروقؓ کو مطلع کیا۔ اور لکھا

کہ رومیوں کا اجنادین کے مقام پر اجتماع ہو رہا ہے دربار خلافت سے حکم آیا کہ اجنادین پر حملہ کر دو۔ آپ نے چند دنوں میں اجنادین، نابلیہ، عمواس، غزہ اور نینہ فتح کر لئے۔ سیدنا شرجیل نے عکا اور صور کے قلعے فتح کئے اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے بھائی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما نے جوان کے ماتحت ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ صیدا، عتق، جبیل، اور بیروت پر قبضہ کر لیا۔ قیساریہ کا قلعہ سب سے زیادہ مضبوط تھا۔ خلیفہ اسلام کے حکم سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما نے قیساریہ کو لیا مگر رومیوں کو منہ نہ کھڑا تھا۔ باقاعدہ لگ بھگ پچھریں جنگیں ہوئی جو کہ سب سے پہلے لڑی گئی۔ آخر قیساریہ ۱۱۹ھ میں فتح ہوا۔ ۱۲۰ھ کے اختتام تک فلسطین، اردن، یروشلم اور قیساریہ کے سارا شمالی شام مسلمانوں کے قبضے میں آچکا تھا۔

مرج الروم کی فتح

۱۲۱ھ مطابق مارچ ۶۳۵ء سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے دمشق کو وسعت دینے کیلئے شمال کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق کے جنوب مغرب میں ایک وسیع مرغزار تھا جسے مرج الروم کہا جاتا تھا۔ دمشق پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا قبضہ تھا ان کو سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی طرف سے حکم ملا کہ وہ اس کے ساحل کی طرف بڑھیں۔ بہر حال کو جب مسلمانوں کی اس نقل و حرکت کی اطلاعات پہنچیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ مسلمان اب فلسطین اور اردن پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے تھیوڈورس نامی اپنے نئے سپہ سالار اور جرنیل کو بھیجا جو رومی لشکر کو حکم دیا کہ دمشق روانہ ہو جائیں۔ اس فوج کا قائد شنس نامی ایک رومی جنگجو تھا مسلمان مرج الروم پہنچے تو وہاں تھیوڈورس کو موجود پایا۔ اسی روز شنس بھی پہنچ گیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تھیوڈورس چپکے سے کھسک گیا اس کا منصوبہ یہ تھا کہ شنس مسلمانوں کو الجھاتے رکھے اور میں دمشق میں مسلمانوں کے مختصر دستے پر حملہ کر دوں۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے جب تھیوڈورس کی فوج کو حملہ آور نہ انداز میں دیکھا تو مجبوراً جنگ شروع

کرنا پڑی۔ مگر تھیوڈورس کی کئی گنا زیادہ فوج کے سامنے ان کے قدم اکھڑنے لگے اچانک عراق کا ہراول دستہ لکک کو پہنچ گیا اور اچانک خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے تھیوڈورس ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ رومی بے حساب مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے اچانک پہنچنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اپنی حربی بصیرت سے اندازہ لگالیا تھا کہ تھیوڈورس نے چالاکي سے دمشق پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ تھیوڈورس کو قتل کرنے اور اس کے لشکر کی پٹائی کرنے کے فوراً بعد اپنے محاذ پر پہنچ گئے۔ مارچ ۶۳۵ء مطابق سال ۶ھ میں یہ معرکہ لڑا گیا۔ اس شاندار فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو حصّہ پہنچنے کا حکم دیا۔

فتح حمص

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ خود بلبلک کی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پرامن طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ اس فتح کے بعد حمص پہنچ گئے۔ محاصرے کے چند روز بعد اہل حمص نے وعدہ کیا کہ دس ہزار دینار اور ایک سوز بفت کی قبائیں دیں گے۔ معاہدہ تحریر ہونے کے بعد شہر کے دروازے کھول دیتے گئے۔ اہل حمص یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلمان جو چیز لیتے ہیں اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔

اہل قنسیرین سے معاہدہ

اہل قنسیرین نے جب حمص کا حال سنا تو انہوں نے بھی ایسی ہی شرائط پر صلح کر لی۔ ان مقامات کے انتظامی امور سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے شمالی شام کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ مختلف مقامات پر کئی جھڑپیں ہوئیں اور مسلمانوں کو بے حساب مال غنیمت ملا اور بے حساب قیدی حمص کے

مقام پر جمع کئے جنہوں نے زرفیہ دے کر اور جزیرہ کا وعدہ کر کے آزادی حاصل کی۔
 ان جھڑپوں میں کئی مہینے لگ گئے مگر سیدنا عارفوق اعظم رضی اللہ عنہ کسی بہت بڑی
 فتح کی خوشخبری سننے کے متمنی تھے۔ انہوں نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مزید پیش قدمی
 کے لئے خط لکھا۔

جمہا، شیزر، اقامیہ، معرۃ حمص کی فتوحات

وسط رمضان ۳۱ھ میں اسلامی لشکر جمہا کی طرف بڑھا۔ ان لوگوں نے بخوشی شہر مسلمانوں
 کے حوالے کر دیا۔ اسی طرح شیزر، اقامیہ، معرۃ حمص بھی فتح کر لئے گئے۔

دوبارہ حمص

شیزر کے مقام پر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جاسوسوں نے بتایا کہ رومیوں کی تازہ دم
 فوجیں قنسرين اور حمص کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اب دوبارہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے
 حمص پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر قرعہ فال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نام
 پڑا آپ حمص پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں بے حساب رومی لشکر پہنچ کر قلعہ بند ہو چکا ہے۔ سیدنا
 ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کی تعداد پندرہ ہزار تھی اور رومیوں کے
 آٹھ ہزار مگر وہ قلعہ بند تھے۔

محاصرے کی تمام ذمہ داری سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ محاصرہ دو مہینے جاری
 رہا۔ مسلمان سخت سردی میں کھلے میدان میں تھے اور رومی مکانوں کے اندر قلعہ بند تھے۔ فروری
 ۳۶ھ میں سیدنا عارفوق اعظم رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا کہ حبش عراق کو واپس عراق بھیج دیا جائے۔ اس
 کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے مشہور ایرانی بریل رستم اپنی فوجوں
 کو جمع کر رہا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص کی سرکردگی میں

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متحرک رسالے کو عراق روانہ کر دیا۔ اپنے کو اپنے رسالہ کی جدائی کا سخت صدمہ پہنچا اس رسالہ سے آپ کو ایک قلبی لگاؤ تھا۔ اور آپ نے بڑی محنت سے اس کی تربیت کی تھی۔

رومیوں نے مسلمانوں کے ایک جیش کو محاصرہ چھوڑ کر جلتے دیکھا تو انہیں کچھ حوصلہ ہوا مگر محاصرہ بدستور جاری رہا۔ اب سردیوں کا موسم ختم ہو کر مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا رومیوں کے پاس رسد کا ذخیرہ بھی ختم ہو رہا تھا۔ اس وقت رومی فوج کا سالار ہرہیس تھا اس نے جرأت رندانہ سے کام لے کر ایک دن اچانک باب رستن سے باہر نکل کر مسلمانوں پر بڑی شدت سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں کا حملہ روکنے کے لئے بھیجا۔ اس ریل عظیم اور بطل جلیل رضی اللہ عنہ کا میدان جنگ میں پہنچنا تھا کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ بڑی خونریز جنگ کے بعد مغرب کے قریب ہرہیس اپنے بچے لے کر لشکر کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔

رات کو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگی کونسل کا اجلاس بلایا۔ مختلف طریق کار زیر بحث آئے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ آخر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خطاب کر کے کہا اے ابوسلیمان اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تم نے کوئی مشورہ نہیں دیا۔ یہ سن کر آپ نے کہا امیر! یہ رومی ان تمام رومیوں سے زیادہ بہادر ہیں جن سے اب تک سابقہ بڑا ہے۔ اے سپہ سالار! کل ہم کو یہ محاصرہ اٹھالینا چاہیے۔ اور اپنا تمام منصوبہ پیش کیا جو اگلی سطور میں سامنے آئے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی صلاحیتوں پر تمام مسلمانوں کو پورا اعتماد تھا۔ ان کے اس مشورے کے خلاف کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دوسرے روز مسلمان محاصرہ اٹھا کر چل نکلے۔ ہرہیس نے پانچ ہزار جریدہ بہادروں کے جیش سے مسلمانوں کا تقاب کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی امید برآئی انہوں نے پلٹ کر رومیوں کو تلواروں کی دباؤ پر رکھ لیا۔ مسلمانوں کے دو دستے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق رومیوں

کے عقب میں پہنچ گئے۔ رومی بڑی بہادری سے لڑے۔ عقب سے سیدنا معاذ بن جبلؓ بھی پانصد کا جیش لے کر پہنچ گئے سیدنا خالد سیف اللہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ہر پس تک پہنچ جائیں مگر ایک تنو منداور قوی ہیکل رومی پہلوان نے ان کا راستہ روک لیا۔ آپ نے تلوار سے اس پر حملہ کیا مگر تلوار ٹوٹ گئی۔ پشیترا اس کے کہ رومی آپ پر حملہ کرتا آپ نے اس سے لپٹ گئے۔ اور اس دیو ہیکل رومی کو اس طرح بھیچا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور وہ بے دم ہو کر گر گیا آپ اپنی گرفت ڈھیل کی تو وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار لے کر میدان میں گونجنا شروع کر دیا۔ بے حساب رومی قتل ہوئے۔ صرف ایک سو چھان بچا کر بھاگ سکے۔ مسلمان ۲۳۵ شہید ہوئے۔ دوبارہ جب مسلمانوں نے واپس پہنچ کر حمص کا محاصرہ کیا تو رومی گھبرا اٹھے۔ انہوں نے مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیتے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ہر اس رومی لشکر کو شکست دی جو ہر قتل نے ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے متاثر ہو کر ہر قتل نے اب از سر نو اپنی فوج کی تنظیم کی۔ اور اگر مسلمان احتیاط سے کام نہ لیتے تو انہیں واپس صحرائے عرب میں دھکیل دیا جاتا۔

جنگ یرموک

یرموک اور قادسیہ کی جنگیں دنیا کی بڑی جنگوں میں سے نہیں بلکہ دنیا کی سب سے بڑی جنگیں ہیں اور یہ دونوں جنگیں حضور خاتم النبیین والمصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تعبیر ہیں جو غزوہ احزاب کے موقع پر ایک چٹان توڑتے ہوئے جب اس چٹان سے چٹنگاریاں نکلی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے کلمات مقدس فرمائے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ردم اور ایران کی کبتیاں دی ہیں۔ اور اللہ کی شان کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ”مجھے“ کی تفسیر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ثابت ہوئے۔ جن کے ہاتھوں قادسیہ اور یرموک کے سر کے سر ہوئے۔ بلکہ اس کلمہ مقدس ”مجھے“ کی تفسیر وہ تمام غازی، مجاہد اور

شہید ہیں۔ جنہوں نے ان جنگوں میں حصہ لیا تاریخ و سیرت کی کتب کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سعادت سے اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک آدمی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی کو محروم نہیں رکھا۔

جس خطہ کو یرموک کا میدان جنگ بنا تھا وہ ایک ایسے محل وقوع پر واقع ہے کہ جہاں متحارب گروہوں کے لئے قدرتی طور پر آسانیاں تھیں۔ رومیوں کے لئے بحیرہ روم ایک پناہ گاہ تھی اور مسلمانوں کے لئے صحرا کی وسعت، گویا اس رزم گاہ میں متحارب گروہوں کو اپنے اپنے طور پر پوری سہولیات حاصل تھیں۔

رومی سلطنت کا دار الحکومت قسطنطنیہ تھا۔ اور اس کی سلطنت میں سب سے زرخیز خطہ شام کی سرزمین تھی۔ وہ اس سے پہلے شمال کے بربروں، کیشیا کے ترکوں اور ایران کے ہندب ترینہ مجوسیوں کو شکست دے چکا تھا۔ مگر اب اسے کڑے گھونٹ پینے پڑ رہے تھے۔ شام میں متعدد معرکوں میں اس کی تربیت یافتہ رومی فوج عرب کے غیر متدن، لوگوں سے شکستوں پر شکستیں کھا چکھی تھی اس نے بڑی دورانہوشی سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اپنے مشہور جنرل قناطیر کو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا راستہ روکنے کا حکم دیا۔

دوسرا فوجی جنرل جبکہ کو حص کی طرف بھیجا۔

تیسرے فوجی جنرل یربا کو حکم دیا کہ وہ اہل ہمدان اور حلب کی طرف آگے بڑھ کر جبکہ کی مدد کرے جو سختے فوجی جنرل کو حکم دیا کہ یرجان جب مسلمانوں سے برسر پیکار ہو اس کی مدد کرے۔

تمام رومی فوج کے سالار اعظم ماہان کو حکم دیا کہ حسب ضرورت ہر جنرل کو فوجی کمک پہنچاتے۔

اس طرح ہر قتل نے بزم خویش مسلمانوں کی فوج کو ایک طرح سے حصا میں لے لیا تھا۔ تمام پادری صلیبیں اٹھائے مختلف محاذوں پر پہنچ گئے۔

مسلمانوں کو پہلی مرتبہ سیزر کے مقام پر رومی قیدیوں کے ذریعے ہر قتل کے اس منصوبے کی خبر پہنچی۔ وہ عجیب ہشش و پنج میں پڑ گئے۔ اس کے بعد جو اطلاع بھی انہیں پہنچی پہلی سے بدتر تھی

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ رومیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ صحرا کے قریب قائم کیا جائے۔ اور تمام مفتوحہ علاقوں سے اسلامی فوجوں کو اس مرکز پر جمع کر دیا جائے۔ یہ حکم تمام سالاروں کو بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ مفتوحہ اور مقبوضہ علاقے کے ذمیوں سے جو رقم ہزیرہ کے طور پر لی گئی تھی انہیں واپس کر دی جائے اس حکم پر جب مسلمان سالاروں نے عمل کیا تو مقبوضہ مقامات کے ذمیوں نے ان کی واپسی کے لئے جی بھر کر دعائیں کیں۔ تاریخ عالم میں یہ ایک منفرد مثال ہے۔ مسلمانوں کا اندازہ تھا کہ رومی فوج کی تعداد دو لاکھ کے قریب ہے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مشاورت کے لئے جنگی کونسل کا اجلاس بلایا۔ ایک نے یہ تجویز پیش کی اسلامی فوج واپس عرب جا کر رومیوں کے طوفان ٹٹلنے تک انتظار کرے۔ مگر یہ تجویز رد کر دی گئی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ہر چہ بادباہ ہیں اور ابھی جنگ لڑی جائے۔ فتح دینے والا اللہ ہے۔ اس تمام بحث کے دوران سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ آخر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مخاطب کر کے کہا اے ابوسلیمان! تم ایک جرات مند باعزم اور سھلدار انسان ہو مگر تم ابھی تک خاموش ہو آپ نے جواب میں کہا یا امیر! میری ماٹے کچھا اور ہے میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ تمام فوج کو بڑھوک کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا جائے اس طرح خلیفہ کی طرف سے لگ بھی آسانی سے پہنچ سکے گی۔ اور آپ کے سامنے لڑنے کے لئے ایک وسیع میدان ہوگا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ آپ کو چار ہزار سواروں کے متحرک رسالے کے ساتھ عقب میں چھوڑا گیا۔ آپ نے عقب سے آگے بڑھنے والے رومی دستوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سیدنا ابو عبیدہ اس مقام پر پہنچ گئے جو تاریخ عالم میں بڑھوک کے نمایاں لفظوں سے مرقوم ہے۔ جلد ہی سیدنا شہر جبل رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی فوجیں پہنچ گئیں۔ چند روز کے بعد رومی لشکر بھی پہنچنا شروع ہو گیا۔ ابھی رومیوں نے پوری طرح اپنے مورچے قائم نہیں کئے تھے کہ ہرقل کا قاصد

ماہان کے پاس پہنچا۔ اور ہر قتل کا پیغام پہنچا یا کہ اس وقت تک جنگ شروع نہ کی جائے جب تک پر امن مذاکرات کے تمام ذرائع کامیاب ثابت نہ ہوں چنانچہ ماہان نے جر جبریر کو سیدنا ابو عبیدہؓ کے پاس بھیجا۔ جر جبریر نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مسلمان وہ تمام مال و متاع لے جاسکتے ہیں جو شام میں انہوں نے حاصل کیا ہے۔ مگر اسلامی سپہ سالار نے نفی میں جواب دیا اس کے بعد ماہان نے جبلہ کو بھیجا۔ جبلہ عرب تھا۔ اس نے صلح کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کے بعد جبلہ اپنے عرب لشکر کو لے کر بھاری اسلحہ سے لیس وسط جولائی ۶۳۶ء میں مسلمانوں کی طرف بڑھا مگر شکست کھائی۔ مسلمانوں کو چھ ہزار کی مزید ملک پہنچ گئی اب مسلمان فوج کی تعداد چالیس ہزار کے قریب پہنچ گئی جس میں ایک ہزار اصحاب رسول تھے اور ایک سو بوری صحابی تھے۔ جن میں حواریتے رسول سیدنا زبیرؓ بھی شامل تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان میں سیدنا ابوسفیانؓ اور ان کی زوجہ سیدہ ہندہؓ بھی شامل تھیں۔ مہینہ بھر دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ اب ماہان خود صلح کا پیغام لے کر پہنچا۔ سیدنا خالد سعیدؓ اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے گفتگو کی جو ناکام رہی۔ بقیہ تمام دن اور تمام رات فریقین بے چینی سے جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہے۔

میدان جنگ وادی الرقاد اور دریا تے یرموک کی گھاٹی کے درمیان تھا ایک طرف جبل المجموعہ تھا۔ جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ ماہان نے دو لاکھ کے لشکر چار برابر حصوں میں تقسیم کر کے بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ دائیں طرف کی کمان جر جبریر کے سپرد کی اور بائیں طرف کی کمان قناطیر کے سپرد کی۔ قلب میں دیر جان تھا۔ اور ماہان اپنی اریٹنی فوج کے ہمراہ قلب کے پچھلے حصے میں تھا۔ ۱۲ میل کے لمبے محاذ پر جبلہ کے عیسائی عرب سوار سب سے آگے تھے۔ جر جبریر کے تیس ہزار فوجیوں نے دس دس ٹکڑیوں میں اپنے آپ کو زنجیروں سے بانڈھ لیا۔ مسلمانوں نے اپنی فوج کو بھی بارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا۔ مگر ان کی بمشکل تین صفیں بن

سکیں۔ اور ان کے مقابلے میں عیسائی لشکر کی بارہ سے لے کر پندرہ تک صفیں تھیں۔ اب لڑائی کا توازن گویا ایک اور چار لاکھ ایک اور پانچ تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ایک کامیاب ترین سپہ سالار تھے۔ مگر اس موقع پر انہوں نے اپنے تمام فرائض سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کر دیئے۔ تمام جیوش کے کمانداروں کو طلب کر کے کہا کہ اب سپہ سالار اعلیٰ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے پیادہ فوج کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک میں آٹھ نو سو سپاہی تھے۔ دس ہزار سواروں کے رسالے کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصے میں دو ہزار سوار تھے اور چار ہزار سواروں کا متحرک رسالہ اپنی ذاتی کمان میں رکھا۔ مہیرہ پر سیدنا زین الدین سیدنا ابوسفیانؓ کو مقرر کیا۔ مہینہ سیدنا عمرو بن العاصؓ کے حوالے کیا۔ قلب میں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ثمر جہلؓ رہے۔ دیگر فوجی افسروں میں سیدنا عکرمہؓ سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ جیسے جانا بزا مجاہد تھے۔ قلب کے پیچھے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا اپنا رسالہ تھا۔ آپ نے سختی سے ہدایت کی کہ ابتداء میں صرف دفاعی جنگ لڑنا تاکہ قبیکہ رومی تھک کر چور نہ ہو جائیں۔

عورتوں اور بچوں کو عقبی فوج کے پیچھے خیموں کی ایک قطاریں رکھا گیا۔ سیدنا ابو عبیدہؓ نے ان خیموں میں گھوم کر مسلم خواتین کو کہا تم خیموں کے ڈنڈے تیار رکھو اور پتھر جمع کر لو اگر ہم جیتیں تو سبحان اللہ اور اگر کوئی مسلمان بھاگ کر خیموں کی طرف آئے تو اسے ڈنڈوں سے پیٹو اور ان پر پتھر برسائو۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے بارہ میل لمبے محاذ کا ایک چکر لگایا اور ہر کماندار کو مناسب ہدایات دیں۔ ایک سپاہی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ رومی لشکر کس قدر زیادہ ہے۔ آپ نے اسے مخاطب کر کے قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی جس کا ترجمہ ”کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کی مرضی سے غالب آگئی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے“

اور یہ مشہور تاریخی فقرہ بھی اسی موقع پر آپ کی زبان سے نکلا کہ اگر میرے گھوڑے کے پاؤں

مضبوط ہوتے تو میں رومیوں کو کہتا کہ اس سے ڈگنا لشکر لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین کی انتہا یہ اگست کے تیسرے ہفتے کی ایک گرم رات تھی۔ تمام رات مسلمان سورہ انفال کی تلاوت کرتے رہے اور اپنے اسلحہ کو صاف کرتے رہے۔

اگلی صبح اس صدی کی ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کی وہ عظیم جنگ لڑی جانے والی تھی جس میں شامل ہر فرد بشارت رسول کی تعبیر تھا۔ جس کے ہر فرد کو چار پارچہ رومیوں سے نبہہ و آزا ہونا تھا۔ ہلال و صلیب کے درمیان سب سے عظیم اور مہیب جنگ۔

جنگ یرموک کا پہلا دن | دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہیں۔ مکمل خاموشی ہے پتا ہلنے کی آواز بھی نہیں آتی۔ صرف دل کی دھڑکنوں کی

آواز ہے۔ مختار ب فوجوں کے اڑھائی لاکھ کے قریب جو انہر دوں کو معلوم ہے کہ یہ جنگ فیصلہ کن ہے۔ کون جیتے گا اور کون ہارے گا؟ رومیوں کو اپنی تعداد پر ناز تھا مگر گذشتہ جنگوں کے مشاہدہ نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ نتیجہ الٹ بھی نکل سکتا ہے۔

اچانک رومی لشکر سے جریبہ نامی ایک سالار اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھا اس نے بلند آواز میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو پکارا۔ آپ آگے بڑھے لوگوں نے دیکھا کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئی ہیں۔ دونوں فوجیں دم بخود ہیں کہ ان میں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔

جریبہ نے پوچھا اے خالد کیا یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک تلوار تمہارے پیغمبر کو بھیجی ہے اور انہوں نے وہ تلوار تمہیں دی ہے اور جریبہ تم اس تلوار کو نکالتے ہو تو فرخ تمہاری ہوتی ہے۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ موتہ کی داستان سنائی جریبہ خاموشی سے سر نیپڑاتے سننا رہا۔ اور آخر پوچھا کہ تم مجھ سے کیا مطالبہ کرتے ہو۔ سیدنا خالد سیف اللہ

نے فرمایا۔ شہادت دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ جبرہ نے پوچھا اگر کوئی تمہارے دین میں نیا یا داخل ہو تو اس کی حیثیت کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کلمہ پڑھتے ہی سب مسلمانوں کے برابر سمجھا جائے گا۔ یہ سن کر جبرہ ایمان لے آیا۔ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا۔ اللہ کی شان چند گھنٹے بعد یہ نو مسلم بڑی جرأت سے لڑتا ہوا مرتبہ شہادت پر فائز ہو گیا۔ اس کے قبول اسلام کو مسلمانوں نے نیک فال سمجھا۔

اب مبارز طلبی کا دور شروع ہوا۔ رومی فوج سے بہترین جنگجو میدان میں اترے اور مسلمان مجاہد مقابلے کے لئے نکلے۔ تقریباً تمام رومی جنگجو مارے گئے۔ سیدنا عبدالرحمن بن سیدنا صدیق کبیر کے ہاتھوں پانچ رومی قتل ہوئے۔ دو پہر تک یہ مقابلے جاری رہے۔ رومی سپہ سالار اعظم ماہان نے فیصلہ کیا کہ تمام محاذ پر جنگ شروع کر دی جائے۔ چنانچہ رومیوں کی دس اگلی صفوں نے میدان جنگ میں پیش قدمی کی۔ چنانچہ اس انسانی سیلاب نے بظاہر مسلمانوں کی صفوں کو ڈھانپ لیا۔ مگر مسلمانوں نے بڑی شدت سے رومیوں سے

کے حملے کو روکا۔ غروب آفتاب کے وقت پہلے دن کا معرکہ ختم ہو گیا۔ رات امن سے گزری مسلمان خواتین نے اپنے زخمیوں کو سنبھالا۔ ان کی مرہم پٹی کی رات کا بیشتر حصہ تلاوت اور دوسرے دن کے جنگی تیاری میں گزارا۔ ادھر ماہان نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا اور فیصلہ ہوا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے۔ ماہان ایک ٹیلے پر دو ہزار آدمیوں کے محافظ دستے کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

رومیوں نے عین نماز فجر کے وقت حملہ کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ

جنگ کا دوسرا دن

اس اچانک حملے سے بچاؤ کے لئے تیار تھے۔ جب تک اسلامی لشکر

اپنے مقامات پر پہنچا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے پورے محاذ پر رومیوں کو روکے رکھا۔ قناطیر نے پے درپے تین حملے کئے۔ مسلمانوں کی قوت مدافعت ٹوٹ گئی۔ کچھ لوگ پڑاؤ کی طرف پسا

ہوتے اور کچھ سیدنا شہر جبلہ کے حبش سے جا کر مل گئے یہ دیکھ کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے دوہزار سواروں کے رسلے کے ساتھ رومیوں کے حملے کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر رومیوں کے انسانی سیلاب کے سامنے ان کے دوہزار سوار بھی ٹھہر سکے اور اپنے پڑاؤ کا رخ کیا مگر اگے مسلم خواتین خیموں ڈنڈوں اور پتھروں سے لیس موجود تھیں۔ وہ چلا چلا کر کہنے لگیں ان پر اللہ کی لعنت جو دشمن سے بھاگتے ہیں۔ بعض عورتوں نے جھپٹ کر ان کے گھوڑوں کو اور ان کو ڈنڈوں سے پٹایا۔ بے عزتی وغیرہ جنگجو برداشت نہ کر سکے اور پلٹ کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حبش میں شامل ہو گئے۔ اور جو ابی حملہ کر کے جزیرہ جمیر کے لشکر کو پسپا کر دیا۔ رومیوں نے دوسرا حملہ سیدنا زید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حبش پر کیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا حبش بھی پسپائی پر مجبور ہو گیا۔ اس حبش میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے باپ سیدنا ابوسفیان بھی تھے۔ سیدہ ہندہ اور سیدہ خولہ رضی اللہ عنہما نے انہیں اڑھے ہاتھوں لیا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر رومیوں پر حملہ کیا۔ اب عورتیں بھی ان میں شامل تھیں جن کی کمان سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں تھی۔ اسی دار و گیر میں دوپہر ہو گئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اپنے متحرک رسلے کو لے کر آگے بڑھے۔ انہوں نے پہلے قناطیر کے دستے پر حملہ کیا۔ جون ہی یمینہ کی حالت سنبھلی آپ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دیرجان کی فوج پر حملہ کریں۔ رومی پسپا ہونے لگے مگر سلاسل کی وجہ سے ان کی پسپائی کی رفتار نہایت سست تھی۔ نیم برہنہ مرد کارنار سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے دیرجان کو ہلاک کر دیا۔ مگر اس کے فوراً بعد رومیوں نے ان پر اس قدر باؤ ڈالا کہ وہ پیچھے پھٹنے پر مجبور ہو گئے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے رومیوں کا یمینہ اور یمیرہ کسی حد تک پسپائی پر مجبور ہو گیا تھا۔ رات آئی اور گزشتہ رات کی طرح مسلمان خواتین نے اپنے زخمیوں کو سنبھالا۔ مجموعی طور پر مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے۔ یہ دو دن مسلمانوں نے صرف دفاعی جنگ لڑی ساہان نے رات کچھ بے چینی سے گزار دی۔ دیرجان کی جگہ قورین کو سالار مقرر کیا۔ اور فیصلہ کیا کہ اگلے روز مسلمانوں پر بھر پور حملہ کیا جائے۔

جنگ کا تیسرا دن | تیسرا دن جنگ کی آگ خوفناک شدت سے بھڑک اٹھی قورین کی

فوج نے سیدنا ابو عبیدہ کے حبش پر شدت سے حملہ کیا۔ مگر اس کا اصلی ہدف سیدنا خضر جیل رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حبش تھے۔ شروع شروع میں دونوں مسلمان سالاروں نے بڑی جوانمردی سے قرین کے حملے کو روکا مگر آخر میں ان کی صفوں میں سے شکات پڑنے شروع ہو گئے۔ مسلمان خواتین ایک بار پھر ڈنڈوں سے لیس ان کے استقبال کو موجود تھیں۔ ایک مسلمان نے چیختے ہوئے کہا رومیوں کا سامنا کرنا ان عورتوں کا سامنا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ مسلمانوں نے اذہر لونیوینا محاذ مرتب کر کے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جنہیں آگے چل کر فاتح مصر بننا تھا بڑی جی داری سے حملہ کیا۔ اس مرحلہ پر ایک مسلمان خاتون دوڑتی ہوئی سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور چیخ کر کہلایا امیر! فوج اپنے قاتلین کے حوصلے پر لڑتی ہے۔ اگر کوئی قاتل ہی لڑائی سے منہ موڑ لے تو لشکر کا کیا حال ہو گا۔ آپ نے اس خاتون کو یقین دلایا۔ کہ مسلم فوج کے قائد رومیوں سے نہیں ہاریں گے۔ اس وقت سیدنا خالد سیف اللہ نے اپنے رسلے سے ایک طرف سے اور سیدنا عمرو بن العاص اور سیدنا خضر جیل رضی اللہ عنہ نے اپنی پیدل فوج سے دوسری طرف سے حملہ کیا۔ رومی ایک چٹان کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ سینکڑوں مسلمان شہید ہوتے مگر شام ہونے سے پہلے رومیوں کو واپس محاذ کی طرف دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس روز رومیوں کا بے حساب جانی نقصان ہوا۔ ماہان نے اپنے افسروں کو سخت سست کہا۔ انہوں نے اگلے روز ہتر کارگزاری کا وعدہ کیا۔ مسلمان نجی سپاہی عقب میں بھیج دیتے گئے اور مسلمان خواتین نے تمام رات ان کی مرہم پٹی میں گزاری۔

لڑائی کا چوتھا روز | چوتھے روز رومیوں نے اپنی پوری طاقت سے تمام فوج کو جنگ کی بھیٹی میں بھونک دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ آج یا کبھی نہیں رومی قتل ہو ہو کر گر رہے تھے اور تازہ دم ان کی جگہ لے رہے تھے۔ مگر مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔ صف اول کے تیر اندازوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچ رہا تھا۔ مسلمان اب صرف بیس ہزار جنگ کے قابل رہ گئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ان کو

از سر نو پانچ پانچ سو کے جیوشوں میں تقسیم کر کے نئے انداز سے حملہ کیا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ اپنے میمنہ کو لے کر حملہ آور ہوئے۔ فناطیر کی سلاخی اور آریثی فوجوں نے ان کے حملے کو روک کر انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ اس بار سلطان اپنی عورتوں کے طیش کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہ تھے وہ اپنے مقام پر ٹٹے رہے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس روز جس طرح شمشیر زنی کے جوہر دکھائے گئے وہ اپنی مثال آپ تھے۔ سیدنا خضر جبل رضی اللہ عنہ کے محاذ پر آرمینوں کا پلہ بھاری نظر آ رہا تھا۔ یہی وقت تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان کو کہا کہ بلا توقف رو میوں پر حملہ کر دیں۔ آپ نے اپنے رسالے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ سیدنا قیس بن ہبیرہ کے سپرد کیا۔ اور دوسرے حصے کو لے کر سیدنا خضر جبل سے جنگ میں مشغول رو میوں کے پہلو کی طرف حملہ آور ہوئے۔ عیسیٰ بن عروبوں کا سخت جانی نقصان ہوا۔ آرمینوں کے پیچھے ہٹتے ہی آپ سلاخیوں پر حملہ آور ہوئے اسی طرح مسلمان میسرے پر رومی حاوی ہوتے چلے جا رہے تھے۔ تمام محاذ پر رومی تیر اندازوں نے اپنی تیر اندازی سے فضا کو ڈھانپ دیا۔ سات سو مسلمان اپنی ایک ایک آنکھ سے محروم ہو گئے۔ یرموک کی جنگ کا چوتھا روز آنکھ پھوٹی جنگ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اس دن کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ سیدنا ابوسفیانؓ ایک آنکھ کا ندانہ غزوہ حنین میں پیش کر چکے تھے اور دوسری آنکھ یہاں قربان کر دی۔ بلاشبہ اسلامی فوج کے لئے جنگ یرموک کا یہ سب سے بڑا دن تھا۔ رومی تیر اندازوں کی مار کے مقابلے میں مسلمان تیر اندازوں کی مار کم تھی۔ اس لئے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے رومی تیر اندازوں کی زد سے بچنے کے لئے پسپائی اختیار کی۔ اور دوبارہ آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی۔ تیروں کے زخموں اور چھوٹی آنکھوں کی وجہ سے مسلمان کافی پریشان ہوتے۔ ماہان بزم جہیر اور قورین نے ان حالات کا جائزہ لے کر از سر نو حملے کا حکم دیا۔ سوائے سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے جیش کے تمام جیوش پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جیش سے مرنے کی بیعت لی۔ چار سو مجاہدوں نے مرنے کی بیعت کی

آپ ان چار سو مقہدمسلمانوں کو لے کر رومی فوج کے سمندر میں گھس گئے۔ ان چار سو میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچا اور جو بچا وہ بھی شدید زخمی حالت میں تھا۔ سیدنا عمرؓ اور ان کے فرزند سیدنا عمروؓ کو ہلک زخم پہنچے۔ سیدنا ابو عبیدہؓ رنہ اور سیدنا زبیرؓ کی کمک کے لئے زمینوں سے خواتین بھی پہنچ گئیں ان خواتین نے سمجھ لیا تھا کہ جنگ کا یہی مرحلہ فیصلہ کن ہے۔ یہ واردات اس محاذ پر رومیوں کے فرار پر منتج ہوئی۔ مسلمانوں نے جب عورتوں کو رومیوں سے دست بستہ جنگ میں مشغول پایا تو وہ غمیض و غضب کا لاوا بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے اب جنگ نے ایسی صورت اختیار کر لی تھی کہ ہر سپاہی فوق البشر طاقت سے اپنے مقابل سے ٹکرا رہا تھا کوئی سالاری کوئی ہدایت کوئی نظم باقی نہ رہا تھا سیدنا ابو عبیدہؓ اور سیدنا زبیرؓ کے جیشوں نے نہایت غضب ناک انداز میں رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اور وہ تیزی سے پسپا ہونے لگے۔ جنگ سر پہر کے آخری حصے میں تمام محاذوں پر اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گئی۔ کسی کو کسی کی تیز نہ تھی کون سا رہے اور کون عام سپاہی۔ کئی رومی مسلمان عورتوں کے ہاتھوں داخل بچھم ہوئے۔ سیدہ خولہ نے ایک رومی جنگجو پر حملہ کیا مگر رومی نے ان کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ اور وہ گر پڑیں۔ جب رومی بچھے دکھیل دیتے گئے اور عورتوں نے سیدہ خولہ کو دیکھا تو وہ مردہ نظر آئیں۔ سیدنا ضرارؓ کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر وہ شام سے پہلے نہ مل سکے۔ جب انہیں اپنی پیاری بہن کی شہادت کا علم ہوا تو بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ مسکرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

شام ہوتے ہی لڑائی ختم گئی۔ اور دونوں فوجیں اپنے اپنے مستقر پر پہنچ گئیں۔ یہ ایک وحشت ناک دن تھا۔ جسے مسلمان زندگی بھر نہ بھولے۔ رومیوں کو اس بات کا سخت رنج تھا کہ فتح ہوتے ہوتے رہ گئی۔ مردان سلاسل کا سب سے زیادہ نقصان ہوا۔ آرمینی اور عیسائی عرب بھی ہزاروں کی تعداد میں کھیت رہے مسلمانوں کا بھی گذشتہ دنوں سے زیادہ نقصان ہوا۔ مجروحین کی تعداد زخمی نہ ہونے والوں سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر سیدنا خالد سیفؓ اندر مطمن تھے۔ ان کی وہی حربی صلاحیتیں دیکھ رہی تھیں کہ سیلاب گزر چکا ہے۔ اب آخری چوٹ کا کام ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا ایک مظاہرہ | اس روز سیدنا شہزاد نے اپنا تک

دیکھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پریشان ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کی سرخ ٹوپی کہیں کھو گئی ہے۔ فریادِ نقص سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے موٹے مبارک منڈواتے تو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کچھ موٹے مبارک اٹھا لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا خالد رضی اللہ عنہ ان کو کیا کر دے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مقدس بالوں کے ذریعے دشمن سے لڑتے وقت طاقت حاصل کروں گا۔ یہ سن کر حضور اکرم نے فرمایا تم اس وقت تک کامیاب رہو گے جب تک یہ تمہارے پاس ہیں۔ وہ موٹے مبارک سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں سوار کئے تھے۔ جس کی گمشدگی پر آپ اس قدر پریشان ہوئے۔ آخر آپ کو اپنی ٹوپی مل گئی۔ اندھیرا چھا چکا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے محاذ پر خون آلود زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ایک لٹاؤ پر ان کے محبوب دوست، چینیئے عزیز نادر بچپن کے ساتھی سیدنا عکرمہ کا سر تھا اور دوسرے لٹاؤ پر سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے جوانمرد فرزند سیدنا عمر کا سر تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پاس پڑے لگن میں اپنی انگلیاں تر کر کے باپ بیٹے کے منہ میں قطرہ قطرہ پانی ڈال رہے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ دونوں باپ بیٹا ایک ہی ساعت میں فردوس میں کو سد ہار گئے یہ رات بھی حسب معمول گزر گئی۔ اس سے پہلے طریقہ یہ تھا کہ ہر رات کو کسی نہ کسی سالار کو جو کسی کے لئے مقرر کیا جاتا۔ مگر اس رات سالارِ اعظم سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تمام سالدان لشکر اور تمام لشکری رزمیوں سے نڈھال ہیں یا سخت تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے چپکے سے خود ہی یہ فریاد اپنے ذمہ لے لیا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بارہ میل لمبے محاذ پر جہاں سے بھی ان کا گزر ہوا۔ ہر سالار کو جو کس پایا۔ حواریتے رسول سیدنا بیریہ رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کے گھوڑے پر سوار گشت لگا رہے تھے۔

لڑائی کا پانچواں دن | پانچواں دن متحارب فوجیں اپنے اپنے مقام پر صف آرا ہو گئیں۔ آج کی کیفیت عجیب تھی۔ اگر ایک صحیح سالم سپاہی

اپنی صف میں کھڑا تھا تو اس کے ساتھ ایک مجروح بھی کھڑا تھا۔ بعض تو بصد مشکل کھڑے ہو رہے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے چپ چاپ کھڑی رہیں۔ اچانک رومی فوجوں کی صف سے ماہان کا لہجی نمودار ہوا۔ وہ چند روز کی عارضی صلح کی تجویز لے کر آیا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس تجویز کو قبول کرنے پر قریب قریب آمادہ تھے مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے لہجی کو جواب دے دیا کہ ہم اس معاملے کو جلد ختم کرنا چاہتے ہیں یہ تمام دن بغیر جنگ کے گزر گیا۔ دونوں طرف کی اقوام کے سالار اپنی اپنی فوج کی تنظیم نو اور ترتیب میں مشغول رہے۔

لڑائی کا چھٹا دن | جب ۱۰ اگست ۶۳۶ء کا چوتھا ہفتہ تھا۔ صبح دونوں فوجیں نہایت خاموشی سے ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئیں۔ مگر ہر

طرف بالکل سناٹا طاری تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس خاموشی کے اندر خاک و خون اور آتش و آہن کے کس قدر طوفان پوشیدہ ہیں۔

جبل الازدر پر طلوع آفتاب کا منظر کھربا تھا کہ لشکر سلاسل کا قائد جر جر جبر رومی قلب سے آگے بڑھا۔ اور مسلمانوں کے قلب لشکر کے سامنے آکر پکا کہ مسلمانوں کا سالار اعظم سامنے آئے یہ سن کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے تو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ انہیں روکنے لگے مگر وہ نہ رُکے اور کہا اگر میں شہید ہو جاؤں تو فوج کے سالار اعلیٰ تم ہو گے۔ غرضیکہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی جر جر سے نبرد آرائی شروع ہو گئی۔ دونوں غضب کے شمشیر زن تھے متحارب فوجیں دم سادے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ جر جر گھوم کر پیچھے ہٹنے لگا۔ سیدنا ابو عبیدہ نے آگے بڑھتے گئے جر جر یک نخت پلٹ کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ پر وار کرنا چاہا مگر ابھی اسکی تلوار علم تھی کہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تلوار نے اسے ڈھیر کر دیا آپ چند لمحات گھوڑے

پر خاموش بیٹھے رومی جرنیل کے وسیع قد و قامت کو دیکھ کر متعجب ہوتے رہے۔ پھر اس کے مرصع اور بڑبڑاؤ بکتر اور اسلحہ کو وہیں چھوڑ کر وہ درویش سپاہی اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ لے کر رومی لشکر پر حملہ کر دیا اور رومی میسرے کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ سیدنا شرجیل رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل رومیوں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ اور سیدنا عمر بن العاصؓ بھی پہنچ گئے۔ اور رومیوں کا سواروں پر مشتمل یہ جیش بھاگ نکلا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا منصوبہ یہ تھا کہ رومی سواروں کو بھگا دیا جائے پھر پیدل فوج سے نپٹنا آسان ہوگا۔ ماہان نے رومی رسالے کو پھر جمع کر کے قلب لشکر کے عقب میں جمع کر لیا۔ مگر بھاری بھکم اسلحہ سے لیس رومی رسالہ مسلمانوں کے ہلکے پھلکے اسلحہ سے لیس رسالہ کے مقابلہ میں کوئی بہترین کارگزاری نہ دکھا سکا۔ اس روز کے معرکے کی خاص بات یہ تھی نیم برہنہ مرد کارزار اس میں شامل نہیں تھا۔ اور مسلمانوں کی نظر سے ہر طرف ان کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ مگر ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ رومیوں میں آرمینی فوج نے بڑی مضبوط سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ایک چکر کاٹ کر عقب سے ان پر حملہ آور ہوئے۔ آرمینی ایک طرف بھاگ نکلے ان کے خیال میں وہ راستہ محفوظ تھا۔ دراصل سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک ایسی جنگی چال چلی تھی کہ رومی فوج نے اپنے تینے اطراف میں مسلمان دستوں کو موجود پایا۔ صرف ایک طرف انہیں کھلی نظر آ رہی تھی۔ جب آرمینی فوج کے ساتھ سلاخی فوج کے پیمانندگان بھی دادی الرقاد کی طرف بھاگ نکلے۔ تو باقی رومی فوج حوصلہ ہار گئی اور بڑے منظم انداز میں پسپا ہونا شروع ہوئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اسی وقت کے منتظر تھے۔ انہوں نے اپنے محفوظ کے تازہ دم دستوں کو حکم دیا کہ ان کا تعاقب کرو۔ ابھی سورج پوری بلندی پر نہیں پہنچا تھا کہ پوری رومی فوج جو پیدل دستوں پر مشتمل تھی۔ میلان جنگ سے فرار ہو گئی۔ مسلم رسالہ کو سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ رومیوں کے فرار کا شمالی راستہ بند کر دیا جائے اگرچہ ہزاروں رومی شمال کی طرف بھاگنے میں کامیاب

ہو گئے مگر یاقی نے وادی الرقاد کی طرف رخ کیا۔ وادی الرقاد کی جس ڈھلان کو رومیوں
 نے بھاگنے کیلئے منتخب کیا اس کی چوٹی کے پیچھے نیم برہنہ مرد کا رزار اپنا حبش لے کر موت
 کی شکل مان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ جلد ہی رومیوں پر پتھروں کی بوچھاڑ نازل
 ہو گئی۔ اگر کوئی رومی ہمت کر کے اوپر چڑھا تو تلوار کا لقمہ اجل بن گیا۔ اب صورت یہ تھی
 کہ اگر ایک رومی زخمی یا مردہ حالت میں نیچے لڑھکتا تھا تو اپنے ساتھ پندرہ بیس کو نیچے لڑھکتا
 کا سبب بنتا تھا۔ اس لحاظ سے ایک ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ گویا تمام رومی
 پتھروں پر لڑھکنیاں کھاتے نیچے گہرے کھڈ میں گر رہے ہیں۔ ان کی چیخ و پکار سے
 فضا میں ایک ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ جو رومی ابھی وادی کے دوسرے کنارے پر تھے۔ جب
 انہوں نے اپنے سامنے کی ڈھلان پر یہ منظر دیکھا تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ پیچھے مسلمان
 فوج تھی سامنے بھاگنے کا راستہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر سنبھالا اور
 تعاقب کرنے والے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے۔ دوپہر ڈھل رہی تھی۔ رومی اپنے
 درد تہائی فوج کھوپچکے تھے۔ مسلمانوں کی اجتماعی نفری ہب بیس ہزار کے لگ بھگ رہ گئی
 تھی۔ جن میں سے نصف سے زیادہ زخمی تھے۔ مگر جنگ کا گویا اب آخری مرحلہ تھا۔ رومی
 سنبھل چکے تھے۔ مگر وہ ایسی تنگ جگہ میں ٹھسے ہوئے تھے کہ اپنا اسلحہ استعمال نہیں کر سکتے
 تھے۔ ان کی پہلی صف جان توڑ کر لڑی مگر بے سود۔ مسلمان آگے بڑھتے رہے تلواروں سے
 تلواریں لادنیروں سے نیرے ٹکراتے رہے جو گرتا اپنے ہی فوجیوں کے پاؤں تلے روندنا جاتا۔
 سیدنا خضر رضی اللہ عنہ اپنا مورچہ سر کر کے وادی الرقاد کے اس کنارے پر پہنچ گئے جہاں رومی
 زندگی اور موت کی آخری جنگ لڑ رہے تھے۔ رومیوں کے لئے سب سے خطرناک ان کا سلاسل
 کا حبش ثابت ہوا۔ اگر اس کی ٹکڑی میں ایک مر گیا تو اس نے باقی لوہے کے لئے ہلاکت کا
 راستہ ہموار کر دیا۔ اور دوسرے رنج کر بھاگ نکلنے والوں کے لئے بھی وہ سدا رہ ثابت
 ہوتے۔

مسلمانوں کا خونخوار حملہ اتنا تیز تھا کہ رومی فوج کا بچا کچھا حصہ دوبارہ گھاٹی کے کنارے
دھکیل دیا گیا۔ آخر وہ لوگ قطار در قطار کھڑے ہو گئے مرنے لگے ان کی دل ہلا دینے والی چیخوں
سے فضا گونج رہی تھی۔ اب سورج غروب ہو رہا تھا اور میدان یرموک میں ایک زندہ
رومی موجود تھا۔ لات کو مال غنیمت جمع ہوتا رہا، زخمیوں کی مہم چٹی ہوتی رہی اور فضا میں
تحمید و تکبیر کی آوازیں گونجتی رہیں۔

سیدنا خالد سیف اللہ نے اگلی صبح ماہان کا تعاقب کیا۔ ماہان کا خیال تھا کہ مسلمانوں
مال غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہوں گے وہ بڑے اطمینان سے اپنے بچے کچھے فوجیوں اور زخمیوں
کو لے کر دمشق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں آدھے راستے میں
جالیا۔ آرمینیا کا بادشاہ ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ کچی فوج بھاگ نکلی۔ سیدنا
خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ دمشق میں داخل ہوتے۔ اہل دمشق نے دو سال پہلے کے معاہدے کے
مطابق تین معاہدہ کر کے مسلمانوں کو جزیرہ دینا قبول کیا۔ ہر قتل اس وقت انطاکہ میں موجود تھا جب
اسے یرموک میں شکست کی خبر ملی یہ سن کر وہ نشکی کے راستے اپنے دارالسلطنت قسطنطنیہ روانہ ہو گیا
جب وہ شام کی سرحد پر پہنچا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کی زبان پر یہ کلمات تھے۔ اے سرزمین
شام مجھے سلام ادا لو، اے اس کی طرف سے جو تجھ سے نصرت ہو رہا ہے۔ آہ کتنا اچھا ملک میں دشمن کے
حوالے کئے جا رہا ہوں۔ آئندہ رومی صرت خون کی حالت میں تیری طرف لوٹ سکیں گے۔

جنگ یرموک پر ایک نظر

بلال و صلیب کا یہ معرکہ جس میں دو لاکھ تالیف پرستوں کو چالیس ہزار تو حیدر پرستوں
نے چیل کر رکھ دیا تاریخ عالم کا ایک انڈ فنق البشر کا نام ہے اس میں کئی قسم کے جوڑ لوڑ اور حربی
تدبیریں استعمال کی گئیں مثلاً مبارز طلبی اور انفراوی جنگ، آسنے سامنے کی ڈھبھیر، مقابل فوج
میں مدخول، پہلو کے حملے۔ عقبی حملے اور دفع دشمن کی کاروائیاں یہ سب کچھ صرف سیدنا خالد

سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی تدابیر اور جنگی صلاحیتوں کا بے مثال نمونہ تھا۔ پہلے چار روز صرف ماہانہ جنگ لڑی گئی تاکہ دشمن تنگ کر لیا جاوے۔ آخری دو دن چار ماہانہ جنگ لڑی گئی جس نے دشمن کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں بقول طبری ایک لاکھ پینتیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ مگر یہ صرف مبالغہ آرائی ہے۔ طبری متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی تاریخ میں ہر واقعہ کے متعلق متعدد روایات جمع کی ہیں۔ جن میں پڑھ کر ایک قاری صبح واقعہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسرے مقام پر یہی طبری رومی مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کرتا ہے۔ بلاذری اصحاب اسخنی بھی ستر ہزار بتاتے ہیں۔ اور یہی تعداد قرین قیاس بھی ہے۔ ان میں سے آدھے میدان جنگ میں قتل ہوئے اور آدھے گھاٹی میں لڑھک کر مرے۔ مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ جن میں سے چار ہزار شہید ہوئے، سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو بحالت کفر امیر مکہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگیں لڑتے رہے نابینا ہو گئے۔ ان کی اہلیہ سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا مسلمان خواتین کو جوش دلادلا کر مسلمانوں کو غیرت دلاواتی رہیں۔ اور ہر چیز پڑھ پڑھ کر مسلمان عورتوں کو ہمراہ لے کر میدان جنگ میں پہنچیں۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں بحیثیت سالار حصہ لیا۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے چند دن پہلے اسلام لاپکے تھے۔ اودان کے دوسرے بیٹے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سال بھر پہلے اسلام لاپکے تھے وہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آگے چل کر سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد شام کے گورنر بنے۔ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے خلع خلافت کے بعد عالم اسلام کے منتخب امیر المومنین بنے۔ بیس سال آپ شام کے گورنر رہے اور بیس سال امیر المومنین رہ کر عالم جاودانی کو سدبارے۔ جنگ یرموک میں جو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سالاری اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی حربی تدابیر کے مطابق لڑی گئی۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک ایسی تربیتی جنگ تھی جس نے آگے چل کر آپ نے اس میں وہ حربی صلاحیتیں پیدا کیں کہ آپ کے زمانہ خلافت میں تثلیث پرستوں نے اسلامی ممالک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کی۔ بلکہ آپ کے دو خلافت میں جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ جس کے متعلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ اس جنگ میں شامل تمام فوج کے لئے جنت واجب ہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں ہی قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا۔ جس میں شامل فوجیوں کے حق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ مغفرت یافتہ لوگ ہیں۔ اس لشکرِ مغفور میں سیدنا ابوالولیب انصاریؓ، سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ، سیدنا ابن زبیرؓ، سیدنا حسین بن علیؓ شامل تھے۔ اور اس لشکر کا سالار سیدنا امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔

اسی جنگ میں سیدنا علیؓ بھی شہید ہوئے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزاد سیدہ زینب کے نعتِ جگر اور سیدنا ابوالعاصؓ کے بیٹے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے بانگِ درا میں ایک نظم لکھی ہے۔

اک نوجوان صورت سیما مضرب	آکر ہوا امیر عاکر سے ہم کلام
اے بو عبیدہ زحمت پیکار نے مجھے	بیریز ہو چکا میرے صبر و سکون کا کام
بولو امیر فوج کہ وہ نوجوان ہے تو	پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پہنچے جو بارگاہِ رسول ایسے میں	کرنا یہ عرض میری طرف سے بس از اسلام
ہم پر کرم کیا ہے خلاتے غفور نے	پورے ہوتے جو وعدے کئے تھے حضور نے

فتح کی تکمیل

یروموک سے بچے کچھے عیسائی شمالی شام اور بحیرہ روم کے شمالی حصے میں پہنچے۔ اب ان میں جنگ لڑنے کی کوئی سکت باقی نہ رہی تھی۔ اسلامی فوج کی اکثریت بھی زخموں سے نڈھال تھی مگر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک دستے کو دمشق پر قبضہ بحال رکھنے کیلئے بھیج دیا۔

ادائل اکتوبر ۶۳۷ء میں آپ نے جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا۔ ان کا اگلا ہدف قیسیاتہ اور بیت المقدس تھے۔ مگر جنگی کونسل حتمی فیصلہ پر نہ پہنچی آپ نے تمام صورت حال سے امیر المؤمنین کو مطلع کر کے مشورہ طلب کیا۔ دربارِ خلافت سے حکم پہنچا کہ پہلے بیت المقدس فتح کیا جائے۔ یہ حکم

ملتے ہی آپ بیت المقدس روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس کی فتح

سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد سیف اللہ بن کوثر کو رسلے کی سالاری سنو کہ ہر اول کے طور پر آگے بھیجا۔ رومیوں کو معلوم ہوا تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔ یہ محاصرہ چار مہینے جاری رہا۔ آخر دار المقدس کے بطریق سوفرونیاس نے ہتھیار ڈالنے اور جزیرہ دینے کی پیشکش کی۔ مگر شرط یہ رہی کہ خلیفۃ المسلمین خود آکر اس معاہدے پر دستخط کریں۔ سوفرونیاس اپنے مذہب کا بڑا عالم تھا۔ اسے اپنی مذہبی کتب پر پورا عبور حاصل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بیت المقدس کو فتح کرنے والے کا حلیہ کیا ہے۔ اس کی اس شرط میں یہ لازم پوشیدہ تھا۔ یعنی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر مسلمانوں کے خلیفہ کا حلیہ اس کی مذہبی کتب میں مذکور فاتح بیت المقدس کے حلیہ کے مطابق ہو گا تو وہ بیت المقدس کو اس کے حوالے کر دے گا۔ ورنہ جنگ لڑے گا۔ اسے یقین تھا کہ دوسرا کوئی آدمی بیت المقدس پر قبضہ نہیں کر سکے گا۔ قرآن مجید میں بھی اہل کتاب کی مذہبی کتب کے متعلق موجود ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر تو رات اور نچیل میں موجود ہے۔

سوفرونیاس کی اس شرط پر سیدنا شرجیل بن یزید نے مشورہ دیا کہ امیر المؤمنین کو اتنے طویل سفر کی تکلیف نہ دی جائے۔ بلکہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جو قدوقامت میں امیر المؤمنین کی طرح تھے۔ امیر المؤمنین کی صورت میں سوفرونیاس کے پاس بھیجا جائے۔ مگر جب اس مضمویہ پر عمل کیا گیا تو سوفرونیاس پہلی نظر میں ہی پہچان گیا کہ یہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

آخر امیر المؤمنین کو یدرہیہ خط تمام حالات سے آگاہ کیا گیا۔

دنیا کے عظیم حکمران کا بے مثال سفر

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہما کا خط ملا تو وہ اس حالت میں مدینہ سے عازم بیت المقدس ہوئے کہ ان کے ہمراہ صرف ایک غلام اور سواری کے لئے ایک اونٹ تھا آپ کے جسم مقدس پر دہمی پیوند لگے کپڑے تھے جو اکثر ان کے جسم پر رہتے تھے انہوں نے مدینہ سے نکلنے ہی غلام سے اس بات کا فیصلہ کیا کہ برابر برابر فاصلہ باری باری اونٹ پر سوار ہوں گے چشم فلک نے یہ نظارے کہاں دیکھے تھے کہ چالیس لاکھ مربع میل کا حکمران ایک طویل سفر کیلئے اپنے دار الحکومت سے روانہ ہو رہا ہے۔ کبھی خود اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور غلام اونٹ کی ہمار پکڑ کر آگے آگے چل رہا ہے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا ہے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہما خلیفۃ المسلمین اونٹ کی ہمار پکڑے آگے آگے پیدل چل رہا ہے۔ امیر المومنین کا پہلا پٹا اور جا بلہ تھا۔ جمال سیدنا زید رضی اللہ عنہما اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہما نے ان کا استقبال کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہما اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما نے ان کا استقبال کیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہما اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما نے ان کا استقبال کیا۔ اور زینت پوشاک میں ملبوس تھے امیر المومنین کی نظر جوں ہی ان پر پڑی آگ بگولہ ہو گئے سواری سے اتر کر مٹی میں کنکریاں بھری اور ان کی طوت پھینکتے ہوئے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم اس حلیہ میں مجھے ملنے کیلئے آتے ہو۔ پھٹکار جو اس افراط پر جس نے تمہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہما اس وقت پیوند زدہ سادے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد وہ زیادہ زاہد متراض ہو گئے تھے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہما اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما نے اپنی قبائیل کھول کر امیر المومنین کو دکھایا کہ وہ نیچے بکترا اور ہتھیار پہنے ہوئے ہیں امیر المومنین اس جواب سے کچھ نرم پڑ گئے۔ سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہما سادہ لباس میں تھے۔ جا بیہ سے یہ قافلہ بیت المقدس کو روانہ ہوا۔ بیت المقدس میں اسلامی فوج اپنے امیر المومنین کی زیارت اور استقبال کے لئے چشم براه تھی یہ دن گویا ان کے لئے روز عید تھا۔ اگلے روز جنگی مشاوت

طلب کی گئی۔ عصر کی نماز کا وقت آیا تو سب کی خواہش ہوئی کہ سیدنا بلالؓ
 اذان دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ نے اذان دینی ترک کر دی
 تھی۔ امیر المؤمنینؓ کی بھی خواہش تھی کہ بلالؓ کی اذان سنیں چنانچہ سیدنا بلالؓ نے اذان دی
 اور مسلمانوں کی آنکھوں میں وہ منظر گھوم گیا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ
 میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے۔ اگلے روز معاہدہ کیا گیا اس پر مسلمانوں کی طوط
 سے امیر المؤمنین کے دستخط ہوئے اور بطور گواہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن
 العاص رضی اللہ عنہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ بن سیدنا ابوالوفیاء بن
 نے دستخط کئے۔ یہ معاہدہ اپریل ۶۳۰ء میں لکھا گیا۔ حضرت امیر المؤمنین دس روز قیام فرما کر
 واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد

امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ قیساہ کا محاصرہ کیا۔ سیدنا
 عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا شریح بن زید نے فلسطین اور اردن پر از سر نو قبضہ کرنے کیلئے کوچ
 کیا۔ یہ دونوں مقامات جلدی مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ مگر ۶۳۶ء میں فتح ہوا۔ سیدنا ابوعبیدہؓ
 اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ ۶۰ ہزار کا لشکر لے کر شمالی شام کی طرف روانہ ہوئے
 دمشق، حمص اور مفسرین سے جرتے ہوئے خاظر پہنچے تو وہاں عیسائیوں نے ان پر زور دار
 حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کا سالار منیاس نامی ایک جنگجو بہادر فوجی تھا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی
 اللہ عنہ کی جوابی کارروائی کے پہلے ہی میں ہی منیاس قتل ہو گیا۔ اس کی فوج نے جب اپنے سالار
 کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ غصے سے بے گل ہو گئے۔ وہ کفن بدوش نہایت غیض و غضب سے
 مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مگر سب قتل ہوئے۔ مناظر کے باشندوں نے شہر سے نکل کر سیدنا
 خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے امان طلب کی۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مناظر کی جنگ کے

حالات لکھ کر جب امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں بھیجے تو امیر المؤمنینؑ نے سیدنا خالد سیفؓ کی بہت تعریف کی۔ اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔ خالدؓ کو سپہ سالاری قدرت سے درشتہ میں ملی ہے اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر اپنی رحمت نازل کرے وہ مجھ سے بہتر مردم شناس تھے۔

حلب کا معرکہ

اس فتح کے بعد سیدنا ابوعبیدہؓ نبی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیفؓ اللہ نبی اللہ عنہ حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ حلب کا حکمران یوقنہ ایک مشہور جنگجو فوجی سالار بھی تھا۔ وہ مسلمانوں سے کھلے میدان میں ٹکرائے کے لئے حلب سے چھ میل باہر آ کر مسلمان لشکر پر حملہ آور ہوا۔ مگر پہلی جھڑپ میں ہی بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا۔ حلب کے چاروں طرف ایک بلند فصیل تھی اور فصیل کے باہر چاروں طرف گہری کھائی تھی۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یوقنہ نے محاصرہ توڑنے کی کئی بار کوشش کی مگر ہر بار منہ کی کھائی۔ آخر اس نے ہر قل کو فوجی کمک کے لئے لکھا۔ مگر ہر قل ابھی تک یرموک کی شکست کے زخم چاٹ رہا تھا۔ اودیسیت المقدس کو دوبارہ قبضہ کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اس نے یوقنہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی آخر چار مہینے محصورہ کر یوقنہ نے اکتوبر ۶۳۷ء میں ہتھیار ڈال دیئے اس کی محافظ، فوج کو اجازت دے دی گئی کہ جہاں جانا چاہا جلی جائے۔ یوقنہ نے اسلام قبول کر کے اسلامی جھنڈے کے تحت لڑنا منظور کر لیا۔ اگلے چند مہینوں میں اس نے نہایت بے جگری سے جانبازی کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا اسکے بعد عزازہ وغیرہ فتح ہوئے۔ غزاکہ فتح کے بعد اسلامی لشکر حارم کے راستے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوا۔

انطاکیہ کی فتح

انطاکیہ ابھی بارہ میل دور تھا کہ مسلمانوں کو دریائے اوزنیٹر حجاب نہر الا سی کے نام سے

موسوم ہے ہر ایک لوہے کا پل عبور کرنا ہے۔ پل عبور کرتے ہی رومی لشکر سے منٹ بھڑھو گئی
 رومی بڑی جوانمردی سے لڑے۔ مگر سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے متحرک رسالے کے سامنے
 نہ ٹھہر سکے۔ کہا جاتا ہے کہ اجنادین اور یرموک کے بعد رومیوں کا یہاں سب سے زیادہ جانی نقصان
 ہوا۔ رومی بے تربیتی سے بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کے چند روزہ محاصرے کے بعد
 روم کی سلطنت کا یہ ایشیائی صدر مقام ۳۰ اکتوبر ۶۳۷ء کو ترکوں ہو گیا۔

انطاکیہ کی فتح کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لاذقیہ، جبکہ اور طرطوس کو فتح کرتے
 ہوتے واپس حلب پہنچ گئے۔ اب سالا شام مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ
 سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بحیثیت عامل اور سپہ سالار قنسرین، حمص، اور خود صوبہ حمص کے حاکم
 کی حیثیت سے اپنے فرائض سنبھال لئے اب تمام شام میں مکمل امن و امان تھا۔ سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ
 کو فلسطین میں، سیدنا شریک بن عبد اللہ کو اردن میں، سیدنا یزید بن کلاب کو دمشق میں عامل مقرر کیا۔ اب صرف
 قیساریہ باقی رہ گیا تھا۔ جہاں سیدنا یزید بن سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حیش نے محاصرہ کر رکھا تھا اور قیساریہ
 کی فتح ان کے ذمے تھی۔

دوبارہ حمص

اتنی تباہ کن شکستوں کے باوجود ہر قل چین سے بیٹھے والا نہیں تھا۔ اس نے اذسرنو
 عیسائی عربوں سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ عیسائی عرب اس کے بہکاتے میں آگئے اور مشرق کی
 طرف سے شمالی شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہر قل کی اس نئی چال
 کو توڑنے کیلئے حمص میں مسلمان فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور صورت حال سے امیر المؤمنین کو بھی
 مطلع کیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ
 اس غیر تربیت یافتہ لشکر سے نمٹ لیں گے۔ احتیاطاً انہوں نے عراق میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
 کو لکھا کہ وہ فوراً تین حیش مکہ کیلئے شام کی طرف بھیج دیں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے

ایک حبش سیدنا سہیل بن عدی رزہ کی کمان میں رقا کی طرف دوسرا حبش سیدنا عبداللہ بن نبیہ کی کمان میں نصیبین کی طرف اور تیسرا حبش ایاز بن غنم کی کمان میں درمیانی علاقے کی طرف بھیجا۔ سیدنا فاروق اعظم رزہ نے سیدنا ققاع بن عمروؓ کو لکھا کہ وہ چار ہزار کاشک لے کر عراق سے دریائے فرات کے راستے سیدنا ابو عبیدہ رزہ کی مدد کے لیے پہنچ جائیں عیسائی عرب محض پہنچے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کو قلعہ بند پایا انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے عراق سے بھیجے ہوئے حبش کے بعد دیگرے آگے بڑھنا شروع ہو گئے۔ اب عیسائی عربوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ ان کا اپنا علاقہ دشمنوں کے رحم و کرم پر تھا اور وہ ہر قتل کی مدد کر رہے تھے چنانچہ انہوں نے فوراً محاصرہ چھوڑا اور واپس عراق کی طرف بھاگ نکلے۔ سیدنا ققاع کے محض پہنچنے سے تین دن پہلے عیسائی عرب محض سے نصبت ہو چکے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رزہ کے فوجی سالاروں کو جب عیسائیوں کی واپسی کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے امیر رزہ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اور اپنے اپنے مقام پر رک گئے۔ سیدنا فاروق اعظم رزہ کی اس جنگی چال نے عیسائی عربوں کو کھلا کر رکھ دیا۔ مگر اب ضروری ہو گیا تھا کہ ان عیسائی عربوں کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ امیر المؤمنین رزہ نے سیدنا ایاز بن غنم رزہ کو فوج کا سالار مقرر کیا اور حکم دیا کہ ان کو بدعدی اور غداری کا عبرت ناک سبق دیا جائے۔ چنانچہ سیدنا ایاز بن غنم رزہ نے چند ہفتوں میں دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں پر بغیر خون بہائے دوبارہ قبضہ کر لیا اس کے بعد سیدنا ابو عبیدہ رزہ کی درخواست پر سیدنا ایاز بن غنم رزہ کو امیر المؤمنین نے ان کی ماتحتی میں کام کرنے کا حکم بھیجا۔

طرطوس اور مرعش

اسی سال موسم خزاں میں سیدنا ابو عبیدہ رزہ نے سیدنا خالد سیف اللہ رزہ اور سیدنا ایاز بن غنم رزہ کی سرکردگی میں طرطوس اور مرعش کی فتح کا حکم دیا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی اب رومیوں کے لئے ہوا بن گیا تھا۔ چنانچہ

ان کے کانوں میں جب سیدنا خالد سیف اللہ کا نام پہنچتا تو وہ اپنی اپنی جگہوں پر ٹھٹھک کر رہ جاتے۔ چنانچہ دونوں مقالات کے ساتھ نعل کے معابدوں پر رضامند ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ان شہروں کے مالکوں نے کہا کہ جس قدر مال آپ چاہیں لے لیں اور ہماری جان بخشی کریں۔ پناہیچہ کہا جاتا ہے کہ ان شہروں سے مسلمانوں کو ان قدر مال ملا جس کی مثال اس سے پہلے شاذ ہی دیکھنے میں آئی تھی۔ اس ہم سے مسلمان زندگی بھر کیلئے مالدار ہو گئے۔

سیدنا خالد سیف اللہ کی زندگی کا پانچواں دور

میدان جنگ سے رخصتی

تاریخ اسلام کا المناک اور حیرت ناک باب

آگے بڑھنے سے پہلے اپنے تخیل کی پرداز کو گذشتہ ابواب کی طرف لے جانے سے قارئین کو نظر آئے گا۔ سیدنا خالد سیف اللہ نے ایک خوش لباس، خوش اطوار، خوش گفتار، بلند کردار، عالی ظرف انسان تھے۔ ہزاروں میں کھڑے دورے سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر شعبہ نفاست کا ایک عجیب سرق تھا۔ ان کے ماتحت لڑنے والے ان پر اپنی جائیں نچا اور کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ وہ بڑے کام کرتے تھے اس میں ایک خاص سلیقہ ہوتا تھا۔ وہ ایک طرف مصافحہ زندگی میں سیرت فولاد کا پیکر تھے تو دوسری طرف شبستانِ محبت میں خوش اخلاق کا مجسمہ تھے۔ وہ جس طرح خوش لباس تھے اسی طرح خوش خوراک تھے۔ انہوں نے زندگی میں بے حساب جنگیں لڑیں۔ قاعدے کے مطابق ان کو اپنے ہر مقابل کی شکست اور اس کے قتل پر کروڑوں سے متجاوز مال ملا۔ مالِ غنیمت سے ان کو الگ حصہ ملتا رہا اور اس کے علاوہ ان کی ماہانہ تنخواہ بھی بمینیت ایک سالہ لشکر کے سب سے زیادہ تھی اگر بخشش و عطا اذنیاضی و سخاوت میں ان کی جبلت حد سے بڑھی ہوتی نہ ہوتی

تو وہ اس درد کے سب سے بڑے امیر نہ سی بڑے امیروں میں سے ایک ضرور ہوتے مگر دولت آئی اور ریت کی طرح ان انگلیوں سے بہ گئی۔ وہ زندگی بھر کبھی فریاد کیلئے کچھ بھی پس انداز کرنے کی سوچ میں مبتلا نہ ہوئے۔ ان کے پاس درجنوں غلام تھے۔ انہوں نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی درجنوں اولاد تھی۔ ان کی خانگی زندگی ایک شاہانہ انداز رکھتی تھی مگر اس کے باوجود بھی اگر وہ پاپتے تو ضرور کچھ نہ کچھ پس انداز کر سکتے تھے۔ خانگی اخراجات سے جو پچتاوہ ان ہادر سپاہیوں کو تقسیم کر دیتے جو ان کے ماتحت لڑتے تھے۔ ان کی یہ نیا نیا امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم تھی مگر وہ فقیر منش، درویش طبع کفایت شعار خلیفہ اسے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی نیا نیا نہیں بلکہ ان کا اسراف سمجھتے تھے۔

مرعش کی مم سے چند روز پہلے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک خاص غسل کیا وہ جس طرح ہر کام نفاست سے کرتے تھے اس طرح ان کا یہ خاص غسل بھی ایک نفاست سے ہوتا تھا۔ وہ چند خوشبودار آمیزوں میں ایک قسم کا اکوئل ملا کر وہ خاص غسل کیا کرتے تھے جس سے وہ جسم میں سے تازگی اور چستی محسوس کرتے تھے۔ آج عقل حیران رہ جاتی ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کو ایک ایک آدمی کے متعلق اس زمانہ میں کس طرح خبریں مل جاتی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ کی طرف سے انہیں خط ملا کہ تم نے اپنے جسم کی مالش ایک حرام شے سے کی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ یہ خط پڑھ کر حیران رہ گئے کہ اسلام میں شراب پر پابندی کے مفہوم کو اس قدر وسعت دی جا رہی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ بیرونی طور پر اس کا استعمال ناجائز نہیں چونکہ قرآن نے اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی اور پھر جس آمیزے سے وہ غسل کیا کرتے تھے اسے خوب ابال کر ٹھنڈا کر کے استعمال کرتے تھے۔ جس میں اکوئل کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ جلد ہی بعد مرعش کی جنگ سے آپ واپس آئے تو سیدنا اشعث رضی اللہ عنہ نے آپ کی شان میں ایک زوردار قصیدہ پڑھا اور آپ نے سیدنا اشعث کو دس ہزار درہم انعام میں دیتے۔ یہ خبر بھی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہم کو پہنچ گئی۔ اب آپ نے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ خالد کو جنگی خدمات سے سبکدوش کر دیا جائے۔ اور اسے برابر عیادت

لاکر اس کی دستار سے اس کے ہاتھ باندھ کر اس کے سر سے ٹوپی اتار لی جلتے۔ اور اس سے دریافت کیا جلتے کہ تم نے اشعث کو یہ دس ہزر کہاں سے دیتے ہیں۔ اگر مال غنیمت سے دیتے ہیں تو یہ خیانت ہے اپنے مال سے دیتے ہیں تو اسراف ہے۔

گذشتہ سطور میں سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد سیف اللہ اور امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم کو عالم اسلام کے تین باندہ دار انسانوں کے عنوان سے پیش کر چکا ہوں۔ یہاں پھر اسے مندرجہ کے کردار صفحہ ہستی کی سیلچ پر ہمارے سامنے اپنے اپنے کردار کا مظاہرہ کرنے کے لئے نظر آ رہے ہیں۔ ۳۸ء مطابق ۳۱ھ موسم خزاں کے دن تھے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم نے سیدنا ابو عبیدہ کو لکھا۔

”خالد کو برسرِ جماعت لاؤ۔ اس کی دستار سے اس کے ہاتھ باندھو اور سر سے اس کی ٹوپی اتار دو اور اس سے پوچھو کہ اس نے اشعث کو کہاں سے پیسے دیتے ہیں۔ اپنی جیب سے یا مال غنیمت سے۔ اگر مال غنیمت سے دیتے ہیں تو اس نے خیانت کی ہے اگر اپنے مال سے دیتے ہیں تو یہ اسراف ہے دونوں صورتوں میں اسے محذول کر دو اور خود اس کے فرائض سنبھال لو۔“

اگرچہ امیر المؤمنین کا یہ طریقہ کار عربوں کے عام دستور کے مطابق تھا۔ مگر جس آدمی کے لئے اس قسم کی سزا تجویز کی گئی تھی وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا۔ اس سزا کو سرانجام دینے کے لئے بھی کسی اہم شخصیت یعنی کسی بلند مرتبہ صحابی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ قرعہ فال سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے نام پڑا۔ اور انہیں حکم دیا کہ پوری زفتار سے محض پہنچ کر اس پر عمل کرو۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے محض پہنچ کر خط سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کا یہ خط پڑھا تو دنگ رہ گئے۔ ان کی ذہنی رسائی سے یہ بات بہت بلند تھی۔ یہ سب کچھ اللہ کی تلوار سے ہو رہا ہے مگر اطاعت امیر کے جذبے کی انتہا۔

آپ نے سیدنا خالد سیف اللہ کو بلایا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید کسی کسی جنگی مشورہ

کے لئے انہیں بلایا گیا ہے۔ وہ غریش اور قنسرین سے ابھی ابھی واپس لوٹے تھے۔ انہیں چین سے بیٹھنا پسند نہیں تھا۔ بلکہ وہ بزم کی نسبت رزم کے زیادہ دلدادہ تھے۔ وہ اپنے سالارِ اعظم رزم کی خدمت میں پہنچے تو وہاں صورت ہی دوسری نظر آئی۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابو عبیدہ رزم کے بیان سے ہکا بکا دکھ گئے۔ آپ نے اپنی بہن سے مشورہ کے لئے ایک دن کی ہمت مانگی۔ آپ اپنی بہن سیدہ فاطمہ رزم کے پاس پہنچے۔ وہ ان دنوں محض میں مقیم تھیں۔ اس جلیل القدر خاتون نے بھائی سے تمام باتیں سن کر کہا بھائی! تم پر سہرہ حال میں امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل کرنا واجب ہے۔ تم فوراً سپہ سالارِ اعظم رزم کی خدمت میں پہنچو اور جیسا وہ حکم دے اس پر عمل کرو۔ آپ نے بہن کی بیشافی پر روبرو دیا اور سیدنا ابو عبیدہ رزم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اب دونوں سپہ سالار اس مقررہ مقام کی طرف چپ چاپ روانہ ہو گئے۔ جہاں تمام لشکر کو جمع ہونے کا حکم مل چکا تھا۔ ان میں سے اکثر اپنے محبوب سالار سے مصافحہ کرنے کو آگے بڑھے مگر آپ سر بھکاتے سالارِ اعظم رزم کے ساتھ اس چہوتے پر پہنچ گئے جو ایک کنارے پر تیار کیا گیا تھا۔ سیدنا ابو عبیدہ رزم کی ایک طرف سیدنا بلال آکر بیٹھ گئے۔ چاروں طرف خاموشی طاری تھی۔ مسلمانوں کو اس مجلس کا مقصد معلوم نہ تھا۔ اس اجتماع کے مقصد سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ سیدنا بلال نے استفہامیہ نظروں سے سیدنا ابو عبیدہ رزم کی طرف دیکھا مگر انہوں نے منہ موڑ لیا ان کے نزدیک یہی کافی تھا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو جنگی خدمات سے معزول کر دیا گیا تھا۔ وہ سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی برسرِ عام اس بے عزتی کو برداشت کرنے کی اپنے آپ میں ہمت نہیں پاتے تھے۔ سیف اللہ رضی اللہ عنہ، وہ سیف اللہ تھے جنہوں نے سالار سے صلہ تنگ کے قبیل ترین دور میں اسلام کے خلاف مرتدین کے بے پناہ سیلاب کے سامنے صرف بندھی نہ بانڈ سے بلکہ ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا، جنہوں نے عراق میں مجوسیوں کو گیدڑوں کی طرح بھگا بھگا کر مارا۔ جنہوں نے صحراے موت کو چند دنوں میں طے کر کے ان کے لشکر کو ایسے حالات میں رو میوں کی یلغار سے بچایا جو انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے۔ جنہوں نے تمام شام

کا علاقہ فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی کیفیت ملاحظہ کر کے خود کھڑے ہو گئے اور سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف منہ کر کے بلند آواز سے کہا اے خالد رضی اللہ عنہ! تم نے اشعث کو دس ہزار درہم اپنی جیب سے دیتے یا مال غنیمت سے سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہ الفاظ دہرائے اور یہ کہتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئے کہ یہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا حکم ہے اور ان کے سر سے پگڑی اتار کر اسی پگڑی سے ان کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ دیتے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد تیسری بار اپنا سوال دہرایا۔ اب احتجاجاً سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا اپنے مال سے، یہ سن کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کھول دیتے اور اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر عمامہ باندھا۔ اور کہا ہم اپنے حکمرانوں کی بات سنتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ یہ کوئی الف لیل کی داستان نہیں۔ یہ کوئی جوستان خیال کی کہانی نہیں۔ یہ تصورات مادرے کوئی قصہ نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ ہوا اور اسی سطح ارضی پر ہوا۔ ہزاروں کے مجمع میں ہوا۔ وقت کے امیر المؤمنین کے حکم سے بظاہر ایک حبشی غلام کے ہاتھوں ہوا۔ اور اس شخص کے ساتھ موجود تاریخ عالم کا سب سے بڑا فاتح ہے۔ جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس حبشی غلام کو اسلام نے وہ مرتبہ عطا کر دیا تھا کہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسے میرے آقا کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اور تاریخ عالم کے سب سے بڑے فاتح کی تمام فتوحات اس کے اس اطاعت امیر کے کارنامے کے سامنے گروا رہ جاتی ہیں اس کے بعد سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ پھر محض پانچ سب کو خدا حافظ کہا اور مدینہ روانہ ہو گئے وہ جب مدینہ سے نکلے تھے۔ تو تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن تھی جب ان کی فتوحات کے کارناموں کی خبریں مدینہ پہنچتیں تو مسلمان بڑی حیرانی اور اچھنبے سے ایک دوسرے سے پوچھتے اور سنتے۔ مگر اب وہ ایک کامیاب سالار جنگ کی حیثیت سے مدینہ نہیں پہنچ رہے تھے بلکہ ایک خوار آدمی کی حیثیت سے لوٹ رہے تھے۔

عجیب حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ سیدنا خالد سیف اللہؓ کا سب سے پہلے جس آدمی سے
 شکرا ہوا۔ وہ امیر المؤمنینؓ تھے۔ ایک طرف اس وقت کی معلوم دنیا کا سب سے بڑا حکمران
 اور دوسری طرف تاریخ اسلام کا سب سے بڑا فاتح۔

امیر المؤمنین کی نظر جو نبی سیدنا خالد سیف اللہؓ کے چہرے پر پڑی ان کی زبان سے
 فی البدیہ بہر چند شعر نکل گئے۔

تم نے وہ کام کئے ہیں جو کوئی اور آدمی نہ کر سکا
 مگر یہ کام انسان نہیں کرتے بلکہ اللہ کرتا ہے

سیدنا خالد سیف اللہؓ نے کہا آپ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے میں اس کے لئے مسلمانوں
 سے احتجاج کرتا ہوں۔ واللہ اے عمرؓ آپ نے میرے ساتھ نا انصافی کی ہے۔ امیر المؤمنین نے پوچھا
 یہ تمام دولت کہاں سے آئی ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ رضی اللہ عنہ نے کہا مال غنیمت میں میرا
 حصہ ساٹھ ہزار درہم ہے۔ امیر المؤمنین نے مال کا جائزہ لیا تو انسی ہزار نکلا۔ بیس ہزار ضبط کر لئے۔
 مگر یہ ساٹھ ہزار یا انسی ہزار کا حساب ایک محقق کی نظر میں نہیں چلتا۔ سیدنا خالد سیف اللہؓ
 کے ہاتھوں صرف عراق میں ایک لاکھ ٹوپریوں والے دو آدمی قتل ہوئے تھے۔ اور شام میں جو رومی
 ان کے ہاتھوں قتل ہوئے ان کا مال بھی لاکھوں سے متجاوز تھا۔

یہ سب کچھ ہو چکا تو امیر المؤمنینؓ نے کہا اے خالدؓ! واللہ تم میری نظروں میں قابل احترام
 ہو اور عزیز ہو اور آج کے بعد تم کو مجھ سے کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ مگر وہاں اب شکایت
 کے موقع کے لئے باقی کیا رہ گیا تھا۔ چند روز کے بعد سیدنا خالد سیف اللہؓ فرسین پہنچے، بہت
 جلد امیر المؤمنینؓ کو احساس ہو گیا کہ خالدؓ کے معاملہ میں مسلمانوں کے جذبات نہایت نازک
 ہیں اور ان کو یہ سب کچھ نہایت ناگوار گزارا ہے۔ اب انہیں تمام فوجی سالاروں کے نام ایک
 مراسلہ جاری کرنا پڑا۔

میں نے خالدؓ کو نہ اپنی ذاتی ناراضگی کی وجہ سے علیحدہ کیا اور نہ ہی ان کی کسی

جو صفین میں شہید ہوئے۔ تیسرے عبدالرحمن تھے جو ہم طور اپنے باپ کی مجسم تصویر تھے
امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہیں کسی نے زہر دے کر شہید کر دیا۔
قاتل بعد میں ان کے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ان کی بیٹیوں کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔
مردوں میں ان کی نسل ان کے پوتے خالد بن عبدالرحمن بن خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ سے چلی۔

بنگش قبیلے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں عمواس
کی دیار کے بعد مسلمانوں کا لشکر سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اس دیار میں پچیس ہزار مسلمان
لقمہ اجل بنے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق اور ادون کا عامل اور فوجی سالار
مقرر کیا۔ سیدنا ایاز بن غنم کو شمالی شام کے علاقے کا عامل اور فوجی سالار بنایا اور سیدنا عمر بن العاص رضی اللہ عنہ
فلسطین کے حاکم رہے۔

مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ آپسے کو مسلمانوں کی فتوحات
کی خبریں پہنچتی رہیں مگر اب ان کی حالت اس عاشق کی سی تھی جس کے سامنے اس کی محبوبہ موجود
ہو مگر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے گئے ہوں۔

اس عندلیب سوختہ سامان کی کچھ نہر پوچھ

ابڑھا جو جس کا آشیاں فصل بہار میں

احباب اور بیٹے طاعون کی نذر ہو گئے۔ عرب جنگجوؤں میں سب سے غضب ناک اور

کامیاب (گہن) بطل جلیل کی زندگی اب حسرتوں کا مرقع بن کر رہ گئی تھی۔ امیر المومنین کو ان

کی بے بسی کے تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان کی اپنی یہ حالت تھی کہ ان کی اکثر

راتیں مسجد کی سیڑھیوں پر اوٹکھٹے گزر جاتی تھیں۔ ان کی اپنی خوراک جو کی نمکین روٹی خشک

کھجوریں اور ریتوں کا تیل تھا۔ ان کا لباس بالکل معمولی ہوتا تھا۔ جس میں کئی پیوند لگے ہوتے

تھے۔ وہ اپنے کندہ کو بہتر نان و نفقہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ان حالات میں سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ

کی حسرت ناک بے بسی کی زندگی کا کوئی ملاوا نہیں تھا۔

سیدنا خالد سیف اللہ رضی بھی امیر المؤمنین کی خوبیوں کے معترف تھے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت انہوں نے امیر المؤمنین کو اپنا وارث قرار دیا۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی تاریخ عالم کے سب سے ہمہ دان قسم کے فوجی سالار تھے اور فوج البیشری مہارت کے جبریل وہ حکمت حرب میں بینگنر اور نولین سے کہیں بڑھ کر تھے۔ حربی تدابیر میں تیمور لنگ اور فرڈرک سے کہیں بلند مقام کے حامل ذاتی طاقت اور سپہ گری میں لیرلان خیالی پہلوان رستم سے بلند تر تھے۔ تاریخ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیدنا خالد سیف اللہ رضی وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے جنگ احد میں لڑائی کا پانسہ پلٹا۔ اگر انہیں فوجی زندگی سے معزول نہ کیا جاتا تو وہ اسلام کا پھر بلا لہرتے بحیرہ اسود اور یاسفورس تک پہنچ جاتے۔

۱۱۱۱ھ میں ابن کثیر نے تین ساتھی سیدنا ایاز بن غنم چلایا۔ اسی سال سیدنا بلال رضی عنہ فوت ہوئے اور اسی سال سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا شکست خوردہ دشمن ہرقل مر گیا۔ اس سے اگلے سال ان کی اپنی باری آنے والی تھی۔

ان کی عمر اب ۵۸ سال تھی۔ ان کے جسم پر بالشت بھر جگہ زخموں سے خالی نہ تھی۔ وہ طویل عرصہ علیل رہے۔ ان کے قوفی طویل علالت نے مضمحل کر دیئے۔ آخری وقت ان کے پاس ان کا صرف ان کا ایک غلام حمام رہ گیا تھا۔

ایک دن آپ کا ایک دوست آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے بڑی حسرت سے اسے کہا کہ میں ہر جنگ میں یہ آرزو لے کر دشمنوں کی صفوں میں دوڑتا رہتا تھا کہ شہادت کی موت نصیب ہو۔ مگر آج نہایت بے بسی سے بستر مرگ پر دراز یہ حسرت دل میں لئے دنیا سے رخصت ہونے کے انتظامیں پڑا ہوں۔ دوست نے جواب دیا آپ کو لسان رسالت مآب سے سیف اللہ کہلانے کی سعادت نصیب ہو چکی ہے۔ پھر اللہ کی عمارت سے کیسے گزند پہنچ سکتا تھا۔ وہ آخری وقت اکیلے اپنے بستر پر دراز تھے اور ان کا جان تار نظام تمام ہوم و غموم کے بے پناہ جذبات کو اپنے قلب میں سموتے اپنے جلیل القدر آقا کے چہرے

کی طرف ٹھنکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ دن ڈھلتے وہ آفتاب عالمتاب موت کی دادیوں میں کھو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ آپ کی موت کی خبر جب مدینہ میں پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ عورتیں آہ دیکھا کرتی ہوتیں بنو مخزوم کے گھروں کی طرف نکل کھڑی ہوتیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آواز سنی تو اپنے کمرے کے فرش سے دڑھ لے کر باہر کی طرف لپکے۔ باہر نکلتے ہی ان کے کانوں میں ان کی اپنی بیٹی ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی زویہ رسول کے رونے کی آواز پہنچی وہ ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ کہ ایسا تو کسی عظیم انسان کی موت پر ہی ہو سکتا ہے آخر عقہہ کھلا کہ سیدنا خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ آپ واپس آگئے اور دے کو کھوٹی سے لٹکتے ہوئے کہا مدینہ کی عورتوں کو خالد کی موت پر رونا ہی چاہیے۔ رونے والے ابو سلیمان جیسے لوگوں کے مرنے پر روتے ہی رہیں گے۔

مرقد

جب کوئی سیاح یا رہنورد حمص سے نکل کر شاہراہ حمہ پر آگے بڑھتا ہے تو کچھ فاصلے پر شاہراہ کے دائیں طرف اسے ایک خوبصورت باغ نظر آتا ہے۔ باغ کے آخری کنارے پر ایک مسجد ہے۔ مسجد کا نام مسجد خالد بن الولید ہے۔ یہ مسجد بڑی خوبصورت اور عجب دار ہے۔ مسجد کا کٹادہ صحن پچاس مربع گز سے کم نہیں جس طرح مسجد خوبصورت ہے اسی طرح اسے بڑی خوبصورتی سے مزین کیا گیا ہے۔ مسجد کے شمال مغربی کونے میں ایک خوبصورت گنبد کے نیچے وہ مجاہد کبیر یوم النشور کے انتظار میں عوامت راحت ہے۔ اگر اس مزار پر پہنچنے والا اس میں عموماً مجاہد کبیر کے کارناموں سے واقف ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح اس کے وہ تمام کارنامے ایک ایک کر کے گزرتے جاتے گے جو اس مختصر تالیف میں قارئین کی نظروں سے گزر چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جاننے والے تو جانتے ہیں کہ یہاں کون بطل جلیل محو خواب ہے مگر جو نہیں جانتے ان کی نظر بھی جب اس مرقد کے تعویذ پر پڑتی ہے تو وہ اپنے

اندر چند لمحات کیلئے ایک مرغوبیت کی سی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

نخلة عظم

عالم اسلام پر تیرے ان گنت انمٹ احسانات ہیں۔ آج تک تیری حبیبی صلاحیتوں کے سامنے تیرے بعد آنے والے ہر فوجی سالار نے عقیدت کے پھول نچا اور کئے۔ اس نے تیرے نقش قدم پر چلنے کی کوششیں کیں مگر وہ تیری گدراہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ تجھ پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی رضامندی رحمت کا نزول ہوتا رہے۔ آمین۔

الْقَوْلُ الْبَفِيحُ

بسلسلہ

سیدنا حسینؑ کا اپنے موقف سے رجوع

کے جواب

”حضرت امام حسینؑ اور سیری شمرؓ“

کا جواب الجواب

حکیم فیض عالم صدیقی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزُوجُكُمْ بَنَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْمُؤْمِنِينَ

(القرآن)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَالْعَنْ مَنْ أَدَّى بِبَنِيكَ فِيهَا، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُمَّ كَلْبَةَ بِنْتِ بَنِيكَ وَالْعَنْ
مَنْ أَدَّى بِبَنِيكَ فِيهَا (تحفة العوازم - زاد المعاد)

بنات الرسول

(طبع ثانی بہ ترمیم و اضافہ)

شیعہ علماء سے ایک فخر انگیز دینی و تاریخی مرا

تالیف و ترتیب

حکیم و فضیل عالم صدیقی شہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَكُلِّ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ وَتَطَهِّرْ لِيْ رُوحِيْ
 لِيْ اِيْتِ مَطْبَرَاتِ دُخَانِ الْجَنَّةِ اِنَّكَ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اِنَّكَ اَرَادَهُ كَرِهًا لَّكُم مِّنْ كُلِّ يَاسِرٍ وَكَرِهًا

صَدِيقَةٌ كَائِنَاتٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَكُلِّ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ وَتَطَهِّرْ لِيْ رُوحِيْ
 لِيْ اِيْتِ مَطْبَرَاتِ دُخَانِ الْجَنَّةِ اِنَّكَ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اِنَّكَ اَرَادَهُ كَرِهًا لَّكُم مِّنْ كُلِّ يَاسِرٍ وَكَرِهًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَكُلِّ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ وَتَطَهِّرْ لِيْ رُوحِيْ
 لِيْ اِيْتِ مَطْبَرَاتِ دُخَانِ الْجَنَّةِ اِنَّكَ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اِنَّكَ اَرَادَهُ كَرِهًا لَّكُم مِّنْ كُلِّ يَاسِرٍ وَكَرِهًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَكُلِّ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ وَتَطَهِّرْ لِيْ رُوحِيْ
 لِيْ اِيْتِ مَطْبَرَاتِ دُخَانِ الْجَنَّةِ اِنَّكَ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اِنَّكَ اَرَادَهُ كَرِهًا لَّكُم مِّنْ كُلِّ يَاسِرٍ وَكَرِهًا

کے حالات زندگی ترقی یافتہ فی الدین میں آپ کا مقام اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سیدکالیوں اور غلام فیضیوں کا اور اسلام دشمن تحریکوں کی جانب سے جہالت میں کی ذولقت سے کیخلاف اپنے عظیم تقویٰ کے مشہور ہونے کے بار بار دہرائی جاتی ہیں وہ کجس طرح اہلسنت کی اکثریت نے ان افترا پر دازیوں کے اعلیٰ مال سے غرض لہا و صرف نظر کرتے ہوئے انہیں حقیقت سمجھ کر اپنے دینی سرمایہ کا ایک حصہ بنا لیا۔

شہید ناموس آل رسولؐ

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَارُوقِيْ كِتَابَ فَاَنهٗ بِرَبِّهِمْ مَّلَآنُ

فون نمبر: ۳۱۸۰۹

حکیم صاحب کی دیگر کتب

- داغِ الطنون ————— = ۵۶ روپے
- حقیقتِ مذہبِ شیعہ ————— = ۹۰ روپے
- اختلافِ اُمتِ کالمیہ ————— = ۱۰۵ روپے
- بناتِ الرسول ————— = ۳۶ روپے
- القولِ المفتوح ————— = ۲۱ روپے
- صدیقہ کا بنات ————— = ۷۲ روپے
- حیاتِ سیفِ اللہ
- خالد بن ولیدؓ { = ۵۱ - روپے
- مقامِ صحابہؓ ————— = زیر طبع
- عبداللہ بن سبأ ————— =
- شہادتِ ذی النورین ————— =